51
آیات الکتاب
ڈاکٹر یوسف جلیل

آیات الکتاب

مِن تصنیف

ڈاکٹر پروفیسر یوسف جلیل

ایم۔ اے، ایم۔ ڈی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

دسمبر ۱۹۸۹ء

مکتبۂ نور، کھوکھرکے، گوجرانوالہ

قیمت ۔۔۔ پچیس روپے

فہرست

مقدمۃ الکتاب

الکتاب (بائیبل) خدا کا کلام مکتوب یا خدا کا تحریر کردہ کلام ہے۔ "اگلے زمانہ میں خدا نے باپ دادا سے حصہ بہ حصہ اور طرح بہ طرح نبیوں کی معرفت کلام کر کے اس زمانہ کے آخر میں ہم سے بیٹے کی معرفت کلام کیا جسے اس نے کل چیزوں کا وارث ٹھہرایا اور جس کے وسیلہ سے اس نے عالم بھی پیدا کئے۔" (عبرانیوں ۱: ۲) بیٹے سے مراد کوئی جسمانی و نفسانی بیٹا نہیں بلکہ اس سے مراد و منشا خدا کا کلام شخصی یا خدا کا ازلی کلمہ المسیح ہے۔ اور کلام کرنے سے مراد کلام تعلیمی ہوا کرتا یعنی خدا کے افکار و اقوال اور تعلیمات و افعال کی نشاندہی کرنا مقصود ہے اس سے معلوم ہوا کہ خدا نے انبیائے سابقین کے وسیلہ سے احکام شریعت اوامر و نواہی اور تعلیمات نازل کیں اور پھر زمانہ کے آخر میں اپنے کلام شخصی کے توسط سے کلام تعلیمی یا احکام شریعت کے عروج و کمال اور تعلیمات و افعال کے جلال و جلال کی راہ دکھائی۔ اور انبیائے سابقین اور ازلی کلمۃ اللہ المسیح کی تعلیمات اور احکام و افعال ایک کتاب میں تحریر و مسطور ہونے تو وہ کتاب، کلام مکتوب کہلاتی جسے کلام اللہ اور کتاب اللہ بھی کہتے ہیں۔

الکتاب خدا کے الہامات کا مجموعہ ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ لاریب یہ اللہ کا کلام ہے جو کسی انسان کی خواہش سے نہیں بلکہ اللہ کے الہام سے موجود ہے۔ یہ کتاب ربانی اور کلام حقانی ہے۔ یہ اللہ کی کتاب ہے جو بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت

اور راہنمائی کے لیے نازل ہوئی۔

الکتاب زندگی کے ہر نشیب و فراز، ہر پیچ و خم اور حیاتِ ارضی کے ہر موڑ اور ہر منزل میں کام آتی ہے۔ ہر مصیبت و آفت میں سکونِ دل اور راحتِ جاں بخشنے والی، ہر مشکل و پریشانی میں صبر و استقامت، امید اور ڈھارس دینے والی اور خوشی و مسرت کے تمام اوقات میں خلقِ خدا سے ہمدردی و شفقت اور خوفِ خدا کا درس دینے والی کتاب ہے۔ اس کی تعلیمات پُر اثر اس کے احکام، شریعتِ خدا۔ اور اس کی فقہ خدا کا نور اور اس کے اوامر و نواہی کی تعمیل راہِ مستقیم پر چلنے کے مصداق ہے۔

الکتاب اللہ کی طرف سے ہے یہ اللہ کی کتاب ہے۔ یہ اللہ کا نور و ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لیے پند و موعظت بحرِ حیات کے مسافروں کے لئے قطب نما اور بحر و بر اور خشکی و تری میں سفر کرنے والوں کے لیے ہادی و راہنما ہے۔ الکتاب، کتاب اللہ ہے کیونکہ اس میں بیان کردہ عقاید اللہ کے مکاشفات ہیں جن کی تائید و تصدیق کائنات اور فلسفے سے ہوتی ہے۔ یہ اللہ کی کتاب ہے اس میں خدا کی ذات و صفات و افعال کا مکاشفہ ہے۔ اس میں اللہ کے ظہورات ہیں یہ اللہ کی شخصیت پر کماحقہ روشنی ڈالتی اور اس کی خوبیاں اور کمالات کما ینبغی بیان کرتی ہے جو یہ انسان کی شخصیت اس کے رجحانات و میلانات کی ترجمانی کرتی ہے۔ فلسفۂ یونان اپنی عقل و حکمت اور علم و دانش کے باوجود نہ اللہ سے متعلق کچھ بیان کر سکا اس کی شخصیت کے بارے میں کچھ کہہ سکا اور نہ انسان کی شخصیت کی توضیح کر سکا۔ بے شک الکتاب اللہ کا کلام ہے اللہ کا مکاشفہ ہے یہ [illegible] خدا ہے۔ اس میں کعبۂ حقیقی کا بیان ہے۔

الکتاب اللہ کی کتاب ہے کیونکہ یہ انسان کی نجات، وصال باری تعالیٰ، سکونِ ابدی اور ہمیشہ کی زندگی کے حصول کی راہ بتاتی ہے۔ یہ راہِ مستقیم کی نشاندہی کرتی ہے۔ یہ نہ صرف حیاتِ ابدی کی نشاندہی کرتی ہے بلکہ حیاتِ ارضی کے لیے مکمل ضابطۂ حیات بھی ہے۔ اے قاریٔ با تمکین! اس سلسلہ میں اگر تیرے دل پر شک و شبہ کی تاریکیوں کا نزول ہو تو پڑھ سر آغاز معا

تصدیق، توریت و انجیل کہ معاشرہ کی ہر مشکل کا حل اور ہر پیچیدہ راہ سے نکلنے کا راز اور فقہ و معرفت کی ہدایات اور احکامِ شریعت کا کمال تجھے وہیں نظر آئے گا جس کی روشنی میں چل کر اقوامِ عالم نے اپنے معاشروں کی اصلاح کی پھر وہ تہذیب و تمدن کی راہوں پر گامزن ہوئیں۔ اور ترقی و کمال کی راہوں کی جانب رواں دواں رہیں۔

الکتاب اللہ کی کتاب ہے یہ اللہ کا کلام ہے۔ اس کی تعلیمات پُر اثر ہیں، اس کی شریعت اللہ کا فضل ہے۔ اس کے احکام، اللہ کے انوار اور اللہ کی روشنیاں ہیں۔

الکتاب نور و ہدایت کی کتاب ہے۔ اس کی تلاوت سے انسان اللہ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے تمام ظلمتیں چھٹ جاتی ہیں جہالتیں دور اور گمراہی و گمشدگی کی ظلمتیں کالعدم ہو جاتی ہیں۔ الکتاب اللہ کی کتاب ہے کیونکہ اس میں حکمت و معرفت اور عرفان و دانائی کے گراں بہا خزانے، شعر اور علم و ادب کے گوہر ہائے آبدار اور حوادثِ حیات کے ہزاروں اصناف اور افسانہ و ناول کے بیش بہا چمکیلے موتی بے شمار ہیں۔ تو اس کے سمندروں میں محوِ پرواز ہو اور اس کے چمکتے ہوئے، درخشندہ و تابندہ ستاروں کو اپنے دامنِ حیات میں [illegible]

ہم نے الکتاب کی صداقت و حقانیت کے اثبات میں جو کتاب لکھی ہے اس کو آیات الکتاب کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس میں وہ آیات اور وہ نشانات بیان کئے ہیں جن سے ثابت و محقق ہو جاتا ہے کہ الکتاب اللہ کی کتاب ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ یہ زمانوں کی کتاب ہے۔ یہ ہر نحوِ حیات میں کام آتی، دل و دماغ کو روشن کرتی اور روح کو آرامِ ابدی عطا کرتی ہے۔

یوسف جلیل

باب اوّل

الکتاب کیا ہے

بائبل دراصل یونانی زبان کا لفظ ہے جس کی اصل صورت بائبلوس BIBLOS ہے۔ بائبلوس کتاب کو کہتے ہیں۔ ملک مصر میں پیپرس، جو ایک قسم کا سرکنڈا تھا بہت پیدا ہوتا تھا اس کے گودے پر لکھنے کا رواج تھا۔ اسی سے کاغذ تیار کیا جاتا تھا۔ یونانی مسیحیوں نے اپنی کتب مقدسہ کو پیپرس کے گودے پر جسے بائبلوس کہتے تھے BIBLO تھے لکھنے کی وجہ سے تا ببلیا TA BIBLIA کے نام سے موسوم کیا۔ [illegible] مسیحیوں نے ٹا بائبلیا [illegible] جو جمع مونث کے طور پر موسوم تھا واحد مونث کے طور پر موسوم کیا۔ سیریائی مسیحیوں نے ٹا بائبلیا کا ترجمہ الکتاب کیا۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ دا بک Book ہے۔ الکتاب کو الکتاب المقدس بھی کہا گیا ہے۔ معلوم ہو کہ الکتاب اور بائبل ہم معنی اور مترادف ہیں لغوی طور پر ان کی حقیقت و ماہیت ایک ہی ہے دو جدا جدا زبانوں میں ایک ہی حقیقت کے نام ہیں۔

الکتاب میں اگرچہ بہت سی کتابیں شامل ہیں تو بھی انہیں الکتب نہیں کہا بلکہ الکتاب کہا گیا کیونکہ وہ کتابیں نفس مضمون کی وحدت کی وجہ سے ایک ہی کتاب ہے اور وہ وحدت کلمتہ اللہ المسیح کی وحدت ہے۔ ان کتابوں میں کوئی کتاب ایسی نہیں جو آپ کی کسی نہ کسی صفت و خوبی و شان اور فضل کو ظاہر و عیاں نہ کرے۔ ان کتابوں کا محور ایک ہی ہے۔ جس طرح تمام اجرام فلکی ایک ہی آفتاب سے روشنی حاصل کرتے ہیں اسی طرح تمام کتب مقدسہ کلمتہ اللہ

المسیح کے رخ انور سے منور ہیں تمام کتابوں میں آپ ہی کی روشنی موجود ہے سب کتابیں آپ سے ضیا و نور اور روشنی حاصل کرتی ہیں اس لئے ان تمام کتابوں کو الکتاب کہتے ہیں۔ الکتاب کلمتہ اللہ المسیح کے حسن و جمال کا آئینہ ہے۔ اس میں ہر طرف آپ ہی کی ضیا پاشیاں ہیں۔

عربی گرامر کی رو سے الکتاب کا الف لام اگر استغراقی ہے تو اس کے معنی ہوں گے وہ کتاب جس میں تمام کتابیں شامل ہوں۔ جو تمام کتابوں کے موضوعات پر حاوی ہو اور جس کی موجودگی میں کسی اور کتاب کی ضرورت نہ ہو۔ الکتاب یا بائبل کتابوں کی کتاب ہے صرف الکتاب یا بائبل ہی کتاب کہلانے کی مستحق ہے۔ اس میں سب کچھ ہے جو دوسری کتابوں میں نہیں۔ یہ کتاب فطرت اور آسمانی حقائق پر مشتمل ہے۔

الکتاب کا "الف لام" اگر تعریفی ہو تو اس صورت میں الکتاب کے معنی ہوں گے وہ کتاب جو اپنی خوبیوں اور خصوصیات کے اعتبار سے واحد و بے نظیر اور بے مثال ہو۔ وہ اپنی ذات میں ایک ہی ہو اور بے مثال ہو۔ فی الحقیقت الکتاب اپنے حقائق کی رو سے واحد و بے نظیر ہے۔

الکتاب کا الف لام اگر معہود ذہنی کا ہو تو الکتاب کے معنی ہوں گے وہ کتاب جو اپنی اشاعت و انتشار اور تواتر کی وجہ سے اتنی مشہور و معروف ہو کہ سب لوگ اس سے آشنا ہوں اور وہ سب لوگوں کے اذہان میں ہو۔ یعنی جب بھی اس کا نام لیا جائے تو سب جان جائیں کہ اس کتاب سے کون سی کتاب مراد ہے۔ معلوم ہوا کہ الکتاب ایک کامل کتاب ہے وہ حق تعالےٰ کا بے مثال اور لاجواب کلام مکتوب ہے جو اس نے اظہار رحمت کے لئے نازل کیا تاکہ بنی نوع انسان اس سے رشد و ہدایت حاصل کر کے صراط مستقیم پر گامزن رہیں۔

الکتاب دو حصوں میں منقسم ہے (۱) عہد نامہ عتیق جو ۱۵۰۰ سو برس کے عرصہ

میں عبرانی زبان میں تلمبند ہوئی۔ (الٰی بابل اور عزرا کی کتابیں آرامی میں لکھی گئیں)۔ عہدنامہ عتیق میں خداوند خدا نے مختلف اسرائیلی انبیاء سے عہدو میثاق کیا۔ عہدنامہ عتیق میں خدائے واحد و برحق کی عبادت و پرستش کی تاکید اور اس کی شریعت یا احکام خداوندی کی تعمیل و توثیق کے علاوہ کلمتہ اللہ المسیح کی آمد کا عہد تھا۔ یہ عہدنامہ اعمال کا عہدنامہ تھا بنی اسرائیل گناہ کی وجہ سے اور اپنی سرشت و طبیعت کے بگاڑ کے سبب سے اپنی زندگیاں حق تعالےٰ کی شریعت کے مطابق نہ ڈھال سکے اور احکام خداوندی کی تعمیل سے قاصر رہے تو اس نے کلمتہ اللہ المسیح میں فضل کا عہدنامہ دیا جو عہدنامہ جدید کے نام سے موسوم ہے۔

عہدنامہ جدید کی رُو سے ہر کس و ناکس کلمتہ اللہ المسیح پر ایمان لانے سے گناہوں کی معافی حاصل کرتا اور راستباز ٹھہرتا اور حیاتِ ابدی کا مستحق ہوتا ہے معلوم ہوا کہ عہدنامہ جدید عہدنامہ عتیق کی تکمیل ہے۔

عہدنامہ عتیق، عہدنامہ جدید کی راہ تیار کرتا ہے [illegible] عتیق انتظار کی راہ [illegible] ہے اور عہدنامہ جدید، تکمیل و وصال ہے۔

عہدنامہ جدید، عہدنامہ عتیق کو منسوخ نہیں بلکہ اسے مکمل کرتا ہے۔ تکمیل تنسیخ نہیں بلکہ پہلی باتوں کو نقطۂ عروج تک لے جانا تکمیل ہے۔ عہدنامہ عتیق کو توریت اور عہدنامہ جدید کو انجیل کہتے ہیں اور دونوں کو ملا کر الکتاب یا بائبل کہتے ہیں۔ توریت کے معنی قانون، حکم، دستور اور شریعت ہیں اور انجیل کا مفہوم و مطلب خوشخبری ہے گویا توریت اعمال پر اور انجیل فضل پر دلالت کرتی ہے۔

الکتاب کے القاب جو الکتاب میں مرقوم ہیں۔

۱:- خدا کی شریعت - پیدائش ۲۵/۵
۲:- شہادات اللہ - زبور ۱۱۹/۹۹
۳:- خدا کے لبوں کا کلام - زبور ۱۷/۴
۴:- خدا کے منہ کی باتیں زبور ۱۱۹/۱۳
۵:- خدا کا پیغام - حجی ۱/۱۳
۶:- خدا کی انجیل - رومیوں ۱/۱
۷:- شریعت الحق / سچائی کی شریعت } ملاکی ۲/۶
۸:- کلام حق یا کلمتہ الحق - یعقوب ۱/۱۸
۹:- چراغ امثال ۶/۲۳
۱۰:- نور امثال ۶/۲۳
۱۱:- راہِ حیات امثال ۶/۲۳
۱۲:- قدموں کے لئے چراغ زبور ۱۱۹/۱۰۵
۱۳:- راہ کی روشنی زبور ۱۱۹/۱۰۵
۱۴:- کتاب اللہ - زبور ۲۶/۸
۱۵:- کلام اللہ زبور ۵۶/۱۰
۱۶:- سونے بلکہ کندن سے زیادہ قیمتی - زبور ۱۹/۱۰
۱۷:- شہد بلکہ چھتے کے ٹپکوں سے زیادہ شیریں زبور ۱۹/۱۰
۱۸:- خدا کا کلام جو زندہ موثر اور دو دھاری تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ عبرانیوں ۴/۱۲
۱۹:- تسلی دینے والی کتاب مقدس - رومیوں ۱۵/۴
۲۰:- پاک کرنے والا کلام - یوحنا ۱۵/۳

۲۱:- خدا کا کلام جو ابد تک رہے گا - پطرس ۱/۲۵
۲۲:- خوشخبری کا کلام پطرس ۱/۲۵

الکتاب کے یہ وہ اسماء و القاب ہیں جو خدا کے نبیوں اور رسولوں نے روح القدس سے معمور ہو کر بیان کئے۔ ان انبیا میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ ایسے انبیا کے عالی مقام شامل ہیں۔

۲- فصل دوئم

الکتاب کی کچھ خصوصیات

الکتاب خدا کی ذات و صفات اور افعال اور اس کی شرایعت و احکام اور انسان کے ساتھ اس کے معاملات کا مکاشفہ ہے۔

الکتاب انسان کی طبیعت و سرشت اس کی نفسیات اس کے مقصد حیات اور مقصد حیات کے طریق حصول کا مکاشفہ ہے۔ اس میں عارفین و سالکین اور انبیاء اللہ کی عبودیت و خشیت و خوف خدا اور محبت الٰہی کے اقرارات ہیں جو انہوں نے روح القدس سے معمور ہو کر بیان کئے۔ مثال کے طور پر زبور نویس لکھتا ہے: "اے میری شوکت بیدار ہو۔ اے بربط اور اے ستار جاگو۔ میں خود صبح سویرے جاگ اٹھوں گا۔ اے خداوند! میں تیرا شکر کروں گا۔ میں مدح سرائی کروں گا کیونکہ تیری شفقت آسمان کے اور تیری سچائی فلک کے برابر ہے اور تیرا جلال ساری زمین پر ہے" (زبور ۱۰۸/۲-۵) رومیوں ۱/۲۰ سے ظاہر و ثابت ہے کہ کائنات میں بھی الہام ہے۔ خدا نے مخلوقات کی تخلیق کی اور اس کے اکثر و بیشتر حصوں اور طبقوں کو دیکھ کر خوش ہوا کیونکہ ان سے

اس کی اپنی ذات و صفات کا ظہور عیاں تھا۔ "آسمان خدا کا جلال ظاہر کرتا ہے اور فضا اس کی دستکاری دکھاتی ہے۔" (زبور ۱۹/۱) صاف عیاں ہے کہ اشیائے کائنات کے حسن و جمال کا بیان بھی الکتاب میں مندرج ہے۔ حضرت سلیمانؑ لکھتے ہیں "دیکھ جاڑا گزر گیا۔ مینہ برس چکا اور نکل گیا۔ زمین پر پھولوں کی بہار ہے۔ پرندوں کے چہچہانے کا وقت آ پہنچا اور ہماری زمین پر قمریوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔ انجیر کے درختوں میں ہرے انجیر پکنے لگے اور تاکیں پھولنے لگیں۔ ان کی مہک پھیل رہی ہے۔" غزل الغزلات ۲/۱۱-۱۳۔ گویا انبیاء اشیائے کائنات کے رنگ میں بھی اپنے الہامات قلمبند کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل کی تاریخ توریت کی پیش خبریوں کی تکمیل ہے اس لئے تاریخ میں بھی خدا کا الہام ہے علاوہ ازیں اس سے خدا کی قدرت، حکمت، خدا کا جلال و جمال اس کی رحمت و عدالت اور انصاف و محبت ظاہر و عیاں ہے۔ اس لئے اس میں بنی اسرائیل کی تاریخ کے علاوہ مصر و بابل اور اشور و فارس و روم و یونان کی تاریخ کی بھی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ کائنات اور تاریخ عالم کے الہامات پہلے مندرجہ غیر واضح اور مبہم ہیں لیکن الکتاب کے الہامات واضح اور صاف و عیاں نظر آتے ہیں۔ تاہم وہ کائنات اور تاریخ کے الہامات سے صرف نظر نہیں کرتی کیونکہ وہ الکتاب کی صداقت و حقانیت پر کافی روشنی ڈالتے ہیں اور وہ الکتاب کے الہامات سے مطابقت کلی رکھتے ہیں۔ ان سے الکتاب کے الہامات کی صداقت و حقانیت کی دلائل و براہین ثابت ہوتی ہیں۔

الکتاب کی ابتدا اس زمانہ ماضی سے ہوتی ہے جو ازلیت کی حدوں کو مس کرتا ہے۔ وہ موت و حیات کی توضیحات و تشریحات کے میدانوں میں ہمارے ساتھ ہم سفر ہوتی ہوئی ہمیں اس نقطہ عروج تک لے جاتی ہے جس کا مستقبل ابدیت کو چھوتا نظر آتا ہے۔ الکتاب الٰہی الاصل ہونے کے علاوہ فصاحت و بلاغت حسن بیان، جمال درخشندہ، اسلوب دلکش، شعر و ادب عالی اور تواریخ مہمہ پر مشتمل ہے بلکتاب

شریعت، فقہ اور علم الہٰیات کا گراں بہا خزانہ ہے۔ قابلِ ستائش ہے وہ شخص جو الکتاب کے مطالعہ و تلاوت سے سیرت و سریرت کے قوانین، افکارِ عالیہ کی غذا، آلام و مصائب میں آرامِ جاں، رنج و غم میں سکونِ قلب اور تلاشِ راحت میں تسکینِ روح حاصل کرتا ہے۔ الکتاب چونکہ الہامی کتاب ہے اسی لئے وہ فلسفہ و منطق کی صد ہا کتابوں سے اعلیٰ و بالا ہے پھر بھی اس میں ایسی فلسفیانہ دلائل و براہین ہیں جو اس کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں۔ الکتاب، سائنس اور فلسفہ کی کتاب تو نہیں تاہم ان علوم کی سچائیاں اس سے ظاہر ہیں۔ الکتاب قابلِ تحسین معاشرہ اور تہذیبِ اعلےٰ اور تمام کمالات کا سرچشمہ ہے۔ عقلمندوں کے لئے کائنات ایک کتاب ہے لیکن الکتاب کو اس پر فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ وہ نور و ہدایت اور نجات و حیاتِ ابدی کی انجیل ہے۔ وہ ایسے ارشادات اور ایسی تعلیمات پیش کرتی ہے جو انسان کی زندگی میں فہم و دانش اور امن و سکون پیدا کرتی ہیں۔ الکتاب عظمتوں اور رفعتوں کا بھید ہے۔ الکتاب ایسا دریائے مواج ہے کہ ایک ہاتھی اس میں پیر سکتا ہے اور ایک بچہ اسے بآسانی عبور کر سکتا ہے۔ الکتاب افکارِ الہٰی، حالتِ انسان، [illegible] اور سعادتِ مومنین کا اعلان کرتی ہے۔ اس میں خدا کی محبت اور اس کے اسرار و رموز کا بیان ہے۔ اس کی شریعتیں واجبی و ضروری، اس کی تعلیمات مقدس و پاک اور اس کی تواریخ حقائقِ عالیہ اور اس کے احکام قائم و دائم ہیں۔ اے قاریٔ محترم! تو بھی الکتاب کا مطالعہ کیا کر تاکہ تو حکیم و فہیم اور دانشمند ہو جائے۔ اس پر ایمان لا کر تو مومن ہو جائے اس کے احکام کی تعمیل کر کے تاکہ تو اولیا اور مقدسین میں شمار ہونے لگے۔ تیرے دل کے لئے اس میں تسلی و اطمینان، تیری بھوک کے لئے اس میں غذائے شیریں اور تیری ہدایت کے لئے اس میں نور ہے۔ الکتاب کلمۃ اللہ المسیح کی ذات و صفات اور اقوال کا آئینہ ہے۔ کلمۃ اللہ المسیح خدائے نادیدنی و لا محدود کا مکاشفہ ہے۔ کلمۃ اللہ المسیح کے بیان کی وجہ سے الکتاب خدا کا کلام و مکاشفہ ہے۔ الکتاب مسیحی

کا دستور العمل، روحانی جنگجو کی تلوار، مرشد و راہنما کی دلیل، مسافر کا زادِ سفر اور کمزور و ناتواں کا عصائے محکم ہے۔ الکتاب کا اعلان یہ ہے کہ دوزخ کے دروازے بند، بہشتِ بریں کے سنہری پھاٹک اور آسمانوں کی راہیں کھل گئی ہیں۔ الکتاب حیاتِ ابدی کا پیغام، نجات کا نغمۂ شیریں اور صداقت کا بحرِ ذخار ہے۔ الکتاب خدا کی کتاب ہے جس کے ذریعے سے وہ ہر وقت عارفین سے ہم کلام ہوتا ہے۔ الکتاب کی غرض و غایت کلمۃ اللہ المسیح کا اظہار و اعلان، اس کا مقصدِ عالی بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود اور نجات اور اس کا مقصودِ نظر خداوند کا جلال ہے۔ الکتاب وہ کلیدِ وحید ہے جو کائنات کے اسرار و غوامض کے قفلوں اور جسم و روح کی گہری اور عمیق باتوں کے گنجینوں کو کھول دیتی ہے۔ الکتاب کی مبادیات آزادی و حریت پر قائم ہیں۔ یہی وہ کتاب ہے جو ہجومِ الم و یاس میں تسلی و اطمینان دیتی، انسان کی تمام راہوں کو روشن، اس کی روشوں کو مستقیم اور اس کی امیدوں کو روح افزا بناتی ہے۔ الکتاب، ادب و ثقافت اور اخلاقیات و روحانیت کی کتاب ہے۔ یہ ایک معجزۂ خداوندی ہے۔ اس کا ترجمہ دنیا کی خواہ کسی زبان میں کر دیا جائے وہ اعجاز ہے۔ اعجاز اس کا ہر ترجمہ الکتاب ہے کیونکہ اس کے ترجمے سے اس کے پیغام اس کی لطافت اور اس کی حیرت انگیز تاثیر میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چنانچہ الکتاب کے بے شمار ترجمے ہی مسیحیت کی اشاعت اور ترقی و سربلندی کا باعث بنے رہے ہیں۔ اسے خواہ کتنی مرتبہ پڑھو، ہر مرتبہ سرور، تو ہر بار نکتۂ دگر اور ہر دفعہ کیفِ تازہ حاصل ہوتا ہے۔ اس کے سمندر میں حکمتوں کے بے شمار موتی ہیں۔ ہر غوطہ خور ہر مرتبہ نیا ہی گوہرِ آبدار پاتا اور اس سے فیضیاب ہوتا ہے۔

الکتاب کا مصنف

الکتاب المقدس میں بہت سی کتابیں شامل ہیں تاہم وہ اپنی وحدت کی وجہ سے

ایک ہی کتاب ہے اس لئے اس کا مصنف ایک ہی ہے وہ اگرچہ سولہ برس کے عرصہ میں
بہت سے انبیائے ملہم کے توسط سے قلم بند ہوئی۔ بایں ہمہ اس میں کوئی اختلاف اور
کوئی تضاد و تباین نہیں۔ اور اگر کہیں کوئی اختلاف نظر آئے تو وہ سطحی ہوگا نہ کہ حقیقی و اصلی
اور یہ سطحی اختلافات بہ ادنیٰ تفکر و تحقیق حل ہو سکتے ہیں اور جو کوئی تفکر و تحقیق کی زحمت
گوارا نہ کر سکے وہ الکتاب کی بلند پایہ انگریزی تفسیروں کی ورق گردانی کرے۔ الکتاب کا
مصنف ایک ہی ہے کیونکہ اس کی تصنیف کے سولہ سو برس کے عرصہ میں کلمۃ اللہ المسیح
ہی مختلف انبیاء پر ظاہر ہوتا اور ان کے دلوں کو اپنے روح کے وسیلہ سے متحرک و مہیج
کرتا رہا۔ اس کا روح، روح القدس ہے اور اپنے مجسم ہونے سے پیشتر وہ صدہا بار دنیا
میں آیا۔ دنیا اس کے وسیلہ سے پیدا ہوئی، وہ دنیا میں تھا لیکن دنیا نے اسے نہ پہچانا
یوحنا ۱۔ عہد عتیق میں کلمۃ اللہ المسیح ہی تمام انبیا پر ظاہر ہو کر ان سے ہم کلام ہوتا رہا۔
وہی ان پر کلام نازل کرتا اور وہی انہیں مبعوث کرتا رہا کیس لئے کہ وہ کائنات کی تخلیق
کی علت مجوزہ ہے اس لئے اس کی اضافت و نسبت اور تعلق ازلی ہے اور عقل و
دانش سے بالاتر خدا باپ سے حقیقی ہے تو کائنات کے ساتھ اتفاقی۔ وہ ایک
اعتبار سے قدیم و واجب اور دوسری حیثیت سے حادث و ممکن ہے۔ محال و
ناممکن ہے کہ لا محدود و ازلی و قدیم خدا محدود و حادث و ممکن پر ظاہر ہو اسلئے وہ اپنے
ازلی کلمہ مسیح کے توسط سے جو واجب و ممکن اور لا محدود و محدود ہے انبیاء سے ہم
کلام ہوتا رہا۔ پطرس ۱/۱۰ میں مرقوم ہے "اسی نجات کی بابت ان نبیوں نے بڑی
تلاش اور تحقیق کی جنہوں نے اس فضل کے بارے میں جو تم پر ہونے کو تھا نبوت
کی۔ انہوں نے اس بات کی تحقیق کی کہ مسیح کا روح جو ان میں تھا اور پیشتر سے مسیح
کے دکھوں اور ان کے بعد کے جلال کی گواہی دیتا تھا کہ وہ کون سے اور کیسے وقت
کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ نبوت کی کوئی بات آدمی کی خواہش سے کبھی نہیں ہوئی بلکہ

آدمی روح القدس کی تحریک کے سبب سے خدا کی طرف سے بولتے تھے۔" ۲پطرس ۱/۲۱
بنی اسرائیل ملک بابل کی اسیری سے ۵۳۶ برس ق م ملک یہودیہ میں واپس آئے
تو ان کی زبان عبرانی کی بجائے آرامی تھی یعنی اسرائیل عبرانی سمجھنے سے قاصر و عاجز تھے
لہٰذا علمائے عوام الناس کے لئے الکتاب کے عہد عتیق کا ترجمہ آرامی میں کیا اور اس کی تفسیر
و توضیح قلمبند کی جسے تارگوم کہتے ہیں۔ تارگوم کے علماء نے کہا ہے کہ باغ عدن میں آدم
و حوا کے پاس کلمۃ المسیح آیا کرتے تھے۔ حنوک و نوح و ابراہیم و اسحاق و یعقوب و موسیٰ
و یشوع و داؤد و سلیمان اور دیگر انبیا پر ظاہر ہو کر ان سے ہم کلام ہوتے رہے اور
وہ عہد بہ عہد ارتقا و تدریج اپنے اپنے الہامات قلم بند کرتے رہے۔ بہ الفاظ دیگر
انبیائے اسرائیل کلمۃ اللہ المسیح سے ہم کلام اور آپ کے روح سے متاثر ہونے کے
سبب سے اپنے اپنے الہامات عہد عتیق کی صورت میں سپرد قلم کرتے رہے اور یہ
الہامات آپ ہی کی ذات کے گرد گھومتے تھے۔

اس سلسلہ میں ہمارا کہنا یہ ہے کہ عہد نامہ جدید کے زمانہ میں بھی یہی صورت
حال قائم ہے کہ کلمۃ المسیح نے مجسم ہونے اور اس دنیا میں تشریف فرما ہونے کے بعد
اپنے ہاتھ سے کوئی صحیفہ نہ لکھا کیونکہ وہ ملہم تھے نہ کہ ملہَم۔ وہ الہام دینے والے تھے
نہ کہ وہ جنہیں الہام دیا گیا ہو کیونکہ وہ خود کلام مجسم ہے۔ متی و مرقس و لوقا اور یوحنا نے جنہیں
کلمۃ اللہ مسیح کا روحانی تجربہ حاصل تھا اور آپ کو نہایت قریب سے دیکھا تھا کلمۃ
اللہ المسیح کے صعود آسمانی کے بعد آپ ہی کے روح یا روح القدس کی تحریک سے
اناجیل قلم بند کیں۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں یوحنا رسول لکھتے ہیں "اس زندگی کے
کلام کی بابت جو ابتدا سے تھا اور جسے ہم نے سنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ غور
سے دیکھا اور اپنے ہاتھوں سے چھوا۔ یہ زندگی ظاہر ہوئی اور ہم نے اسے دیکھا اور
اس کی گواہی دیتے ہیں اور اسی ہمیشہ کی زندگی کی تمہیں خبر دیتے ہیں جو باپ کے ساتھ تھی

اور ہم پر ظاہر ہوئی اور جو کچھ ہم نے دیکھا اور سنا ہے تمہیں بھی اس کی خبر دیتے ہیں۔"
۱ یوحنا ۱/۱-۳ پولوس رسول جس پر کلمۃ اللہ المسیح مردوں میں سے زندہ ہونے کے بعد
راہِ دمشق میں ظاہر ہوئے اس سے ہم کلام ہوئے اور اسے رسالت پر سرفراز کیا اور پطرس
رسول اور یوحنا رسول اور یہوداہ اور یعقوب رسول نے اناجیل کی تفسیر و توضیح اور عقائد
و اخلاقیات مسیحیہ کی وضاحت کے سلسلہ میں خطوط لکھے۔ اور یہ تمام خطوط روح القدس
کی تحریک و تاثیر ہی سے تحریر کئے گئے۔ اناجیل ایک قیمتی انگوٹھی ہے تو خطوط اس کا
خوبصورت نگینہ۔ معلوم ہوا کلمۃ المسیح پر انجیل آسمان سے نہیں اتری تھی آپ بذاتِ
خود زندہ انجیل تھے۔ آپ نے کسی انجیل کے صفحات پر کچھ نہ لکھا اس کے برعکس آپ
نے اپنے شاگردوں کے دلوں پر لکھا۔ ان کی زندگیوں کو یکسر بدل دیا جو منتشر تھے متفق
و متحد ہو گئے بزدل اور ڈرپوک، دلیر و جسور اور بے باک ہو گئے۔ جاہل عالم بن گئے
آپ کے روح نے ان کے دلوں کو مطہر و پاک کیا اور انہیں رسالت کے درجہ پر
سرفراز کیا۔

چونکہ کلمۃ اللہ المسیح کی صد ہا شانیں ہیں جن میں سے ایک شان، رسالت کی شان
ہے۔ لیکن آپ کی رسالت، رسالتِ موعودہ اور ازلی و قدیم ہے۔ عہد کا رسول صرف
آپ ہی کی ذات والا صفات ہے چنانچہ لکھا ہے "اور خداوند جس کے تم طالب ہو،
ناگہاں اپنی ہیکل میں آموجود ہوگا، وہی عہد کا رسول جس کے تم آرزومند ہو آئے گا
رب الافواج فرماتا ہے" ملاکی ۳/۱ کلمۃ اللہ المسیح جو عہد کا رسول ہیں انسان ہوتے
کے باوصف خداوند بھی ہیں۔ یہ عہد کا رسول وہی نبی ہے جس کے بارے میں استثنا
۱۸/۱۵ میں یوں مرقوم ہے "خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے
ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا"۔ آپ نے مجسم ہو کر اپنی رسالت
کے دوران کئی مرتبہ کہا میں وہی ہوں۔ اور لوگوں نے آپ کے معجزات دیکھ کر

اعتراف کیا۔ "جو نبی دنیا میں آنے والا تھا فی الحقیقت یہی ہے" یوحنا ۶/۱۴ آپ عہد کا رسول
کلمۃ اللہ ازلی ہونے کی وجہ سے ہیں۔ کلمۃ اللہ اور اللہ میں ذات و زمان کے اعتبار سے کوئی
تقدم و تاخر نہیں البتہ رتبہ اور شرف میں تقدم و تاخر ضرور ہے اسی لئے بحالت تجسم
آپ نے فرمایا "میرا باپ مجھ سے بڑا ہے" یعنی رتبہ و شرف میں باپ کو اولیت
حاصل ہے۔ رتبہ اور شرف میں تاخر کے باعث تجسم آپ سے مختص ہوا ازل ہی
میں منصوبہ نجات کی تکمیل کی جہت سے دنیا میں آنے سے پیشتر آپ ہی رسالت سے
ممیز و ممتاز ہوئے اسی وجہ سے کلمۃ اللہ المسیح کے لقب سے ملقب ہوئے اور ابن اللہ
آپ کا اصطلاحی نام ٹھہرا یعنی کلمۃ اللہ ابن اللہ اور ابن اللہ، کلمۃ اللہ ہے۔ آپ
ازل ہی سے عہد کے رسول ہیں آپ کی رسالت ازلی ہے۔ اور چونکہ آپ عہد کے
ازلی رسول ہیں اسی لئے حضرت داؤد نے آپ کے کلام تعلیمی کے بارے میں پیش
گوئی کرتے ہیں کہا میں نے بڑے مجمع میں صداقت کی بشارت دی ہے۔ دیکھ میں
اپنا منہ بند نہ کروں گا۔ میں نے تیری صداقت اپنے دل میں چھپا نہیں رکھی۔ میں
نے تیری وفاداری اور نجات کا اظہار کیا ہے۔" زبور ۴۰/۹-۱۰ کلمۃ اللہ المسیح کا کلام تعلیمی
صداقت، وفاداری اور نجات کے اظہار پر مشتمل ہے۔ معلوم ہوا ایک اعتبار
سے آپ پر کلام تعلیمی نازل ہوا مگر کلام مکتوب۔ چنانچہ آپ نے فرمایا "جو کلام
تو نے مجھے پہنچایا میں نے ان تک پہنچا دیا اور انہوں نے اسے قبول کیا اور سچ
جان لیا کہ میں تیری طرف سے نکلا ہوں اور وہ جان گئے ہیں کہ تو ہی نے مجھے
بھیجا ہے" یوحنا ۱۷/۸ اور جو کلام تم سنتے ہو میرا نہیں بلکہ میرے باپ کا ہے جس
نے مجھے بھیجا ہے یوحنا ۱۴/۲۴ اسی کلام تعلیمی کو جس نے شاگردوں کے توسط سے کلام
مکتوب کی صورت اختیار کر لی منتہی الکتاب کہہ سکتے ہیں۔ از روئے قرآن حکیم یہی وہ کتاب ہے
[illegible] کلمۃ اللہ المسیح نے پنگھوڑے میں بزرگانِ قوم سے باتیں کرتے ہوئے

کہا کہ مجھے اللہ نے کتاب دی اور مجھے نبی بتایا۔ اگر الکتاب کلمۃ اللہ المسیح کی ذات وصفات کے بیان کی وجہ سے، کلام ہے تو اس کا کلام، کلام تعلیمی ہو یا کلام مکتوب الکتاب ہے۔ کلمۃ اللہ المسیح اور ان دیکھے خدا باپ کا کلام تعلیمی ایک ہی ہے۔ آپ پر کلام تعلیمی کے نزول کا اظہار تاخر فی الرتبہ اور مجسم ہونے کی حقیقت کی وضاحت کی جہت سے ہے۔

الکتاب کا تصنف اور اس کی حفاظت وصیانت

عہدِ عتیق

تاریخ کی ابتدا ہی سے خدا نے اپنی کتاب کی تشکیل کا انتظام شروع کر دیا جس نے اس کے اور انسان کے درمیان مکاشفہ لفظی کا وسیلہ بننا تھا۔

خدا نے شریعت اور احکام پتھر کی دو لوحوں پر لکھ کر حضرت موسیٰ کو دیئے چنانچہ خروج ۲۴:۱۲ میں یوں مرقوم ہے۔ "اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ پہاڑ پر میرے پاس آ اور وہیں ٹھہرا رہ اور میں تجھے پتھر کی لوحیں اور شریعت اور احکام جو میں نے لکھے ہیں دوں گا تاکہ تو ان کو سکھائے"۔ حضرت موسیٰ ان دو لوحوں کو ہاتھ میں لے کر کوہ سے نیچے اترے تو بنی اسرائیل کو بت پرستی میں مصروف پا کر نہایت غضب آلود ہوئے اور ان لوحوں کو زمین پر پٹخ کر انہیں توڑ ڈالا۔ پھر خدا نے حضرت موسیٰ سے کہا "کہ پہلی لوحوں کی مانند پتھر کی دو اور لوحیں تراش لے اور میرے پاس پہاڑ پر آجا اور ایک چوبی صندوق بھی بنا لے اور جو باتیں پہلی لوحوں پر جن کو تو نے توڑ ڈالا لکھی تھیں میں ان لوحوں پر لکھ دوں گا۔ پھر تو ان کو صندوق میں رکھ دینا۔ سو میں نے کیکر کی لکڑی کا ایک صندوق بنایا اور پہلی لوحوں کی مانند دو لوحیں تراش لیں اور ان دو لوحوں کو اپنے ہاتھ میں

[illegible] پہاڑ پر چڑھ گیا اور جو دس حکم خداوند نے مجمع کے دن پہاڑ پر آگ کے بیچ میں تم کو [illegible] ان ہی کو پہلی تحریر کے مطابق خدا نے ان لوحوں پر لکھ دیا اور خداوند نے [illegible] سپرد کیا۔ تب میں پہاڑ سے لوٹ کر نیچے آیا اور ان لوحوں کو عہد کے صندوق [illegible] نے بنایا تھا دھر دیا اور خداوند کے حکم کے مطابق جو اس نے مجھے دیا تھا وہ [illegible] رکھی ہوئی ہیں"۔ (استثنا ۱۰: ۱-۵)

[illegible] رفیدیم میں بنی اسرائیل عمالیقیوں پر غالب آئے تو "خداوند نے موسیٰ سے کہا اس بات کو یادگاری کے طور پر کتاب میں لکھ دے" (خروج ۱۷:۱۴)۔ کوہ سینا پر خدا نے [illegible] کے جو احکام حضرت موسیٰ کو دیئے وہ تمام آپ نے سفر کے تاریخی واقعات [illegible] کتاب میں قلم بند کئے۔ "اور ایسا ہوا کہ جب موسیٰ اس شریعت کی باتوں کو [illegible] کتاب میں لکھ چکا اور وہ ختم ہو گئیں تو موسیٰ نے لاویوں سے جو خداوند کے عہد کے صندوق کو اٹھایا کرتے تھے کہا کہ اس شریعت کی کتاب کو لے کر خداوند اپنے خدا [illegible] کے صندوق کے پاس رکھ دو"۔ (استثنا ۳۱: ۲۴-۲۶)۔ حضرت موسیٰ نے توریت [illegible] کے علاوہ ایوب کی کتاب کو جب وہ وادی مدیان میں تھا منظوم کیا۔

[illegible] صندوق جو خدا کی حضوری کا نشان تھا ہمیشہ خیمہ اجتماع کے پاک ترین حصہ [illegible] تھا۔ جہاں صرف سردار کاہن سال میں ایک مرتبہ قربانی کا خون لے کر داخل ہوا [illegible]۔ اس بیان سے ثابت ہے کہ توریت شروع ہی سے خداوند خدا کی صیانت [illegible] ہے۔ علاوہ ازیں بنی لاوی جو خیمہ اجتماع میں قربانیاں پیش کرنے والے [illegible] کے صندوق کے اٹھانے والے تھے۔ توریت کے محافظ مقرر کر دیئے گئے۔ [illegible] کی وفات کے بعد خدا کے حکم کے مطابق بنی اسرائیل کے راہنما حضرت [illegible] ہوئے تو خدا نے توریت کی صداقت کی توثیق و تصدیق کرتے ہوئے [illegible] کہا "شریعت کی یہ کتاب تیرے منہ سے نہ ہٹے بلکہ دن رات اسی کا دھیان

ہو تاکہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر تو احتیاط کر کے عمل کر سکے کیونکہ تب ہی تجھے اقبال مندی کی راہ نصیب ہوگی اور تو خوب کامیاب ہوگا' یشوع ۱:۸ کتاب استثنا کے مطابق ہر اسرائیلی بادشاہ کو توریت کا ایک نسخہ ہاتھ سے لکھ کر اپنے پاس رکھنے کا حکم دیا گیا،

"حضرت یشوع نے حضرت موسیٰ کی وفات کے حالات فتوحات کنعان اور تقسیم کنعان کے واقعات قلم بند کر کے خدا کی کتاب میں لکھ دیئے یشوع ۲۴:۲۶ یعنی توریت موسوی پر اپنی کتاب کا اضافہ کیا کیونکہ یشوع نائب موسیٰ اور قائد بنی اسرائیل تھے جس طرح خداوند حضرت موسیٰ پر ظاہر ہو کر ہم کلام ہوا اسی طرح خداوند دریائے یردن کے اس پار یریحو کے نزدیک ایک شمشیر بدست فرشتہ کی صورت میں یشوع پر ظاہر ہوا یشوع ۵:۱۳ معلوم ہوا حضرت یشوع جنگجو سپہ سالار بھی تھے اور فاتح کنعان بھی آپ نبی بھی تھے اور الکتاب کے ایک جزو کے مصنف بھی۔

اسی طرح حضرت سموئیل (۱۰۵۵-۱۰۴۵ ق م) نے لوگوں کو طرز حکومت بتایا اور اسے الکتاب یعنی توریت اور یشوع کی کتاب میں لکھ کر خداوند کے حضور یعنی خیمہ اجتماع میں عہد کے صندوق کے پاس رکھ دیا۔ ۱ سموئیل ۱۰:۲۵ حضرت سموئیل قاضی بھی تھے اور نبی اور کاہن بھی۔ آپ نے قاضیوں اور روت کی کتابوں کا توریت و یشوع کی کتابوں پر اضافہ کر کے انہیں خیمہ اجتماع میں عہد کے صندوق کے پاس رکھا۔ الغرض ہر نبی الکتاب کے پہلے الہامات کی تصدیق کر کے ان پر اپنے الہامات کا اضافہ کرتا رہا۔ سموئیل نے رامہ میں اور دیگر مقامات پر انبیاء زادوں کے مدرسے قائم کئے۔ جاد اور ناتن انہی مدرسوں کے تربیت یافتہ تھے۔ جاد اور ناتن نے ۱-۲ سموئیل اور ۱-۲ سلاطین کی کتابیں قلم بند کیں۔ حضرت داؤد کا زبور، سلیمان کے امثال، غزل الغزلات اور واعظ تمام کتابیں قلم بند ہو کر ہیکل میں عہد کے صندوق کے پاس رکھی گئیں۔ اسی طرح یسعیاہ اور ہوسیع اور عاموس میکاہ اور یوایل کی کتابیں ہیکل میں عہد کے صندوق

کے پاس رکھی گئیں۔ یہ سب کتابیں روح القدس کی تحریک سے لکھی گئیں جنہوں نے ان پر عمل نہ کیا ان کے بارے میں لکھا ہے انہوں نے اپنے دلوں کو الماس کی طرح سخت کیا تاکہ شریعت اور اس کلام کو نہ سنیں جو خدا نے نبیوں پر اپنی روح کی معرفت نازل فرمایا زکریا ۷:۱۲

یرمیاہ پر یہ کلام خدا کی طرف سے نازل ہوا کہ کتاب کا ایک طومار لے اور وہ سب کلام جو میں نے اسرائیل اور یہوداہ اور تمام اقوام کے برخلاف تجھ سے کیا...... اس میں لکھ۔ اس کے منشی باروک نے سب کلام جو اس نے یرمیاہ سے کیا تھا اس سے سن کر کتاب کے طومار میں لکھا۔ یرمیاہ ۳۶:۱-۴ لیکن شاہ یہوداہ یہویقیم نے وہ طومار آگ میں جلا دیا ۳۶:۲۳ لیکن خداوند کا کلام یرمیاہ پر نازل ہوا کہ دوسرا طومار لے اور اس میں وہ سب باتیں جو پہلے طومار میں تھیں لکھ۔

جسے شاہ یہوداہ یہویقیم نے جلا دیا تھا۔ یرمیاہ ۳۶:۲۷-۲۸ پس یرمیاہ نے دوسرا طومار لیا اور باروک منشی کو دیا اور اس نے اس کتاب کی سب باتیں جسے شاہ یہوداہ یہویقیم نے آگ میں جلا دیا تھا یرمیاہ کی زبانی اس میں لکھیں اور ان کے سوا ویسی ہی اور بہت سی باتیں ان میں بڑھا دیں۔ یرمیاہ ۳۶:۳۲ بہت سی باتیں ان میں بڑھا دیں سے مراد ہے کہ پہلے الہام پر الہام نو کا اضافہ کر دیا۔ اسرائیلی انبیا کا یہی معمول رہا کہ وہ پہلی الہامی کتابوں کی تصدیق کر کے اپنی نئی الہامی کتابوں کا ان پر اضافہ کرتے رہے۔ یرمیاہ کے مندرجہ بالا اقتباس سے صاف عیاں ہے کہ خدا عہد عتیق کی کتابوں کا محافظ رہا ہے وہ لاویوں کاہنوں اور انبیا اور خدا پرست و پرہیزگار اسرائیلی بادشاہوں کے ذریعہ سے ان کی حفاظت و صیانت کرتا رہا ہے۔ اور خدا کی روح کی تحریک ہی سے حضرت سموئیل نے عہد عتیق کی حفاظت اور نئے صحائف کی تیاری کے لئے انبیاء زادوں کے مدرسے قائم کئے۔ دانی ایل، حزقی ایل اور یرمیاہ نے اسیری کے عہد میں اپنی اپنی کتابیں لکھیں۔

کیا اور بنی اسرائیل کی مذہبی کتابوں کو تلف کرنا چاہا تو ۱۶۷ ق م میں متتھیاس مکابی اور اس کے جنگجو بہادر بیٹوں نے اس کے برخلاف علم بغاوت بلند کیا۔ فقیہوں نے عہد عتیق کی حفاظت کی نظر سے مکابیوں کا پورا پورا ساتھ دیا اور میدان کارزار میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یونانی حکومت کی جگہ مکابیوں کی مذہبی و دینی سلطنت قائم ہوگئی ۶۳ق م روم کے سپہ سالار پومپے نے اس دینی و مذہبی سلطنت کا خاتمہ کیا۔ الحاصل مکابیوں کی جنگوں میں فقیہوں اور فریسیوں نے الکتاب کی حفاظت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

فریسی

فریسیوں کی تحریک کلمۃ اللہ المسیح کے مجسم ہونے سے تین سو برس پیشتر یونانی مائل یہودیوں کے برخلاف ردعمل کے طور پر معرض وجود میں آئی۔ سکندر اعظم نے [illegible] یونان و مصر، فلسطین و شام و بابل اور ایران و ہندوستان کے شمالی حصوں کو زیر نگیں کر کے ایک وسیع و عریض یونانی سلطنت کی بنیاد ڈالی اس نے تمام ممالک میں جگہ جگہ یونانی شہر اور قصبے بنائے اور بے شمار بستیاں قائم کیں۔ چنانچہ ۳۳۲ ق م میں اس نے سکندریہ کا شہر آباد کیا جو بعدازاں یونانی فلسفہ اور علوم و فنون کا مرکز و گہوارہ بن گیا۔ ملک فلسطین کے شمالی حصہ گلیل میں اس نے کئی شہر اور بستیاں آباد کیں یونانی زبان بین الاقوامی زبان بن گئی۔ بے شمار یہودیوں نے یونانی معاشرہ اور تہذیب کو اختیار کر لیا اس کا ردعمل یہ ہوا کہ فریسیوں کا ایک نیا طبقہ پیدا ہوا جس کی غرض و غایت یہودی قوم کو یونانی معاشرہ و تہذیب سے محفوظ و مصئون رکھنا تھا تاکہ یہودی قومیت یہودی مذہب اور یہودی معاشرہ ہر قسم کے بیرونی اثرات سے محفوظ رہے۔ اسی سلسلہ میں انہوں نے یہودی کتب مقدسہ کی صحت کو قائم و دائم رکھنے کا بیڑا اٹھالیا فریسیوں کی یہ غیرت مند تحریک ان لوگوں کے لئے فکریہ کی تخلیق کرتی ہے جو کہتے کہ

الکتاب میں کلمۃ اللہ کا نظریہ اہل مسیحیت نے یونانی فلسفہ سے اخذ کیا ہے حالانکہ یہودی فلاسفر فیلو جو یسوع المسیح سے کئی سال پیشتر وفات پا چکا تھا۔ کہتا ہے کہ کلمۃ اللہ کا نظریہ . . . . . یونانی فلسفہ سے کئی صدیوں پہلے یہود کی کتب مقدسہ میں واشگاف الفاظ میں بیان ہو چکا تھا۔ اس لئے الکتاب سے یونانی فلسفہ متاثر ہے نہ کہ الکتاب یونانی فلسفہ کے زیر اثر ہے۔

۵ صدوقی

صدوقیوں کا فرقہ تین سو سال پہلے فریسیوں کے ساتھ ہی پیدا ہوا۔ صدوقی آزاد خیال اور یونانی تہذیب و تمدن کے حامی تھے۔ اس فرقہ کے لوگ اگرچہ تعداد میں کم تھے لیکن اپنی امارت کی وجہ سے فریسیوں کے مقابلہ میں زیادہ بارسوخ تھے۔ [illegible] روح اور قیامت کے قائل نہ تھے۔ تاہم انہوں نے عہد عتیق کی کتابوں کی صحت و صداقت سے متعلق کبھی شک و شبہ نہ کیا۔

سامریوں کی توریت

شاہان اسور نے اسرائیل کی سلطنت کا ۷۲۲ ق م میں [illegible] خاتمہ [illegible] تو بے شمار یہودیوں کو دیگر ملکوں میں آباد کر کے ان ملکوں کے باشندوں کو فلسطین کے شمال میں آباد کیا۔ اسرائیل کے دارالخلافہ سامریہ کی نسبت سے یہ نئے باشندے [illegible] کہلائے۔ انہوں نے بنی اسرائیل کا مذہب اختیار کر کے توریت کو اپنی دینی کتاب تسلیم کیا۔ بنی اسرائیل سامریوں سے نفرت کرتے اور انہیں ہیچ و ناچیز سمجھتے تھے۔ سامریوں نے جب فلسطین کو ۶۳۷ء میں اہل اسلام نے فتح کر لیا تو انہوں نے [illegible] اختیار کر لی۔ سامریوں سے یہودی لین دین کرنا اور ان سے میل ملاپ رکھنا [illegible] سمجھتے تھے۔ باوجود اس باہمی منافرت اور دوری و بُعد کے سامریوں کی توریت اور [illegible] توریت میں مطابقت کلی ہے۔ ان میں کسی قسم کا اختلاف و تباین نظر [illegible]۔ اس سے ثابت و عیاں ہے کہ توریت کی صحت و صداقت کئی زمانوں

سے قائم و دائم رہی ہے۔

تارگوم

فارس وحمیدیا کی سلطنت کے بانی خورس نے ۵۳۹ ق م میں بنی اسرائیل کو بابل کی اسیری سے رہا کر کے انہیں اپنے ملک یہودیہ میں واپس جانے اور یروشلم کی ہیکل کو ازسرِ نو تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ ۵۳۶ میں زربابل اور یشوع کاہن اور ان کے ساتھ سینکڑوں یہودی بابل سے یہودیہ میں آئے۔ حجی اور زکریا نے تعمیر ہیکل میں گراں قدر خدمات سر انجام دیں عزرا ۴۵۷ ق۔م میں اور نحمیاہ ۴۴۵ ق۔م میں بابل و فارس سے یہودیہ میں آئے۔ نحمیاہ ۸ باب سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ عزرا نے تمام یہودیوں کو جمع کر کے ان کے سامنے کتب مقدسہ کی تلاوت کی اور اس کا ترجمہ و تفسیر عبرانی سے آرامی میں کی کیونکہ یہودی عبرانی سمجھنے سے قاصر تھے۔ کچھ عرصہ بعد یہودی علما نے عہد عتیق کی کتابوں کا ترجمہ اور تفسیر آرامی میں کی جنہیں تارگم کہتے ہیں۔ تارگم دورِ حاضرہ میں موجود ہے جو عہد عتیق کی عبرانی کتابوں سے مطابقت و موافقت کلی رکھتی ہے۔ بابل کی اسیری کے دوران یہودیوں کی زبان عبرانی سے آرامی ہو گئی لیکن کتب مقدسہ عبرانی ہی میں رہیں۔

اسپتواجنٹ

چونکہ یونانی زبان بین الاقوامی زبان تھی اس لئے وہ یہودی جو بیرون فلسطین آباد تھے اس کے دینی و روحانی افادہ کی نظر سے سکندریہ کے ستر علما نے عہد عتیق کا ترجمہ ۲۵۰ ق۔م میں عبرانی سے یونانی میں کرنا شروع کیا۔ کئی سالوں کی محنت شاقہ کے بعد یہ ترجمہ پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ عہد عتیق کے اس ترجمہ کو حیرت انگیز مقبولیت حاصل ہوئی۔ فلسطین کے علاقہ گلیل میں اسپتواجنٹ جو یونانی ترجمہ کا نام ہے مستعمل ہونے لگا کیونکہ سب علاقوں میں یونانیوں کے شہر و قصبے اور گاؤں آباد تھے۔ یسوع المسیح نے بھی اسپتواجنٹ کی تلاوت کی تھی۔ عہد جدید میں عہد عتیق کے تین سو اقتباسات دراصل میں اسپتواجنٹ کے تین سو اقتباسات ہیں۔ یسوع المسیح نے جب توریت اور نبیوں کی کتابوں کی تصدیق کی تو آپ کے زیرِ نظر اسپتواجنٹ اور عبرانی عہد عتیق دونوں تھے۔

کتابت کے مدرسے

ملک یہودیہ میں واپس آنے کے بعد یہودی ربیوں نے کتب مقدسہ کی اشاعت اور صحت کی نظر سے بابل، قیصریہ لدا اور طبریاس کے مقامات پر مدرسے قائم کئے جہاں ربیوں نے کتابت کا کام نہایت حزم و احتیاط سے کیا۔ اگر کسی نسخہ میں دو تین اغلاط کتابت بھی نظر آتیں تو وہ انہیں زمین میں دفن کر کے نسخہ نو کی کتابت شروع کر دیتے تھے کتب مقدسہ کے نئے نسخوں کی کتابت کی خدمات سر انجام دیتے رہے۔

عہد جدید

ہم بیان کر چکے ہیں کہ کلمۃ اللہ المسیح مجسم ہوگئے تو آپ نے بہ دستِ خود

کوئی صحیفہ نہ لکھا کیونکہ آپ صحائف لکھوانے والے تھے آپ ملہم تھے ملہَم نہ تھے یعنی الہام دینے والے تھے۔ آپ کو الہام دیا نہ گیا کیونکہ خود کلام مجسّم تھے۔ متی و یوحنا آپ کے شاگرد تھے جو ساڑھے تین برس آپ کے ساتھ رہے آپ کو نہایت قریب سے دیکھا سنا اور آپ کا تجربہ کیا تھا۔ انہیں آپ کا روحانی و اخلاقی تجربہ حاصل تھا۔ آپ نے ان کے دلوں پر رکھا اور ان کی زندگیوں میں تغیرِ عظیم پیدا کیا۔
مرقس پطرس کی رفاقت میں اور لوقا پولوس رسول کی قربت میں رہے۔ ان کے ہم سفر رہے اور ان کے ساتھ بشارت کا کام کیا۔ مرقس کی انجیل پطرس کے ارشادات و تعلیمات کا خلاصہ ہے اور لوقا کی انجیل پولوس رسول کی تعلیمات و فرمودات کا عصارہ۔ مزید براں مرقس اور لوقا بارہ شاگردوں میں سے نہ تھے لیکن ان ستر شاگردوں میں سے ضرور تھے جنہیں آپ نے دوسری مرتبہ انجیل کی منادی کے لئے بھیجا تھا۔
یہاں انجیل سے ہماری مراد آپ کا کلام تعلیمی ہے۔ انجیل کلمۃ اللہ المسیح کے مجسم ہونے اور نجات دینے کی خوشخبری ہے۔ اناجیل آپ کی حیاتِ ارضی کی تاریخ اور خطوط آپ کی تعلیمات کی اور ... عقاید ... علم حیات کی تعبیر و توضیح ہے۔
چونکہ آرامی زبان محدود زبان تھی اور یونانی بین الاقوامی اور زندہ زبان اور مسیحیت کل بنی نوع انسان کے لئے دعوتِ عامہ تھی۔ اس لئے اناجیل یونانی ہی میں قلم بند ہوئیں۔ خدا کا زندہ کلام زندہ زبان ہی میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ مزید براں آرامی زبان مردہ ہو رہی تھی۔ اس کا احیا کسی قدر بعد میں سیرین مسیحیوں کے ہاتھوں ہوا۔ لہٰذا اناجیل کا یونانی زبان میں لکھا جانا امرِ ناگزیر تھا۔ یونانی زبان کا سکہ رومی سلطنت کے دور میں بھی چار دانگ رواں رہا۔ حتیٰ کہ ظہورِ اسلام کے بعد فلسطین و شام میں یونانی دفتری اور علمی زبان تھی۔ تاریخِ اسلام کا معمولی سے معمولی طالب علم بھی اس امر سے بخوبی آگاہ ہے کہ سنہ ۶۳۴ء میں فلسطین و شام اہلِ اسلام نے فتح کئے تو ان ملکوں کی دفتری زبان

یونانی تھی بلکہ ایران کی دفتری زبان بھی یونانی ہی تھی بالآخر خاندان بنی امیہ کے خلیفہ عبدالملک نے سنہ ۶۹۳ء میں بیزنطائن سلطنت کے یونانی سکہ کے بجائے عربی سکہ چلایا اور یونانی کی جگہ عربی کو دفتری زبان قرار دیا۔ چنانچہ عہد نامہ جدید یونانی زبان ہی میں لکھا گیا۔ اسی زبان میں جو بین الاقوامی اور تمام دنیا میں مروج تھی۔
۱۔ متی رسول نے سنہ ۳۷ء میں یہودیوں کے لئے یونانی میں انجیل لکھی۔ یہ انجیل لکھ کر وہ اہلِ یہود پر یہ حقیقت ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اہلِ یہود جس مسیح موعود اور نبی معہود کے منتظر تھے وہ آ چکا ہے۔
۲۔ مرقس نے روم میں سنہ ۶۰ء اور سنہ ۶۵ء کے درمیان رومیوں کے لئے انجیل قلم بند کی۔ اس نے یسوع المسیح مجسم کلمۃ اللہ کے معجزات اور صلیبی موت اور مردوں میں سے زندہ ہونے کے حالات لکھ کر اہلِ روم پر اس امر کی وضاحت کرنا چاہی کہ وہ جو باد و باراں کے طوفانوں کو "تھم جاؤ" کا حکم دے کر تھما دیتا ہے بدروحوں کو حکم دے کر انہیں نکال دیتا اور وہ اس کی قدوسیت و الوہیت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ وہ جو کوڑھیوں کو پاک صاف کر کے ان کے گناہ معاف کرتا ہے۔ جو طرح طرح کے مریضوں کو شفا دیتا ہے اور وہ جو نہ صرف مردوں کو زندہ کرتا ہے بلکہ خود مرنے کے بعد مردوں میں سے زندہ ہوتا ہے۔ موت و حیات کا مالک، بدارواح اور شیاطین کا فاتحِ عظیم اور صحت و پاکیزگی پر قادر ہے۔ وہ بادشاہوں کا بادشاہ اور الٰہوں کا الٰہ ہے دنیا کے عالی وقار بادشاہ جس موت کا لقمہ بنے یسوع المسیح نے اس پر فتحِ عظیم حاصل کی۔ اسے پامال و بے جان کیا اسے نابود اور بے دم کیا۔
۳۔ لوقا نے اپنی انجیل سنہ ۶۳ء کے لگ بھگ جب کہ پولوس رسول قیصریہ میں قید تھا یونانیوں کے لئے سپردِ قلم کی اگرچہ لوقا رسول نے یسوع المسیح ۔

(مجسم کلمۃ اللہ المسیح) کی الوہیت کو نظر انداز نہیں کیا تاہم اس نے آپ کی بشریت
کو خاص اہمیت دی یونان۔ یونانی تہذیب، فلسفہ، عقل و دانائی اور تعلیم و جمال کا
نمائندہ ہے۔ لوقا نے اپنی انجیل کے حسن ترتیب وارتقا سے اور یسوع المسیح (مجسم
کلمۃ اللہ المسیح) کی پُر جلال خوبصورت اور کامل زندگی کی عکاسی کر کے آپ کو عالمگیر
مثالی انسان کے طور پر پیش کیا ہے۔ یعنی اس نے یہ حقیقت پیش کی ہے کہ یسوع
المسیح کامل انسان ہے تو کامل خدا بھی ہے۔ اور خود یسوع المسیح (مجسم کلمۃ اللہ المسیح)
نے اپنے آپ کو ابن آدم جو کہلانا پسند کیا تو اس میں بھی یہی نکتہ پنہاں و مخفی ہے
کہ آپ کامل انسان اور کامل خدا ہیں۔

۴:۔ یوحنا رسول نے سنہ ۹۰ء میں انجیل لکھتے ہوئے یسوع المسیح کی الوہیت
کو خاص اہمیت دی۔ اور اس حقیقت کو عیاں و بیاں کیا کہ المسیح کلمۃ اللہ ہے
تو ابن اللہ بھی ہے۔ یہ انجیل ایمان اور زندگی کی انجیل ہے۔ اگرچہ یوحنا نے
الوہیت مسیح کو خاص اہمیت دی تاہم اس نے آپ کی بشریت سے صرف
نظر بھی نہ کیا۔

اعمال:۔ کی کتاب لوقا رسول نے سنہ ۶۱ء میں قلم بند کی۔ یہ کتاب شاگردوں پر روح
القدس کے نزول کے بعد ان کی بشارتی سرگرمیوں کے باعث مسیحیت کے فلسطین
سے نکل کر یونان و روم مصر اور ان کے درمیانی علاقوں میں اشاعت پذیر ہونے
کا ذکر کرتی ہے۔ ان شاگردوں نے ہر جگہ مسیح مصلوب اور مردوں میں سے زندہ ہونے
والے المسیح کی منادی بڑی دلیری و جسارت سے کی۔ گویا اعمال کی کتاب اشاعت مسیحیت
کی ابتدائی تاریخ ہے۔

رومیوں کا خط پولوس رسول نے ۵۷-۵۸ء میں کرنتھس سے رومی مسیحیوں کو لکھا
اس خط میں پولوس رسول اس امر کی توضیح کرتا ہے کہ انسان اپنے اعمال سے راست

نہیں ٹھہرتا بلکہ خدا کے فضل سے جو مسیح مصلوب اور آپ کے دوبارہ زندہ ہونے کی
صورت میں ظاہر ہوا راست باز ٹھہرتا ہے۔

اکرنتھیوں ۱:۔ کا خط پولوس رسول نے سنہ ۵۵ء میں کرنتھس کی کلیسیا کو لکھا۔ اس خط
میں پولوس رسول نے کلیسائی جھگڑوں، بداخلاقی۔ بتوں کو قربانیاں پیش کرتے گوشت
کو بُرے طریقہ سے لینے۔ شادی کی قباحتوں دینی مجمع میں بدنظمی اور کلیسیائی بےحرمتی
کی مذمت کرتے ہوئے ان کی اصلاح و درستی پر زور دیا۔ باب ۱۳ کلمۃ اللہ المسیح کی آسمانی
محبت کا نغمہ شیریں ہے جس میں کلیسیا شامل ہو کر تمام بیماریوں سے شفا پا سکتی ہے۔
وہ اسے اس دنیا میں دھندلے طور پر دیکھتی ہے لیکن عالم آخرت میں صاف و عیاں طور
پر اس کا مشاہدہ کرے گی۔

۲۔ کرنتھیوں:۔ اکرنتھیوں کے بعد ہی پولوس رسول نے دوسرا خط تحریر کیا جس میں
اپنے خط کے [illegible] کے [illegible] دوسرے امور خوش اسلوبی سے
بیان کیے۔

گلتیوں:۔ کا خط پولوس رسول نے سنہ ۴۸ء میں گلتیوں کی کلیسیا کو لکھا۔ گلتیوں کی کلیسیا میں
کچھ یہودی مائل مسیحیوں نے یہ تاثر لیا کہ مسیحیت اختیار کرنے کے لئے پہلے یہودیت
اختیار کرنا چاہیے۔ پولوس رسول نے اپنے اس خط میں اس بدعت کی تردید کی۔

فلپیوں:۔ کا خط پولوس رسول نے روم سے سنہ ۶۱ء سے سنہ ۶۳ء کے دوران فلپیوں
کی کلیسیا کو لکھا۔ مصائب و آلام میں بھی خوش رہنا اس خط کا لُب لباب ہے۔

کلسیوں:۔ کا خط سنہ ۶۱ء اور سنہ ۶۳ء کے درمیان معرض وجود میں آیا۔ پولوس رسول
نے اس خط میں الوہیت مسیح کو خاص اہمیت دی اور یہ حقیقت بیان کی کہ فرشتے
خدا اور انسان کے بیچ میں درمیانی نہیں بلکہ کلمۃ اللہ المسیح ہے جو مجسم ہوا۔

۱۔ تھسلنیکیوں ۔ کا خط پولوس رسول نے سنہ ۵۱ء کے چند ماہ بعد لکھا جس میں اس نے تھسلنیکیوں کی کلیسیا پر اس حقیقت کو منکشف کیا کہ کلمۃ اللہ المسیح کی آمد ثانی پر آپ مسیح میں مرنے والے کسی قسم کے نقصان میں نہ رہیں گے۔

۲۔ تھسلنیکیوں ۔ کا خط پولوس رسول نے سنہ ۵۲ء میں لکھا جس میں اس امر کی وضاحت کی کہ کلمۃ اللہ المسیح کی آمد ثانی ناگہاں غیر متوقع طور پر ہوگی۔

۱۔ تیمتھیس ۔ کا خط پولوس رسول نے سنہ ۶۵ء میں لکھا جس میں اس نے تیمتھیس کو بتایا کہ اسے کیا کچھ کرنا ہے۔

۲۔ تیمتھیس ۔ کا خط پولوس رسول نے روم کے قید خانہ سے سنہ ۶۷ء میں لکھا۔ سنہ ۶۷ء ہی میں پولوس رسول قیصر نیرو کی ایذا رسانی میں قتل کیا گیا۔ یہ خط دم بہ لب فاتح کی خوشی کا نعرہ ہے۔

طیطس ۔ کا خط سنہ ۶۵ء میں لکھا گیا جس میں نیک اعمال [illegible] لیئے نہیں کہ وہ ہماری نجات کا وسیلہ ہیں کیونکہ ہم خدا کے فضل ہی سے راستباز ٹھہرتے ہیں۔ اعمال محض ایمان اور نجات کے ثمرات ہیں۔

فیلمون ۔ کا خط پولوس رسول نے سنہ ۶۲ء میں لکھا۔ یہ خط شرافت، حسن اخلاق، دیانتداری کا گوہر درخشندہ ہے۔ اس میں غلام کو مسیحیت میں بھائی کے طور پر قبول کرنے کی نصیحت ہے۔

عبرانیوں کا خط پولوس رسول نے روم سے سنہ ۶۱ء اور سنہ ۶۳ء کے درمیان یروشلم کی یہودی کلیسیا کو لکھا۔ یروشلم کا بشپ یعقوب سنہ ۶۲ء میں قتل ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط سنہ ۶۳ء میں لکھا گیا۔ اس خط میں پولوس رسول نے اس امر کی وضاحت کی کہ شریعت کی قربانیاں کلمۃ اللہ المسیح کی عالمگیر قربانی کا پیش خیمہ اور عکس تھیں۔ اب ان قربانیوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ کلمۃ اللہ المسیح لاوی قبیلہ سے نہیں بلکہ ملک صدق کے نمونہ کا ابدی کاہن ہے اس لئے حقیقی طور پر وہی

شفیع المذنبین ہے۔ وہی انسان کو آسمانی کنعان میں آباد کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

۱۔ پطرس ۔ کا خط پطرس نے روم سے سنہ ۶۳ء میں ایشیائے کوچک کی کلیسیاؤں کو لکھا۔ سنہ ۶۷ء ہی میں پولوس رسول روم میں قیصر نیرو کی اذیت رسانی میں قتل ہوا۔ سنہ ۶۸ء کے اواخر میں پطرس رسول بھی روم میں مصلوب ہوا۔ اس خط میں مصنف المسیح کو مجسم اس کی قربانی کو منصوبہ ازلی بتا کر کچھ اخلاقیات بیان کرتا ہے۔

۲۔ پطرس ۔ کا خط پہلے خط کے بعد تحریر ہوا۔ اس خط میں پطرس اپنے آپ کو کلمۃ اللہ المسیح کا عبد و رسول کہتا ہے۔ اس خط میں پطرس رسول پولوس رسول کی طرح مسیحی اخلاقیات اور اجتماعی زندگی کو خاص اہمیت دیتے ہوئے مجسم کلمۃ اللہ المسیح کی آمد ثانی کے لیے تیار رہنے کی تلقین کرتا ہے۔

یعقوب ۔ کا خط عہد جدید کی امثال سلیمانی ہے کیونکہ اپنے خط میں اس نے اخلاقیات کی تلقین کی ہے۔ اناجیل اور پطرس رسول اور پولوس اور یعقوب رسول کے خطوط میں بیان کردہ اخلاقیات ارسطو کی اخلاقیات پر بدرجہا فوقیت رکھتی ہیں۔ یعقوب رسول نے اپنا خط سنہ ۶۳ء سے پیشتر لکھا کیونکہ سنہ ۶۲ء میں وہ یروشلم میں یہودیوں کے ہاتھوں سنگسار ہوا تھا۔

یہوداہ کا خط تقریباً سنہ ۶۷ء میں ایشیائے کوچک کی کلیسیاؤں کو لکھا گیا۔ اس خط میں یہوداہ نے کلیسیاؤں کو بدعتوں اور بے دینی سے اجتناب کرتے ہوئے ایمان میں مضبوط اور مستحکم رہنے کی تاکید اور مسیحی اخلاق اور فضل میں ترقی کرنے کی نصیحت کی ہے۔

۱۔ یوحنا کا خط سنہ ۹۰ء کے بعد ایشیائے کوچک کی کلیسیاؤں کو لکھا گیا۔ اس خط

میں یوحنا اگاپے یعنی کلمۃ اللہ المسیح کی آسمانی محبت میں قائم رکھنے کی تاکید کرتا ہے۔ اس کی محبت اس کے تجسم سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس پر ایمان لانا ہمیشہ کی زندگی کا باعث ہے۔

۱۲۔ یوحنا کا خط بھی سنہ ۹۰ء کے بعد لکھا گیا۔ اس خط میں رسول اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ جو کوئی خدا سے محبت رکھتا ہے اس کے احکام پر عمل کرتا ہے کلمۃ اللہ المسیح کے تجسم سے انکار کرنے والا ہی مخالف مسیح ہے۔

۱۳۔ یوحنا کا خط بھی سنہ ۹۰ء کے بعد کی تحریر ہے اس خط میں رسول اس حقیقت کی وضاحت کرتا ہے کہ حقیقی مسیحی کے لیئے روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ دنیا کے بہترین امور میں ترقی لازم ہے۔ گویا مسیحیت دنیا اور آخرت کا دین ہے **مکاشفہ کی کتاب** کا مصنف یوحنا رسول ہے جسے اس نے سنہ ۹۶ء میں تحریر کیا اس کتاب میں سات کلیساؤں یعنی جامع اور عالمگیر کلیسیا کو تمام عیوب و نقائص سے پاک رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اس کتاب [illegible] دنیا کے مستقبل کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔

عہد جدید کی تدوین

عہد جدید کی تمام کتابوں کی تاریخ تحریر سے مقصود نظریہ تھا کہ ثابت و ظاہر ہو جائے کہ عہد نامہ جدید سنہ ۷۰ء سے پیشتر معرض وجود میں آچکا تھا اور اناجیل و خطوط سوائے ۱۔ ۲۔ ۳ یوحنا اور مکاشفہ کے فلسطین کے علاوہ ایشیائے کوچک، اور مصر و روم کی کلیسیاؤں میں اشاعت پذیر ہو چکے تھے۔ سنہ ۷۰ء میں [illegible] تباہ و برباد ہیکل نیست و نابود کی گئی رومیوں نے یہودی قوم کا استیصال کرنے کی کوشش

کی مگر اس وقت فلسطین اور یروشلم کے مسیحی محفوظ و مصئون رہے لہذا عہد نامہ جدید بھی محفوظ رہا۔ یعقوب، پطرس و پولوس شہید ہوئے تو سنہ ۷۰ء سے پہلے شہید ہوئے۔ یوحنا سنہ ۷۰ء کے بعد افسس میں چلا آیا اور ایشیائے کوچک کی تمام کلیساؤں کا محافظ و نگہبان مقرر ہوا۔ اسی جگہ اس نے اپنے تینوں خط لکھے اور مکاشفہ جزیرہ پتمس میں تحریر کیا۔ اناجیل اور تمام خطوط تمام کلیساؤں تک پہنچ گئے۔ اس نے مختلف مقامات پر بشپ مقرر کئے ہر کلیسیا میں عہد عتیق کے ساتھ عہد جدید مکمل صورت میں تھا۔

۱۴۔ ۱ پطرس ۱: ۱۹-۲۱ سے صاف عیاں ہے کہ مسیحیوں نے شروع سے عہد عتیق کو الہامی و آسمانی کتاب تسلیم کر کے اس پر عہد جدید کی کتابوں کی روشنی میں غور و فکر کرنا شروع کر دیا تھا۔

۲ پطرس ۳: ۱۵-۱۶ سے متحقق و مبرہن ہوتا ہے کہ پولوس رسول کے تمام خطوط پطرس رسول بلکہ عام مسیحیوں کے زیر مطالعہ تھے۔ بعض لوگ یعنی یہودی ان کی غلط تاویل کر کے انہیں عہد عتیق کے مطابق نہیں جانتے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے عہد نامہ جدید کی تدوین و ترتیب اور عہد نامہ عتیق کے ساتھ اس کے تطابق کا کام سنہ ۷۰ء سے پہلے شروع ہو چکا تھا۔ یوحنا رسول نے سنہ ۹۰ء سے سنہ ۱۰۰ء کے درمیان مکاشفہ اور اپنے تین خطوط کو پہلے مسیحی صحیفوں کے ساتھ ملا کر عہد عتیق سے ملحق کر دیا۔ اس نے اناجیل اور خطوط کو خدا کا کلام کہا۔ چنانچہ وہ اپنے بارے میں یوں لکھتا ہے "جس نے خدا کے کلام اور یسوع مسیح کی گواہی کی یعنی ان سب چیزوں کی جو اس نے دیکھی تھیں شہادت دی۔ مکاشفہ ۱: ۲ خدا کے کلام اور یسوع کی نسبت گواہی دینے کے باعث وہ اس ٹاپو میں قید تھا جو پتمس کہلاتا ہے۔ مکاشفہ ۱: ۹۔

مصر کا مشہور مسیحی عالم دین حبیب منصور اپنی کتاب عصمۃ کتاب المقدس میں لکھتا ہے " وجمعت کل ہذہ الاسفار فی کتاب واحد ھو العہد الجدید المسمی بالانجیل

وذلک فی حیاۃ یوحنا الحبیب تلمیذ المسیح الذی اوحی بہذہ الاقوال لرسلہ القدیسین یعنی
اور یہ تمام صحیفے ایک کتاب میں یعنی عہد جدید میں جسے انجیل کہتے ہیں جمع کئے گئے
اور یہ کام یوحنا الحبیب کی زندگی میں سرانجام پایا جو المسیح کا شاگرد تھا جس نے اپنے
صحائف اپنے مقدس رسولوں پر نازل کئے۔

جب ہم پہلی صدی کے مسیحی علما کی کتابوں پر سرسری سی نگاہ ڈالتے ہیں تو
یہ حقیقت بخوبی متحقق ہو جاتی ہے کہ عہد نامۂ جدید کی کتب یوحنا رسول کی زیر
نگرانی پہلی صدی مسیحی ہی میں مرتب و مدون ہو چکی تھیں۔

۱:۔ سپینس ایکسرسس نے سنہ ۱۰۰ء کے قریب دوازدہ رسولوں کی تعلیم قلم بند کی
جس میں اناجیل اربعہ، رومیوں، کرنتھیوں اور افسیوں کے سینکڑوں اقتباسات
درج ہیں۔

۲:۔ برنباس کا چرواہا ہرمیس نے سنہ ۹۰ء کے قریب لکھا۔ اس کتاب میں اناجیل
اربعہ [illegible] سے اقتباسات درج ہیں۔

۳:۔ کلیمنٹ کا خط روم کے بشپ کلیمنٹ نے سنہ ۹۵ء میں لکھا جس میں چاروں
انجیلوں کے حوالے مرقوم ہیں۔

۴:۔ مقدس اگنیشیس کے خطوط جس میں اناجیل اربعہ کے حوالے درج ہیں۔ اگنیشیس
کو یوحنا رسول نے سنہ ۷۰ء میں انطاکیہ کا بشپ مقرر کیا تھا۔ آپ یوحنا رسول
کے شاگرد تھے۔

۵:۔ پولی کارپ شہید (سنہ ۱۵۵ء) کو یوحنا رسول نے سمرنا کا بشپ مقرر کیا۔
آپ یوحنا رسول کے شاگرد تھے۔ آپ کے خط میں عہد جدید کے چالیس
حوالے مندرج ہیں۔

۶:۔ ڈیڈاکے میں اناجیل اربعہ، اعمال، رومیوں ۱-۲ تھسلنیکیوں اور پطرس کے

حوالے مندرج ہیں یہ کتاب سنہ ۱۰۰ء اور سنہ ۱۲۰ء کے درمیان تصنیف ہوئی۔

۲

دوسری صدی کے مصنفین کی کتابیں

۱: بشپ اِرینیوس نے اپنی کتابیں سنہ ۱۸۱ء اور سنہ ۱۸۹ء کے درمیان تصنیف کیں۔ اس
کی حین حیات ہی میں اس کی کتابوں کا یونانی سے لاطینی میں ترجمہ کیا گیا۔ اس کی کتابوں
میں عہد جدید کی تمام کتابوں سے بہت سے اقتباسات درج ہیں۔

۲:۔ سکندریہ کے کلیمنٹ نے سنہ ۱۵۰ء تا سنہ ۲۱۳ء نے اپنی کتابوں میں عہد جدید کی تمام کتا
کے حوالے مندرج کئے ہیں۔ وہ سنہ ۱۹۰ء میں سکندریہ کے مسیحی مدرسۃ الالٰہیات کا پرنسپل
مقرر ہوا۔

۳:۔ ٹرٹولین سنہ ۱۵۰ء تا سنہ ۲۲۰ء کارتھیج کا مشہور مسیحی عالم تھا۔ اس کی حین حیات
میں عہد جدید کے تمام مصنفین کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے نسخے موجود تھے
وہ تمام رسولوں کی تمام کتابوں کو عہد جدید کہتا ہے۔ اس سے پیشتر سنہ ۱۹۳ء
میں ایک گمنام مصنف نے اپنی کتاب میں عہد نامہ جدید کا لفظ استعمال کیا تھا
ٹرٹولین کی کتابوں میں عہد جدید کے ۱۸۰۰ حوالے جات مندرج ہیں۔

۳

تیسری چوتھی صدی کے مصنفین

۱:۔ اوریجن سنہ ۱۸۵ء تا سنہ ۲۵۴ء کلیمنٹ کے بعد سکندریہ کے مسیحی مدرسۃ الالٰہیات
کا ۱۸ برس کی عمر میں پرنسپل مقرر ہوا۔ اوریجن نے عہد نامہ جدید کی تفسیر لکھی

عہد نامہ جدید کے بیسوں نسخے اس کی نظر سے گزر چکے تھے۔ مزید برآں اس نے
بہت سی کتابیں تصنیف کیں جو مدرسۃ الالٰہیات کے نصاب میں شامل تھیں۔
مصری عالم لیبی منصور اپنی کتاب عصمۃ الکتاب المقدس میں رقمطراز ہے کہ اوریجن
نے عہد نامہ جدید کی کتابوں کی فہرست لکھی ہے جو موجودہ زمانہ کے عہد نامہ جدید کی
فہرست سے مطابقت کلی رکھتی ہے۔

۲۔ مقدس اتھاناسیس کی کتابوں میں عہد جدید کی کتابوں کی فہرست موجود ہے
جو کتب مقدسہ کی موجودہ فہرست کے مطابق ہے۔ مقدس اتھاناسیس مجلس
نیکایہ کے جو ۳۲۵ء میں منعقد ہوئی بطل عظیم تھے۔ اس مجلس میں ایرین اور راسخ
العقیدہ کلیسیائے عالم شریک ہوئے تھے جنہوں نے الکتاب (بائبل) سے مخالفت
باہمی کے باوجود اپنی اپنی دلائل کی تائید میں حوالے پیش کئے تھے۔

۳۔ یوسی بیس (۲۶۴ء تا ۳۴۰ء) قیصریہ کا بشپ تھا۔ اس کے پاس اعلیٰ درجہ
[illegible] نسخے موجود تھے۔ یوسی
بیس قیصر روم دیقلدیانوس ۳۰۳ء کی مسیحی ایذا رسانی کے دوران قیصریہ
قیصر روم دیقلدیانوس ۳۰۳ء نے مسیحیت کی وسیع پیمانے پر اشاعت کو
بت پرستی کے لیے پیام اجل سمجھا تو اس نے مسیحیت کو نیست و نابود کرنے
اور مسیحی کتابوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا تہیہ کیا اور مسیحیوں کو قتل اور ان
کے مذہبی راہنماؤں کو ذبح اور ان کی عبادت گاہوں کو مسمار اور ان کی مذہبی
کتابوں کو نذر آتش کرنے کا حکم صادر کیا۔ لیکن اس کی یہ تمام کوششیں بے سود
ثابت ہوئیں۔ اس ایذا رسانی میں مسیحیوں نے اپنی کتابیں محفوظ رکھنے اور ان
کی حفاظت و صیانت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ان کتابوں کو ہر ممکن
طریقہ سے بچایا چھپایا اور تلف ہونے سے محفوظ رکھا کیونکہ یہ کتابیں ہی

ان کی روحانی تسکین اور ذہنی تسلی اور دلی سکون کا وسیلہ تھا۔ ان کتابوں کی تلاوت
ہی سے انہوں نے ایذا رسانی برداشت کرنے کی قوت و ہمت حاصل کی اور طرفہ یہ
کہ یہ ایذا رسانی ہی اشاعت مسیحیت کی ترقی و فروغ کا باعث تھی۔
بالآخر دیقلدیانوس کے بعد قیصر کانسٹنٹائن نے دین مسیحیت اختیار کیا تو سب
سے پہلے اس نے یوسی بیس مورخ کلیسیا کو قسطنطنیہ کے مسیحیوں کے لیے عہد نامہ
عتیق جدید کی پچاس جلدیں تیار کرنے کا حکم تھا۔ لوگوں نے اپنے چھپائے ہوئے
صحیفے بڑی خوشی سے یوسی بیس کے حوالے کئے۔ ان پچاس جلدوں کی ترتیب اور
فہرست کتب اوریجن اور مقدس اتھاناسیس اور ہمارے زمانہ کی فہارس (فہرست
کی جمع ہے) کتب مقدسہ سے مطابقت و موافقت کلی رکھتی ہے۔

۴۔ کونسل کارتھیج (۳۹۷ء)

کونسل کارتھیج نے عہد نامہ جدید کی ستائیس کتابوں کی فہرست پر جس پر اوریجن،
مقدس اتھاناسیس اور تمام کلیسیائیں متفق تھیں صاد کیا۔ اور عہد نامہ عتیق کو عہد نامہ
جدید کے ساتھ وابستہ و پیوستہ تسلیم کیا۔

۵۔ ماڈرن نقد و نظر

الکتاب کے لیے نقد و نظر کا لفظ استعمال کرنا ممکن ہے غیر مناسب ہو۔ لیکن نقد و
نظر سے ہماری مراد الکتاب کی تاریخی ترتیب و تدوین کی سچائی اور صداقت کی پرخلوص
تحقیق ہے۔ اس سلسلہ میں دور حاضرہ کے مسیحی علما کا محققانہ فیصلہ یہ ہے کہ عہد نامہ
عتیق اور عہد نامہ جدید کی تمام کتابوں کی ترتیب و فہرست جس پر پہلی صدیوں کے

آبائے کلیسیا اور کونسل کار تھیج نے صاد کیا ہے صحیح و درست ہے۔

باب ۲

الکتاب کی صحت و صداقت کے حق میں کچھ داخلی دلائل

الکتاب کی قدرت

تقریباً سولہ سو برس میں الکتاب مختلف معاشروں متفرق تہذیبوں اور گوناگوں ماحولوں میں سے گزرتی اور صدہا اقوام سے دوچار ہوتی ہوئی بتدریج اپنے کمال تک پہنچی ہے۔ اس میں ایک عجیب حسن ترتیب اور شان ارتقا ہے۔ اس کے ہر واقعہ اور ہر امر کو کما حقہ سمجھنے کے لئے اس معاشرہ و تہذیب کا مطالعہ کرنا از بس ضروری ہے جس معاشرہ و تہذیب میں وہ واقعہ رونما ہوا مثلاً یہوداہ اور تمر کے واقعہ کی حقیقت حال سے روشناس ہونے کے لئے اس عہد کے معاشرہ کی فضا کا رخ کرنا پڑے گا جس میں وہ واقعہ رونما ہوا۔ اس واقعہ میں یسوع المسیح کی عالمگیری یا ہمہ گیری اور جامعیت کا عنصر نظر آئے گا کہ آپ تمام اقوام عالم کے لیے ہیں نہ کہ محض اہل یہود کے لیے تمر نہ فاحشہ تھی نہ بدچلن و عدہ خلافی اور اپنے حق تلفی کا ازالہ اسے مطلوب و منظور تھا۔ اس عہد کے معاشرہ میں خسر سے شادی کر لینا معیوب نہ تھا۔ یہ زمانہ نزول شریعت سے پہلے تھا۔

یہ الکتاب کی قدرت کا ثبوت واحد ہے کہ الکتاب گوناگوں معاشروں، تہذیبوں، ماحولوں قوموں اور ان کی تواریخ کو اپنے دامن میں سمیٹے مختلف زمانوں کو روندتی ہوئی اپنے نقطہ عروج تک پہنچی ہے لیکن مرکز و محور اس کا

کلمتہ اللہ المسیح کی ذات والا صفات ہی رہی ہے۔

الکتاب نے بگڑے ہوئے معاشروں کو سنوارا۔ بے شمار زندگیوں کو اپنے نور سے منور کیا۔ وحشیوں کو مہذب، غلاموں کو آزاد ملحدوں کو خدا پرست اور متقی و پرہیزگار اور بت پرستوں کو موحد بنایا۔ ایک زمانہ تھا کہ ملک مصر مختلف بتوں اور دیوی دیوتاؤں کی عبادت اور قربانیوں کے بوجھ تلے کراہ رہا تھا۔ مرقس نے اہل مصر کو یسوع المسیح کی انجیل کا پیغام سنایا تو تھوڑے عرصہ کے اندر اندر تمام ملک مصر مسیحی ملک بن گیا۔ تمام بت توڑے گئے ایمان قویم کا جھنڈا سربلند ہوا اور ملک مصر نے صدہا مسیحی شہید پیدا کئے اور یوں الکتاب کی عجیب قدرت کو ظاہر و باہر کیا۔

مسیحیت سے پہلے اہل برطانیہ وحشی و جاہل اور بت پرستی کے اندھیروں میں گم تھے لیکن جونہی کلمتہ اللہ المسیح کے چہرہ کی پہچان کا نور ان پر چمکا وہ تہذیب و تمدن اور شائستگی میں شہرہ آفاق ہو گئے۔ اس چھوٹے سے جزیرے کے قلیل و مختصر لوگوں نے ایسی وسیع و عریض سلطنت دنیا میں قائم کی کہ ان کی سلطنت میں سورج کبھی غروب نہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ملکہ الزبتھ نے اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ ان کی سلطنت کی وسعت اور ان کی قومی عظمت کا راز الکتاب کی اشاعت میں مضمر و پنہاں ہے۔

الکتاب نے اپنی قدرت سے طبقہ نسواں کا مرتبہ سربلند کیا۔ الکتاب ہی سے ثابت ہے کہ عورت بھی نبیہ ہو سکتی ہے جیسے حضرت موسیٰ کی بہن مریم عورت بھی قاضی ہو سکتی ہے جیسے دبورہ عورت کو فرشتے سلام کرتے ہیں جیسے مقدسہ مریم۔ ایک زمانہ تھا کہ یونان و روم میں عورتیں منڈیوں میں فروخت ہوتی تھیں لیکن جب ان ممالک میں الکتاب کی روشنی چمکی تو صورت حالات یکسر بدل گئی۔

الکتاب زمانوں کی کتاب ہے دنیا کے جس ملک کے باشندوں نے

بہ حیثیت قوم اسے قبول کیا اس ملک کو تہذیب و تمدن علم و فن اور شائستگی کے بام
عروج پر پہنچا دیا اور اس کے باشندوں کو اخوت و محبت اور ہمدردی سے سرشار
کر دیا اور دیگر اقوام و ممالک سے شفقت اور حسن سلوک سے پیش آنے کا درس
دیا۔ اور تمام بنی نوع بشر میں خواہ وہ کسی ملک و قوم و نسل رنگ اور زبان
کے ہوں اخوت و محبت کی روح پھونک دی۔

قبولِ مسیحیت سے پیشتر روم کی وسیع و عریض سلطنت میں زخمیوں اور مریضوں
کے لئے کہیں کوئی شفا خانہ نہ تھا لیکن جب اس کے تاجدار (قیصر کی جمع ہے)
نے مسیحیت کو اختیار کیا اور الکتاب ہر جانب ضیا پاشیاں کرنے لگی تو پانچویں، چھٹی اور
ساتویں صدی میں سپین، اٹلی اور فرانس میں جگہ جگہ شفا خانے تعمیر ہوئے۔ انہیں کی تقلید میں
دسویں صدی میں تمام مسیحی ملکوں میں کوڑھیوں، اندھوں اور طرح طرح کے مریضوں
کے لئے ادارے قائم ہو گئے۔

دور حاضرہ تک [illegible] دکھ [illegible] مصیبتوں اور آلام و مصائب
کے مداوا کے لئے کئی انجمنیں مسیحی ممالک میں قائم ہیں جو جنگی زخمیوں طوفان زدہ
لوگوں اور حادثات میں گرفتار شدگان کی مالی امداد بے دریغ کرتی ہیں۔ خواہ وہ
دنیا کے کسی بھی ملک و قوم سے ہوں۔ یہ اعجاز الکتاب کی قدرت کا ہے۔
الکتاب نوجوانوں کو حضرت یوسف کی پاک دامنی، مصیبت زدہ لوگوں کو
حضرت ایوب کے صبر، خطرات میں گرفتار لوگوں کو ایمان ابراہیم۔ مصیبت زدہ پردیسیوں
کو ثبات دانیال اور مصلحین کو شجاعت ایلیاہ، راہنماؤں کو حلم موسیٰ اور مبشروں
کو تقدس و غیرت پولوس اور تمام بنی نوع بشر کو المسیح کی قربانی و ایثار اور
محبت کی راہ دکھاتی ہے الکتاب کی قدرت کے کرشموں سے ثابت و عیاں ہے کہ
یہ اللہ کی کتاب ہے یہ کلام اللہ ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

۲۔ وحدۃ الکتاب

الکتاب کے اجزا یا مختلف کتابیں کسی عالی شان محل کے کمروں، برآمدوں، ستونوں
اور چھتوں کی مانند ہیں۔ وہ ایک خوبصورت جسم کے مختلف اعضا و حواس کی طرح ہیں
الکتاب کی مختلف کتابوں میں وحدت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ الکتاب کا مصنف
ایک ہی ہے اور یہ مصنف روح القدس ہے۔

الکتاب میں چھیاسٹھ کتابیں ہیں جو تاریخی بھی ہیں اور ادبی و شعری بھی، وہ تعلیمی
بھی ہیں اور نبوی بھی۔ ان میں فلسفیانہ انداز بھی ہے اور صوفیانہ رنگ بھی۔ الکتاب کو تقریباً
چالیس ملہم اشخاص نے عبرانی، آرامی اور یونانی میں سپردِ قلم کیا وہ پندرہ صدیوں تک الکتاب کی
تصنیف میں روح القدس کی تحریک سے مصروف و مشغول رہے۔ یہ چالیس ملہم اشخاص
[illegible] زمان و مکان کے اعتبار سے
ایک دوسرے سے دور و بعید تھے لہذا ان میں تبادلۂ خیالات و آرا کا کوئی امکان نہ تھا۔ یہ
بُعد و دوری سینکڑوں میلوں اور صدیوں کی تھی۔ ان کی شخصیتیں اور اسالیب و طریقے، تجربے
مختلف اور ان کی استعدادیں، اور ان کے خاندانی پس منظر جدا جدا اور علیحدہ علیحدہ تھے
ان میں گڈریے اور چرواہے بھی تھے اور بادشاہ بھی، وزیر بھی اور کاتب بھی کاشتکار
بھی اور خیمہ دوز بھی۔ ان میں میوہ فروش بھی تھے اور محصول لینے والے بھی۔ تاہم
اس بے مثال کثرت میں یہ بے نظیر وحدت ہے الکتاب کی کثرت میں وحدت ایک ازلی منصوبہ
ایک تدبیر معین اور ایک ارادۂ الٰہی پر مبنی ہے۔ الکتاب کی تمام کتابوں میں کلمۃ اللہ المسیح
ہی کا نور تھا جیسے کہ کائنات کی تمام چیزوں میں آپ ہی کا ظہور ہے۔
عہد نامۂ عتیق کے مختلف ملہم اشخاص ایمان کی روشنی میں سفر کرتے ہوئے تا آنکہ

درخشاں مستقبل کو دیکھتے تھے۔ ان کی نظریں طلوع ہونے والے آفتاب صداقت کی منتظر تھیں۔ مختلف زمانوں مختلف معاشروں اور تاریخ کی متفرقنا معلوم پیچیدہ راہوں سے گزرنے کے باوصف ان کا مقصود نظر ایک ہی تھا اور وہ مقصود نظر آسمان کی بادشاہت کا تاجدار باوقار المسیح تھا۔ عہد نامۂ عتیق کا یہ دور طلب و تلاش، حسرت و امید اور انتظار اور سوز و ساز کا دور تھا۔

عہد نامہ جدید، عہد نامہ عتیق کے مقصود نظر کی تکمیل ہے۔ عہد عتیق کے ملہم اشخاص کا مستقبل درخشاں عہد! عصر جدید کی صبح بہاراں بن جاتا ہے۔ فرشتے اور مجوسی اور ستارے اور گڈریے آفتاب صداقت المسیح کی آمد کا اعلان کرتے ہیں۔ عہد عتیق کی حسرت و امید، خوشی و شادمانی، انتظار اور سوز و ساز، وصال و فجیت طلب و تلاش، حصول تمنا اور گوہر مراد کی بازیافت کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ عہد عتیق ظاہر کرتا ہے المسیح آنے کو تھا۔ اناجیل اعلان کرتی ہیں وہ آگیا ہے۔ خطوط ظاہر کرتے ہیں وہ پھر آئے گا۔ الحاصل عہد عتیق میں کلمۃ اللہ المسیح ہے لیکن دھندلے طور پر عہد جدید میں آپ ہی موجود و مشہود ہیں لیکن صاف و عیاں طور پر۔ الکتاب میں وحدت روحانی ہے کیونکہ وہ کلمۃ اللہ المسیح کے وسیلہ سے نوع بشر کے گناہوں اور خطاؤں سے مخلصی پر مبنی ہے۔ اس میں تاریخی وحدت ہے جو آدم کے ارتکاب گناہ سے شروع ہو کر کلمۃ اللہ المسیح کی آمد تک تجدید عالم کے لئے پھیلتی چلی جاتی ہے۔ اس میں وحدت نبوی ہے جو تمام زمانوں کے ساتھ ساتھ رواں دواں ہے۔ اس میں تعلیمات عالیہ کی وحدت ہے جس میں بنی نوع انسان کے تمام روحانی مریضوں کے لیے صحت و شفا ہے۔

معلوم ہوا یوحنا عارف کے مکاشفہ ۱۹/۱۰ کے مطابق کلمۃ اللہ المسیح نبوت کی روح ہے جس کا وعدہ آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و داؤد و سلیمان و یسعیاہ

یرمیاہ، حزقی ایل دانی ایل، ہوسیع، زکریا اور ملاکی سے کیا گیا۔ متی، مرقس، لوقا اور یوحنا نے آپ کی حیات ارضی کی تاریخ لکھی۔ اعمال کی کتاب میں آپ کی خوشخبری سنائی گئی اور رسولوں کے خطوں میں آپ کی تعلیمات، صلیبی موت اور قیامت کی تفسیر و توضیح کی گئی۔ الکتاب کثرت کے باوجود وحدت ہی وحدت ہے۔ وہ اختلاف اور تضاد و تباین سے منزہ و بالاتر اور ناسخ و منسوخ سے مبرا ہے۔ الکتاب کی وحدت دعوےٰ کرتی ہے کہ وہ خدا کی کتاب واحد ہے۔

۳۔ اتحاد

الکتاب کی مختلف کتابوں میں اتحاد کامل ہے۔ مثلاً پیدائش کی کتاب اور مکاشفہ میں حیرت انگیز اتحاد ہے۔ پیدائش کا پہلا باب ظاہر کرتا ہے کہ دنیا سنسان اور تہ و بالا اور بے ترتیب تھی اور خدا کا روح پانیوں پر جنبش کرتا تھا۔ مکاشفہ کی کتاب اعلان کرتی ہے کہ یہ زمین تہ و بالا ہو جائیں گے اور نئے آسمان اور نئی زمین قائم ہوں گے۔ پیدائش کی کتاب بتاتی ہے کہ خدا نے پہلے نور کو پیدا کیا جس سے تاریکی جو کئی زمانوں سے طاری تھی دور ہو گئی اور زمین کو منور کرنے کے لئے اجرام فلکی پیدا کئے گئے۔ مکاشفہ کی کتاب سے ظاہر و عیاں ہے کہ آخرت میں چاند سورج اور ستاروں کی روشنی کی ضرورت مطلق نہ ہو گی کیونکہ کلمۃ اللہ المسیح جو ازلی برہ ہے کے چہرے کے نور سے آسمانی فضائیں منور ہوں گی۔ پیدائش کی کتاب واضح کرتی ہے کہ آدم باغ عدن سے گناہ کے باعث نکال دیا گیا تاکہ شجر زندگی کا پھل کھا کر گناہ آلود حالت میں ابد تک زندہ نہ رہے اور گناہ غیر فانی نہ ہو جائے۔ مکاشفہ کی کتاب سے صاف ظاہر ہے کہ کلمۃ اللہ المسیح کے گناہ و شیطان پر فتح عظیم پانے کے باعث بنی آدم باغ عدن میں داخل کئے جائیں گے اور وہ زندگی کے درخت کا

پھل کھائیں گے اور اقوام عالم اس کے پتوں سے شفا پائیں گی ۔

دانی ایل کی کتاب اور مکاشفہ کی کتاب میں بھی اتحاد کامل ہے کہ دانی ایل اور یوحنا دونوں رویا دیکھتے ہیں۔ دونوں اپنے اپنے طور پر اقوام عالم کے زمانہ مستقبل کی تاریخ قبل از وقت بیان کر دیتے ہیں۔

احبار اور عبرانیوں میں بھی اتحاد کامل نظر آتا ہے۔ احبار میں بیان کردہ تمام قربانیوں کی تکمیل کلمتہ اللہ المسیح کی عالمگیر قربانی میں پائی جاتی ہے آپ ملک صدق کے نمونہ کے ابدی کاہن نظر آتے ہیں تو شفاعت و وکالت کے حقدار و مستحق ثابت ہوتے ہیں۔

زبور و انجیل میں اتحاد کامل ہے نہیں بلکہ زبور عہد عتیق کی انجیل ہے۔ الکتاب کی چھیاسٹھ کتابیں ہیں تو یسعیاہ کے چھیاسٹھ ابواب۔ عہد عتیق میں ۳۹ کتابیں ہیں تو یسعیاہ کے پہلے حصہ میں بھی ۳۹ کتابیں ہیں۔ یسعیاہ کے ۴۰ باب سے لے کر چھیاسٹھ باب تک ستائیس کتابیں ہیں جو عہد جدید کی حیثیت رکھتی ہیں۔ عہد نامہ عتیق کے [illegible] اور ہبوط آدم کا ذکر ہے یسعیاہ کی کتاب بنی اسرائیل کے گناہ کی وضاحت سے شروع ہوتی ہے۔ عہد نامہ عتیق کلمتہ اللہ المسیح کے تجسم اور آپ کی عالمگیر قربانی اور گناہوں کی معافی اور المسیح کی ابدی سلطنت کا ذکر کرتا ہے تو یسعیاہ کے آخری ستائیس باب آپ کے تجسم، گناہ بخش کفارہ، اور المسیح کی ابدی سلطنت کی خبر دیتے ہیں۔

یشوع کی کتاب اور اعمال کی کتاب میں اتحاد کلی نظر آتا ہے۔ یشوع ملک کنعان فتح کر کے اسے بنی اسرائیل کے قبائل میں تقسیم کرتا ہے۔ اعمال کی کتاب میں پطرس، پولوس اور دیگر شاگرد غیر اقوام میں اشاعت مسیحیت کر کے مختلف مقامات پر کلیسیائیں قائم کرتے ہیں۔ یشوع توریت کی حفاظت کر کے اپنے الہامات قلم بند کرتا ہے۔ المسیح کے شاگرد آپ کے کلام تعلیمی و انجیل تقریری کی حفاظت کر کے کلام مکتوب

یا نیا عہد نامہ لکھتے ہیں معلوم ہوا کہ عہد عتیق میں عہد جدید اور عہد جدید میں عہد عتیق ہے۔ اور یہ دونوں عہد ایک ہی عہد میں ہے جو خدا نے ابراہیم و اسحاق و یعقوب سے کیا تھا پیدائش ۱۸: ۱۸، ۲۲: ۱۸ کہ تیری نسل سے دنیا کی تمام قومیں برکت پائیں گی ایک عہد ابدی تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا اپنے وعدوں کا سچا ہے وہ صادق القول ہے اور جو کتاب خدا کے وعدوں کو سچا اور برحق ثابت کر دکھائے وہ لاریب خدا کی طرف سے ہے اور وہ کتاب کتاب اللہ اور کلام خدا ہے۔

۴۔ تاریخ

خدا کا الہام اور تاریخ ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں کیونکہ الہام کے زیر اثر انبیا جو پیش گوئیاں کرتے ہیں تاریخ میں وہ پایہ تکمیل تک پہنچتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں انبیا کی پیش خبریاں تاریخ یا تاریخ عالم کا جزو اعظم بن جاتی ہیں۔ چنانچہ توریت کی کتاب [illegible] جو پیش گوئیاں بنی اسرائیل کے بارے میں بیان کی گئی ہیں وہ یشوع، قاضیوں، ۱-۲ سموئیل، ۱-۲ سلاطین، ۱-۲ تواریخ، عزرا اور نحمیاہ میں پایہ تکمیل تک پہنچ کر تاریخ کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ ان تمام کتابوں میں جو تاریخ نظر آتی ہے وہ اپنا دھارا یا اپنا رخ تبدیل کر سکتی تھی بشرطیکہ بنی اسرائیل توریت یا شریعت یا احکام اللہ پر عمل پیرا رہتے اور وہ توحید کی راہ سے منحرف ہو کر غیر معبودوں کی پرستش نہ کرتے۔

اس بیان سے واضح ہوا کہ الہام اگر سچا و برحق ہے تو تاریخ بھی برحق ہے بشرطیکہ تاریخ الہام کی پیداوار ہو۔ الہام اور سچی تاریخ کا متفق و متحد ہونا ضروری اور لازم [illegible] ہے یہ دو جدا جدا حقائق نہیں بلکہ ایک ہی حقیقت ہے۔ اس لئے توریت اگر سچی و برحق ہے تو عہد عتیق کی تمام تاریخی کتابیں بھی سچی اور برحق ہیں۔ اسی لئے

عہد عتیق کی تمام کتابوں کو توریت کہتے ہیں۔ اسی طرح توریت کی پیش خبریاں جو عہد نامہ میں پوری ہو کر تاریخ بن جاتی ہیں اور عہد نامہ جدید کا الہام اور تاریخ ایک ہی حقیقت بن جاتی ہے۔ عہد نامہ عتیق کا الہام و تاریخ اور عہد جدید کا الہام و تاریخ سبھی الکتاب کے نام سے موسوم ہیں۔ چونکہ الکتاب کے الہامات تواریخ میں سچے ثابت ہوئے ہیں اس لئے الکتاب سچی اور حقیقی و برحق اور من جانب اللہ متحقق و مبرہن ہوتی ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ اور دیگر انبیا کے الہامات میں خدا کارفرما ہوا اسی سے ان الہامات کی تکمیل یعنی تاریخ میں خود جلوہ نما ہوا۔ تاریخ عالم پر الکتاب کے احسانات عظیم ہیں چونکہ یہ دنیا کی قدیم ترین کتاب ہے اس لیے الکتاب نہ ہوتی تو کوئی شخص اقوام قدیمہ کے ناموں سے ان کے بادشاہوں سے اور ان کے معاشرہ سے آگاہ و واقف نہ ہوتا۔ اگر الکتاب نہ ہوتی تو کوئی مورخ عناقیم رفائیم سدومیوں عدلیوں، کفتوریوں، موابیوں۔ ادومیوں، عمونیوں، صیدانیوں، عمالیقیوں۔ اموریوں حتیوں فلستیوں یبوسیوں ایسی اقوام قدیمہ کے ناموں ان کے شہروں ان کے مذاہب اور ان کے معاشروں کو نہ جانتا۔ نہ کسی کو خبر ہوتی کہ داجون، مولک، کموش، بعل، بعل فغور بعالیم اور عستارات ارتمس زیوس اور اوریم تومیم وغیرہ کیا ہیں۔

الکتاب نے فراعنہ مصر، شاہان اشور و بابل و ایران کی فتوحات کی اور ان کے عروج و زوال کے مناظر دکھائے ہیں۔ اس نے دنیا کی قدیم ترین قوم سومیری کے جدامجد اور اس کی نسل و اصل سے اہل عالم کو روشناس کیا ہے الکتاب اقوام قدیمہ کی تواریخ کے مرتب کرنے میں ممد ثابت ہوئی ہے الکتاب اگر فن آثار قدیمہ کی تخلیق کا باعث نہیں تو اس کی ترقی و کمال کے سلسلہ میں ممد و معاون ضرور ثابت ہوتی ہے مزید برآں فن آثار قدیمہ نے پرانے کھنڈرات کی کھدائی کر کے عراق و عرب و ایران، فلسطین و شام اور مصر کے قدیم بادشاہوں کے جن کتبوں پتھر کی تختیوں اور پختہ مٹی کی

ٹھیلوں پر کندہ تحریرات کا سراغ لگایا ہے انہوں نے الکتاب میں بیان کردہ فراعنہ مصر اور شاہان اشور و بابل و فلسطین و شام اور یونان کی فتوحات ان کے مذاہب اور ان کی تہذیبوں کی پوری پوری تصدیق و تائید کر کے الکتاب کی صداقت و حقانیت کے اثبات میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ وہ تاریخ جو پیش گوئیوں اور الہامات کا ثمرہ نہیں وہ بھی الکتاب کی توثیق و تصدیق میں رطب اللسان ہے۔ چنانچہ۔

روم کے قیاصرہ کی پہلی تین صدیوں کی تاریخ کے مصنفین نے روم کی ابتدائی کلیسا کے ایمان کی پختگی اور ہولناک ایذیتوں میں ان کے صبر و استقامت و جسارت اور ان کی مذہبی کتابوں کی موجودیت پر روشنی ڈالی ہے چنانچہ

(۱) تاسیتوس مورخ جو قیصر فسپیانوس کے عہد حکومت [illegible] سے [illegible] تک رومی قوم کے اعلیٰ عہدہ پر ممتاز رہا اور [illegible] میں چیف جسٹس مقرر ہوا اپنی تاریخ میں رومی مسیحیوں کی ایذارسانی کا ذکر کرتے ہوئے یسوع المسیح کی صلیبی موت [illegible] ایذارسانیوں میں خوشی و مسرت و امید اور ایذارسانیوں کو صبر و استقلال سے برداشت کرنے کا باعث ان کا یہ ایمان ہے کہ یسوع المسیح مردوں میں سے زندہ ہوا ہے۔

(۲) یوسیفوس یہودی مورخ تھا جو [illegible] میں یروشلم میں پیدا ہوا بعنفوان شباب میں یہودی فوج کا اعلیٰ افسر مقرر ہوا۔ [illegible] میں رومی فوج نے حملہ کر کے یروشلم اور ہیکل کو تباہ و برباد کیا بلکہ ہیکل کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ تو یوسیفوس کو گرفتار کر کے روم لے جایا گیا وہ [illegible] میں فوت ہوا۔ یوسیفوس یسوع المسیح کی صلیبی موت کو ایک تاریخی حقیقت تسلیم کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مسیحی لوگ یسوع المسیح کو ابن اللہ کہتے اور اس کی الوہیت پر ایمان رکھتے اور اس کے مردوں میں سے زندہ ہونے کے معتقد ہیں۔

۔ لوسیان (سنہ ۱۲۰ تا سنہ ۱۸۰ء) یونانی مورخ تھا۔ اس نے مسیحیوں کے عہد جدید کی کئی کتابوں کی شروح رجوع سے مشرح کی، قلم بند کیں۔ وہ لکھتا ہے مسیحی اس عظیم شخص پر ایمان رکھتے ہیں جو فلسطین میں مصلوب ہوا۔ مسیحیوں کے پاس کتب مقدسہ ہیں جن پر وہ صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں۔ ان کے علما ان کتابوں کی شرحوں اور تفسیروں سے انہیں آگاہ رکھتے ہیں۔ وہ یسوع المسیح کی صلیبی موت آپ کی قیامت صعود آسمانی اور دوبارہ آنے کے قائل ہیں۔ وہ آپ کو صاحب الوہیت اور یوم قیامت کا حاکم عادل مانتے ہیں۔

۔ کلسوس (سنہ ۱۷۰ء) ۔ ایپی کیورین فلاسفر اور ایک بلند پایہ مصنف تھا۔ وہ پہلی صدی کے مشہور مخالفین مسیحیت میں سے تھا۔ دین مسیحیت کے برخلاف جو کتاب اس نے قلم بند کی عربی ترجمہ کے اعتبار سے اس کا نام البحث العقلی تھا جس کا نام ونشان آج تک کہیں نہیں ملتا۔ سکندریہ کے مشہور و معروف مسیحی عالم اوریجن نے البحث العقلی کی تردید میں التنبیہ الحقیقی لکھی تھی اس [illegible] البحث العقلی [illegible] التنبیہ الحقیقی میں نقل کئے جن سے اس امر کی نشاندھی ہوتی ہے کہ کلسوس کے پاس وہی عہد نامہ جدید تھا جو دور حاضرہ کے مسیحیوں کے پاس موجود ہے۔ البحث العقلی سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ کلسوس نے یسوع المسیح کے بن باپ پیدا ہونے آپ کے تجسم، آپ کے عہد طفولیت، یوسف نجار، مجوسیوں کے آنے اور خداوند کے طور پر یسوع المسیح کو سجدہ کرنے، آپ کے مصر جانے اور ہیرودیس کے قتل عام پر اعتراضات وارد کئے تھے۔ اس نے مسیحی تعلیمات پر انگشت نمائی کی یسوع المسیح کے شاگردوں کی ماہی گیری کا مذاق اڑایا۔ ابنیت اور مسیح کی تصلیب پر حرف گیری کی۔ آپ کے مردوں میں سے زندہ ہونے کی تکذیب کی اور آپ کے دوبارہ

آنے کے عقیدہ کو مجذوب کی بڑ کہا۔ متی و مرقس و لوقا و یوحنا اور پولوس رسول او[ر] پطرس کے خطوط کو مجدف بنایا اور مکاشفہ کی کتاب کو مہمل قرار دیا۔

چونکہ دورہ حاضرہ میں، مرتب کی ہوئی تواریخ اقوام قدیمہ الکتاب کے الہام [illegible] تواریخ کی تصدیق کرتیں اور فن آثار قدیمہ کے انکشافات اس کی توثیق کرتے او[ر] سلطنت روما کے تمام مورخ عہد نامہ جدید کی موجودیت کی تائید کرتے ہیں اس لئے الکتاب کی صداقت وحقانیت میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی۔

اس سلسلہ میں ہمارا کہنا یہ ہے کہ سکندریہ کے فلاسفر فلوطین [illegible] کے شاگرد فرفوریوس نے الکتاب کی تردید و مخالفت کے سلسلہ میں بارہ جلدوں میں ایک کتاب لکھی جو دست برد زمانہ سے محفوظ نہیں رہی۔ اس کے بعض اعتراضات مصنفوں کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ انہی اعتراضات میں سے دو اعتراض مندرجہ [ذیل] تھے۔

(۱) دانی ایل کی کتاب ساتویں صدی قبل مسیح کی کتاب نہیں ہے وہ سنہ ۱۶۰ ق م کے بعد کے کسی مصنف کی تالیف ہے کیونکہ انٹی کس فینیز جس کی طرف دانی ایل [illegible] اشارہ کرتا ہے سنہ ۱۶۸ ق م مکابیوں سے شکست کھا چکا تھا۔ دانی ایل کو [illegible] وقت کسی تاریخی واقعہ کا علم نہیں ہو سکتا تھا۔ دور حاضرہ کے مسیحی ماڈرن علما [فرفوریوس] کے اس نظریہ پر کاربند ہیں۔

(۲) فرفوریوس کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ سلیمان کی کتاب سنہ ۱۰۰۰ ق م کی نہیں ہے یہ اس وقت [illegible] کی جب یونانی فلسفہ اپنے شباب پر تھا یعنی ملاکی نبی (سنہ ۴۰۰ ق م) سے لے کر مسیح کی آمد کے درمیانی عرصہ کی پیداوار ہے۔ مسیحی ماڈرن علما بھی امثال کی کتاب [illegible] میں فرفوریوس کے مقلد ہیں۔ ہمارا کہنا یہ تھا [illegible] مسیحی ماڈرن علما [illegible] جو ایک بدعتی اور مخالف مسیحیت کے مرید ہو گئے۔ اس قسم کے علم

فلسفہ کو الہام پر ترجیح دیتے اور فلسفہ یونان ہی کو مبلغ علم سمجھتے ہیں حالانکہ فلسفہ یونان کی جڑیں مصر و بابل و فلسطین و شام کی سرزمین کی محتاج ہیں۔ ۶۰۰ قبل مسیح یونان کا ہومر ابھی تو حجی کی بھول بھلیاں میں سرگرداں تھا کہ حضرت سلیمان اپنی حکمت و دانائی و علم کی وجہ سے اتنے مشہور تھا کہ سبا کی ملکہ آپ کی حکمت کی باتیں سننے کے لئے ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے یروشلم چلی آئی۔ کیا حضرت دانی ایل اور حضرت سلیمان ان پڑھ تھے کہ کچھ لکھ پڑھ نہ سکتے ہیں۔ حضرت دانی ایل ۶۰۶ ق۔م۔ شاہ بابل کے حملہ کے بعد اسیر ہو کر دوسرے لوگوں کے ساتھ بابل لائے گئے اور اپنی دانش و حکمت اور علم و عقل و فراست کے باعث سلطنتِ بابل کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوئے۔ ان کے الہامات پہلے بعد دیگرے بابل و ایران و یونان اور روم کی شاندار سلطنتوں کی تاریخی حقیقتوں میں مجسم ہوئے اور یہ تاریخی حقیقتیں الہامات کے اثرات و ثمرات تسلیم کئے گئے تو کوئی وجہ نہیں کہ انہیں کس قیاس کے تاریخی واقعہ کے سلسلے میں حضرت دانی ایل کے الہام کو تاریخ کے ماتحت کر دیا جائے اور دانی ایل کی کتاب کے وقتِ تصنیف کو اس کے اصلی مقام سے اٹھا کر چار سو برس سال پیچھے دھکیل دیا جائے۔

الکتاب کے تاریخی واقعات چونکہ الہامات اور پیش خبریوں کی تکمیل ہیں اس لئے الکتاب میں بیان کردہ تاریخ بھی الہام ہے۔ مزید برآں ملہم انبیا نے روح القدس کی تحریک سے تاریخی واقعات کو قلمبند کیا جو دانشمندوں اور عقلمندوں کے لئے عبرت، نصیحت اور پند و موعظت کا باعث ہیں۔ الکتاب کے تاریخی واقعات اس لئے بھی الہام ہیں کہ انبیا ان کے مشاہدہ و مطالعہ اور حق تعالےٰ کے اس عہد و میثاق پر نظر دوڑانے سے جو اس نے حضرت ابراہیم و حضرت اضحاق اور حضرت یعقوب سے کیا تھا روح القدس کی تحریک سے ایسا الہام پاتے ہیں جو خود انبیا کے اپنے زمانہ سے بھی تعلق رکھتا

ہے اور نہ مستقبل بعید سے بھی اس کا رابطہ متحقق ہے جیسا کہ حضرت یسعیاہ اور ہوسیع کے الہامات۔ الکتاب کی تاریخ میں خدا بادشاہوں سے ہم کلام ہوتا رہا۔

الکتاب کی تاریخ سے مندرجہ ذیل جو حقائق و نتائج مستنبط ہوتے ہیں ان کی صداقت کا اطلاق دُنیا کے ہر دور اور ہر زمانہ کی تاریخ پر مسلسل و متواتر ہوتا رہا ہے اس لئے الکتاب کی تاریخ میں ہمہ گیری اور آفاقیت کے عناصر ہیں۔

(۱) دنیا پر اللہ تعالےٰ کی حکومت ہے۔ اصلی و حقیقی بادشاہ وہی ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کو وہی حکومت کرنے کے مواقع دیتا ہے۔ حضرت سیموئیل کے عہد میں بنی اسرائیل نے دیگر اقوام کی طرح ایک بادشاہ کے تقرر کا تقاضا کیا تو اللہ تعالےٰ نے ان کے اس تقاضا کو پسند نہ کیا کیونکہ دراصل وہی ان کا بادشاہ تھا۔

(۲) اللہ تعالےٰ معمولی سے معمولی شخص کو بھی بادشاہی و حکمرانی پر فائز کر سکتا ہے ساؤل بن کیش بنی اسرائیل کے سب سے چھوٹے قبیلہ بنیامین کا فرد اور ایک غریب خاندان سے تھا۔ وہ اپنے گھر سے باپ کے گم شدہ گدھوں کی تلاش میں نکلا یہ معلوم کرنے کے لیے کہ گدھے کہاں ہیں اور کس طرح ملیں گے حضرت سیموئیل کے پاس جو نبی اور غیب بین تھا گیا۔ حضرت سیموئیل نے ساؤل کو بتایا کہ گدھے تو تیرے باپ کو مل گئے ہیں۔ اب وہ تیرے لیے فکر مند ہے لیکن خدا نے تجھے میرے پاس تک بھیجا ہے کہ تجھے بنی اسرائیل کا بادشاہ بننے کے لئے مسوح کروں۔ تاریخ اسلام کا ہر طالب علم بخوبی جانتا ہے کہ محمد علی پاشا ناخواندہ تمباکو فروش تھا۔ وہ مصر کی فوج میں معمولی سپاہی کے طور پر بھرتی ہوا۔ ترقی کر کے ترکی کے خلیفہ کی جانب سے مصر کا گورنر بنا۔ پھر خود مختار بادشاہ بن کر فوجی زرعی اور معاشی اعتبار سے مصر کی عدیم المثال ترقی کا باعث ہوا اور مصر کے ایک شاہی خاندان کا بانی ثابت ہوا۔

۳ - ساؤل نے خدا کے حکم سے عدول کیا۔ خدا کی بجائے اپنے آپ کو خود مختار سمجھا تو اس کی سلطنت اس سے لے لی گئی اور اس کے بجائے حضرت داؤد کو بنی اسرائیل کا بادشاہ بنا دیا گیا۔ اسی طرح اسرائیل اور یہودیہ کے بادشاہ خدا کی شریعت اور خدا کے احکام سے منحرف ہوئے۔ وہ بدکرداری و کج روی اور بدی و شرارت کو اپنا شعار بنا لیا تو ان کی سلطنتیں نیست و نابود ہو گئیں۔ وہ دنیا میں ذلیل و خوار ہوئے یہی حال اقوام عالم کا ہے خدا انہیں ترقی کے مواقع دیتا ہے۔ انہیں حکومتیں اور سلطنتیں عطا کرتا ہے لیکن جب وہ عیش کوشی اور عشرت پسند ہو جاتی ہیں تو ان کی سلطنتیں آخر کی وہم توڑ کر رہ جاتی ہیں۔

۴ ، حضرت سلیمان کے بیٹے رحبعام نے بادشاہ بننے کے بعد بزرگوں سے مشورہ کیا کہ وہ رعایا کے ساتھ کیسا سلوک اور کون سا رویہ اختیار کرے۔ سبھوں نے مشورہ دیا کہ وہ اپنی رعایا سے محبت و رافت اور نرمی اور حسن سلوک سے پیش آئے۔ اس نے سختی و تشدد کا اظہار کیا تو رحبعام کی سرکردگی میں رعایا نے بغاوت کر دی۔ [illegible] نے رحبعام نے لشکر کشی کا حکم دیا تو خدا نے نبی وقت سے کہا کہ وہ رحبعام سے کہے کہ وہ لشکر کشی سے باز رہے کیونکہ نوجوانوں نے بدمشورت کی جو باتیں کی تھیں تو روح بد کے ذریعہ وہ باتیں ان کے منہ میں ڈالی گئی تھیں۔ اس واقعہ سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ تاریخ عالم میں خدا کا ارادہ کارفرما ہے اور اس بدلتی ہوئی دنیا میں وہی غیر متغیر اور لاتبدیل ہے۔ تاریخ ساز اسی کی ذات باصفات ہے اور حکومتیں اسی کی طرف سے ہیں۔ وہ فقیر بے نوا کو بادشاہی دیتا اور بادشاہوں کو فقرائے خانماں برباد بنانے پر قادر ہے۔

۵ - جب کوئی قوم گناہ و بدی کی راہ پر چل نکلتی ہے تو خدا اسے سزا دینے کے

لئے کسی دوسری قوم کو جو اس سے قدرے بہتر ہوتی ہے تازیانہ کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ اسرائیل کو سزا دینے کے لئے اس نے شاہ اشور کو اور شاہ اشور اور یہودیہ کو سزا دینے کے لئے شاہ بابل کو اور شاہ بابل کو سزا دینے کے لئے شاہ فارس و میدیا کو اور اسے سزا دینے کے لئے خدا نے شاہ یونان کو استعمال کیا۔

یہ ہیں وہ حقائق جو الکتاب کی تاریخ سے مترشح ہیں۔ الکتاب کی تاریخی صداقتوں میں آفاقیت اور ہمہ گیری ہے۔ ان تاریخی صداقتوں اور شہادتوں سے الکتاب کی تاریخ الہام ثابت ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ الہام اور تاریخ میں چولی دامن کا تعلق ہے۔ الہام کو تاریخ سے اور تاریخ کو الہام سے جدا کرنا محال و ناممکن ہے۔

(۶)

فلسفہ (۱)

سکندر نے ۳۳۲ ق۔م مصر میں سکندریہ کا شہر بنایا تو اس میں اہل مصر کے علاوہ
یہودیوں اور یونانیوں کو آباد کیا۔ ایتھنز کی بجائے سکندریہ فلسفہ کا مرکز بن گیا۔ یونانی
یہودی اور مصری خیالات و نظریات کی آمیزش سے جو نیا فلسفہ معرضِ وجود میں آیا
وہ نیو افلاطونیت اور نیو فیثا غورسیت اور فلو لینیت کے ناموں سے موسوم ہوا۔
سکندریہ کے علاوہ انطاکیہ بھی فلسفہ و علم و فن کا مرکز بنا۔ کچھ مدت بعد
یہی دو شہر مسیحی الٰہیات کے گہوارے بنے۔ سکندریہ کے مسیحی علما یسوع المسیح کی الوہیت
اور انطاکیہ کے فضلا آپ کی بشریت کو خاص اہمیت دیتے تھے۔

رومی سلطنت سے آغاز ہی میں روم یونانی فلسفہ یعنی ایپی کیورت ازم —
رواقیت STOICISM افلاطونیت و فلولینیت کا مرکز بنا۔ رومی فلاسفروں
نے فلسفہ میں کوئی نظریہ قائم نہ کیا۔ چنانچہ سسرو اور سینکا وغیرہ فلسفہ کے پرانے
نظریات کی توضیحات و تشریحات میں مصروف رہے۔ رومی فلاسفر سینکا پولوس رسول
کا ہمعصر تھا جو یونانی فلسفہ کے تمام نظریات سے بخوبی آشنا تھا۔ وہ یونانی حکمت
کو چھوڑ کر مسیحی ایمان میں داخل ہوا تھا۔ اسی طرح زمانہ مابعد کے مسیحی فلاسفر جسٹن
مارٹر ۱۶۵ء سکندریہ کا کلیمنٹ ۱۵۰-۲۲۰ء سکندریہ کا اوریجن ۱۸۵-۲۵۴ء کارتھیج کا
ٹرٹولین اور شمالی افریقہ کا سینٹ آگسٹن ۳۵۴ء تا ۴۳۰ء فلسفہ کی راہ سے مسیحی
ایمان میں داخل ہوئے گویا انہوں نے یونانی فلسفہ پر مسیحی ایمان کو ترجیح دی۔

مسیحیت معرضِ وجود میں آئی تو اس کا تصادم یا ٹکراؤ یہودیت اور یونانی فلسفہ
یا حکمت سے ہوا۔ چنانچہ پولوس رسول لکھتا ہے "چنانچہ یہودی نشان چاہتے ہیں اور
یونانی حکمت تلاش کرتے ہیں۔ مگر ہم اس مسیح مصلوب کی منادی کرتے ہیں جو یہودیوں
کے لیے ٹھوکر اور غیر قوموں کے لیے بیوقوفی ہے" (۱ کرنتھیوں ۱:۲۲)۔ مسیحیت یہودیوں
کے لیے ٹھوکر اس وجہ سے ہے کہ مسیحیت فکرۃ اللہ یا کلمتہ اللہ سے متعلق نظریہ کہ اس
نے انسان کی صورت اختیار کی اور خدا مرتبہ انسان پر اتر آیا اسے کفر آئی اور یہ
نظریہ یہودیوں کے نزدیک ٹھوکر تھا۔ مسیحیت یونانیوں کے نزدیک بیوقوفی
اس لیے تھی کہ وہ فلسفہ و حکمت کے اسرار و رموز سے اغماض کرتی اور معجزات
کو ترجیح دیتی اور یہ تعلیم دیتی ہے کہ انسان خدا کے فضل کے بغیر نجات نہیں پا
سکتا اور یہ کہ تمام بنی نوع انسان گنہگار ہیں۔

فلسفہ یونان ہی سے متعلق پولوس رسول کہتا ہے کہ فلسفۂ یونانی کامل حقیقت
نہیں بلکہ وہ کامل حقیقت کا جزو ضعیف اور تزکیہ اخلاق اور نجات کے لیے
ناکافی ہے۔ چنانچہ رومیوں کے خط میں آیا ہے کیونکہ جو کچھ خدا کی نسبت معلوم
ہو سکتا ہے وہ ان کے باطن میں ظاہر ہے۔ اس لیے کہ خدا نے اس کو ان پر
ظاہر کر دیا کیونکہ اس کی ان دیکھی صفتیں یعنی اس کی ازلی قدرت اور الوہیت دنیا
کی پیدائش کے وقت سے بنائی ہوئی چیزوں کے ذریعہ سے معلوم ہو کر صاف
نظر آتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کو کچھ عذر باقی نہیں ہے۔ اس لیے اگرچہ انہوں نے خدا کو
جان تو لیا مگر اس کی خدائی کے مطابق اس کی تمجید اور شکرگزاری نہ کی بلکہ باطل خیالات
میں پڑ گئے۔ اور ان کے بے سمجھ دلوں پر اندھیرا چھا گیا۔ وہ اپنے آپ کو دانا جتا کر
بے وقوف بن گئے اور غیر فانی خدا کے جلال کو فانی انسان (جیسے یونانی اور رومی
جو اپنے بداخلاق دیوتاؤں کو الوہیت سے منسوب کرتے تھے) اور پرندوں اور

چوپاؤں اور کیڑے مکوڑوں کی صورت میں بدل ڈالا دیکھئے کہ عہد پارینہ یعنی حضرت موسیٰ کے زمانہ کے اہل مصر جن پر مصر کی دس آفتیں حضرت موسیٰ کے ذریعہ نازل ہوئی تھیں)۔ اس لئے خدا نے ان کے دلوں کی خواہشوں کے مطابق انہیں ناپاکی میں چھوڑ دیا تاکہ ان کے بدن آپس میں بے حرمت کئے جائیں۔ اس لئے کہ انہوں نے خدا کی سچائی کو بدل کر انہیں جھوٹ بنا ڈالا اور مخلوقات کی زیادہ پرستش اور عبادت کی بہ نسبت اس خدا کے جو ابد تک محمود ہے"۔

فلسفہ مطالعہ کائنات سے حاصل ہوتا ہے اور کائنات محدود اور حادث ہے اس لئے یونانی یا کوئی اور فلسفہ محدود و حادث ہے۔ اس لئے وہ کامل اور اس سے وہ کامل اور سب سے صرف خدا کی معرفت و عرفان کے لئے کافی نہیں اسی لئے پولس کہتا ہے میں تم کو بھی جو روما میں ہو خوشخبری سنانے کو تیار ہوں۔ کیونکہ میں انجیل سے شرماتا نہیں۔ اس لئے کہ وہ ہر ایک ایمان لانے والے کے واسطے پہلے یہودی پھر یونانی کے واسطے نجات کے لئے خدا کی قدرت ہے (رومیوں ۱:۱۶) اس لئے کہ اس میں خدا کی راستبازی ایمان سے اور ایمان کے لئے ظاہر ہوتی ہے جیسا لکھا ہے کہ راستباز ایمان سے جیتا رہے گا"۔ (رومیوں ۱:۱۷)۔

پولس رسول اپنے آپ کو یونانیوں اور غیر یونانیوں، داناؤں اور نادانوں کا قرضدار کہتا ہے کیونکہ اس کے پاس یونانی فلسفہ کے مقابلہ میں ایک کامل حقیقت اور کامل فلسفہ ہے اور وہ کامل حکمت اور کامل حقیقت یہ ہے کہ خدا کی ازلی حکمت یعنی کلمۃ اللہ المسیح مجسم ہوا تاکہ مصلوب ہو کر بنی نوع انسان کے گناہوں کا کفارہ بنے اور ایمان کے وسیلہ سے فضل ہی سے نجات اور ہمیشہ کی زندگی ملے۔ اس حقیقت عظمیٰ کو پولس رسول دوسروں تک پہنچانا اپنا فرض

منصبی سمجھتا ہے اور انجیل سے شرماتا نہیں۔ اس کا دعویٰ ہے کہ جو بلائے ہوئے ہیں (یعنی مومنین) یہودی ہوں یا یونانی ان کے لئے مسیح خدا کی قدرت اور حکمت ہے۔ (۱-کرنتھیوں ۱:۲۴) کلمۃ اللہ المسیح خدا کی کامل حکمت اور کامل فلسفہ ہے کیونکہ کلمۃ اللہ المسیح ہر ایک شخص کو گناہوں سے نجات اور ہمیشہ کی زندگی بخشنے کی قدرت کاملہ رکھتا ہے۔ چونکہ الکتاب میں قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ اور فلسفہ تامہ ہے اس لئے اسے فلسفہ یونان اور غیر یونان کی تمام کتابوں پر فوقیت حاصل ہے اور وہ خدا کی کامل کتاب ہے جس کے وسیلہ سے ہم خدا کے بھید یعنی کلمۃ اللہ المسیح کو پہچانتے ہیں۔ جس میں حکمت اور معرفت کے سب خزانے پوشیدہ ہیں (کلسیوں ۲:۳)۔ ایک کامل شخصیت کا یعنی کامل خدا اور کامل انسان کا جس میں کل کائنات اور سب مخلوقات موجود ہے ترجمان ہونے کے باعث الکتاب کامل کتاب ہے اسی نے یہ حقیقت منکشف کی کہ اس نے (یعنی خدا نے) اپنی مرضی کے بھید کو اپنے اس نیک ارادہ کے موافق ہم پر ظاہر کیا جسے اپنے آپ میں ٹھہرا لیا تھا تاکہ زمانوں کے پورے ہونے کا ایسا انتظام ہو کہ مسیح میں سب چیزوں کا مجموعہ ہو جائے خواہ وہ آسمان کی ہوں خواہ زمین کی (افسیوں ۱:۹-۱۰) الکتاب اس لئے کامل کتاب ہے کہ اس میں شریعت بھی ہے اور فضل بھی اس میں سیاست بھی ہے اور دین بھی اس میں دنیا بھی ہے اور آخرت بھی۔

جسٹن مارٹر (۱۰۵ء تا ۱۶۵ء) اپنی ایک کتاب میں لکھتا ہے کہ مسیحیت حقیقی فلسفہ ہے۔ جب اس نے مسیحیت قبول کی تو وہ حقیقی معنوں میں فلسفی ہوا۔ وہ اسی سلسلہ میں لکھتا ہے کہ اس نے ایک رواقی (STOIC) فلاسفر سے فلسفہ پڑھنا شروع کیا لیکن وہ فلاسفر کی علمی پیاس نہ بجھا سکا کیونکہ وہ فلسفہ اعمال کو اہمیت خاص دیتا اور وصال باری تعالیٰ سے اغماض و بے اعتنائی کرتا ہے

پھر اس نے فلسفۂ ارسطو کے ایک ماہر کو اپنا استاد بنایا لیکن سوائے نفرت کے کچھ حاصل نہ ہوا پھر ایک فیثا غورسی فلاسفر کا رخ کیا لیکن وہ فیثا غورسی فلسفہ کی مبادیات یعنی حساب اور موسیقی سے ناواقف تھا۔ پھر اس نے افلاطونی فیلسوف کی شاگردی اختیار کی چونکہ اس فلسفہ میں جواہر لاماویہ یعنی عقل اور عالم معقول اور نفس سے متعلق بحث تھی اور اللہ کا تذکرہ تھا اس لئے اس نے خیال کیا کہ وہ حکمت علیا اور فلسفہ کاملہ تک پہنچ گیا ہے۔ اس کے بعد اس کی ملاقات ایک مسیحی مبشر سے ہوئی جس سے تبادلہ خیالات کے دوران اسے معلوم ہوا کہ افلاطونی فلسفہ حقیقت کاملہ ہرگز نہیں اور اس نے مسیحی مبشر کے کلام میں حقیقت کاملہ کو حاصل کر لیا ہے۔

اس نے خود تحقیق سے معلوم کر لیا کہ نیو افلاطونیت یعنی وہ فلسفہ جو افلاطون کے فلسفہ اور مشرقی خیالات کی آمیزش سے سکندریہ میں پیدا ہوا تھا، اپنی اعلیٰ و اکمل صورت میں انجیل یوحنا ۱ باب میں موجود ہے اس انجیل سے اس نے بیان کیا کہ کلمہ مسیح ہے اور کلمہ خدا ہے یعنی مسیح خدا ہے۔ کلمہ اپنا نور ہر نو مولود پر منعکس کرتا ہے۔ مسیحیت سے پیشتر بھی اور اس کے بعد بھی وہ ہر نو مولود کو زندگی دے کر اسے عقل و شعور سے نواز تا رہا۔ وہ زمانہ قدیم ہی سے ہر شخص کو اپنے نور سے منور کرتا رہا ہے خواہ وہ نور کتنا ہی مدھم کیوں نہ ہو۔ کامل نور صرف کلمۃ اللہ المسیح کے مجسم ہونے پر ہی دنیا میں ظاہر ہوا۔ لہٰذا قدیم و جدید فلسفیوں نے جو سچی اور برحق باتیں کہی ہیں وہ مسیح سے صادر ہوتی رہی ہیں کیونکہ المسیح الکلمہ ہے وہ خدا کی ازلی حکمت ہے اور جو کچھ ان فلسفیوں نے پُر صداقت باتیں کہی ہیں مسیحیت سے مطابقت و موافقت رکھتی ہیں۔ اس لئے یونانی فلسفہ کے حقائق مسیحی حقائق ہیں لیکن ان کی حیثیت جزوی ہے اور مسیحیت کی حیثیت فلسفہ کاملہ اور حکمت بالغہ کی

ہے۔ مسیحیت نے چونکہ حقائق کو مکمل و کامل صورت میں پیش کیا ہے اس لئے وہ فلسفہ کی محتاج نہیں اسی لئے فلسفہ کی شان ایمان سے بلند و بالا نہیں۔ اسی لئے مسیحی الٰہیات کے ماہرین نے کہا ہے کہ مسیحی الٰہیات ملکہ ہے اور فلسفہ اس کی باندی اور کنیز ہے۔ مراد یہ کہ علم الٰہیات کی توضیحات فلسفہ کی زبان میں کی جا سکتی ہیں۔

فلسفہ مسیحیت سے تین باتوں میں جدا اور متفرق ہے۔

(۱) انسانیت کی غرض و غایت نجات یا حیات ابدی کا حصول ہے۔ انسان کی یہ غرض و غایت مسیحیت ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ حکمت یونانی محض قواعد و مبادی پیش کرتی ہے لیکن وہ بالفعل ان قواعد و مبادی کو پورا کرنے پر قادر نہیں۔ علم اور قدرت میں فرق عظیم ہے۔ فلسفہ یونانی صرف علم ہے لیکن مسیحیت علم بھی ہے اور قدرت بھی اور یہ فرق عظیم خصوصاً نظریہ گناہ کی جہت سے ہے۔

سینٹ آگسٹین کا فلسفہ۔ نیو افلاطونیت میں یہ کمی اور خامی نظر آتی ہے کہ یہ [illegible] اس نے نجات انسانی کی حقیقی و اصلی غرض و غایت اور اس غرض و غایت کے پورا ہونے کے طریقہ کو بھی معلوم کر لیا چنانچہ اس کی کتاب "اعترافات" کی ساتویں فصل سے یہی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔

(۲) فلسفہ کئی مختلف نظریات اور متفرق مذاہب پر مشتمل ہے اور وہ نظریات و مذاہب ایک دوسرے کے برخلاف ہیں لیکن مسیحیت وحدت واحدہ کو ظاہر کرتی ہے اور اسی وحدت واحدہ سے تمام عقائد و مسائل ایک ہی طریقہ سے حل ہو جاتے ہیں۔

۳۔ جسٹن مارٹر، تاتیانوس (TATIAN)، ایتناغورس (ATHENAGORE)

لاکتانتیوس (LACTONACE) نے مذاہب و نظریات فلسفہ کے اختلافات کو
بہت بڑھیا اور واشگاف الفاظ میں بیان کیا ہے لاکتانتیوس فلاسفر بہت تحقیق کے
بعد اس نتیجہ تک پہنچا کہ مسیحیت ہی حقیقی فلسفہ و حکمت ہے علاوہ ازیں تمام فلسفیوں
میں سے ہر ایک فلسفہ حقیقت کے کسی ایک جزو ہی کو ظاہر کر سکا ہے ہمارے لئے
ممکن ہے کہ ہم کسی ایک فلسفہ کو منتخب کریں جس سے حق و باطل میں امتیاز ہو سکے ہم
مجبور ہیں کہ ہم کوئی نہ کوئی معیار مقرر و متعین کریں اور یہ معیار مسیحی ایمان ہے کیونکہ
جب کوئی ملحد عقل و فلسفہ کی راہ سے حقیقت تک پہنچنا چاہتا ہے تو وہ حقیقت کے
کسی جزو تک ہی رسائی حاصل کرتا ہے لیکن مسیحی پہلے ایمان لاتا ہے اور اس ایمان
کی روشنی میں وہ حق و باطل میں فرق و امتیاز کرتا ہے اور تمام حقائق کو جمع کرتا ہے تو
وہ مسیحی حقائق ہی ثابت ہوتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ مسیحی ایمان بھی عقل کا محتاج ہے لیکن مسیحی ایمان کو
عقل و فلسفہ پر فوقیت حاصل ہے یعنی پہلے ایمان ہے بعد ازاں عقل و فلسفہ سے۔
چنانچہ پطرس رسول پہلے یسوع المسیح پر ایمان لایا پھر اعتراف کیا کہ تو زندہ خدا کا
بیٹا المسیح ہے۔ یوحنا رسول لکھتے ہیں "اور یہ بھی جانتے ہیں اور ایمان رکھتے
ہیں کہ خدا کا بیٹا آگیا ہے اور اس نے ہمیں سمجھ بخشی ہے تاکہ اس کو جو حقیقی ہے
جانیں" (۱ یوحنا ۵: ۲۰) حضرت یسعیاہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ہم ایمان نہیں تو سمجھ بھی نہ
سکیں گے۔ یہی حقیقت سینٹ اگسٹین کے روحانی تجربہ میں آئی۔ سینٹ انسلم بھی
عقل کو ایمان سے مقدم نہیں سمجھتے وہ کہتے ہیں کہ ہم تعقل نہیں کرتے تاکہ ہم ایمان
لائیں بلکہ ہم ایمان لاتے ہیں تاکہ ہم تعقل کریں یا سمجھیں۔ ایمان کی حقیقت عقل کی راہ
سے ظاہر نہیں ہوتی بلکہ یہ ایمان ہی ہے جو عقل کی حقیقت پر روشنی ڈالتا ہے۔
اس ساری بحث کا یہ مفہوم نہیں کہ سینٹ اگسٹین، سینٹ انسلم اور ان سے

پہلے زمانہ کے مسیحی فلاسفروں کے نزدیک معرفت ایمانیہ معرفت عقلیہ سے بڑھ کر
ہے بلکہ اُن کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ پہلے معرفت ایمانیہ ہے بعد ازاں معرفت
عقلیہ ہے اور ان دونوں سے بڑھ کر دیدار الٰہی۔ سینٹ انسلم کہتے ہیں کہ ایمان
اور دیدار الٰہی کے درمیان عقل ہے۔ اس سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ مسیحی
ایمان کے حقائق عقل و فلسفہ کے مطابق ہیں اسلئے مسیحی حقائق کی تفسیر و توضیح میں
عقل و فلسفہ بڑے کام کی چیز ہے ظہور مسیحیت سے پیشتر یہودی شریعت اور یونانی
فلسفہ کی دو نہریں تاریخ عالم میں رواں دواں تھیں مسیحیت نے انہیں جذب کر کے
انہیں کمال و عروج بخشا اور اس پر ایمان کا اضافہ کیا۔ رومیوں ۱۲ [illegible] میں وارد
ہوا کیونکہ میں انجیل سے شرماتا نہیں اس لئے کہ وہ ہر ایک ایمان لانے والے
کے واسطے نجات کے لئے خدا کی قدرت ہے۔ اس واسطے کہ اس میں خدا کی
راستبازی ایمان سے اور ایمان کے لئے ظاہر ہوتی ہے جیسا لکھا ہے کہ
راستباز ایمان سے جیتا رہے گا۔

۶ (ب)

فلسفہ

۱- مسیحیت کا فلسفہ یونان سے تصادم یا ٹکراؤ ہوا تو کئی فرقے معرض وجود میں
آگئے چنانچہ سکندریہ میں ناسٹک ازم نے سر اٹھایا۔ ناسٹک یسوع المسیح کے
بارے میں کہتے تھے کہ یسوع کا جسم حقیقی و اصلی نہ تھا۔ محض جسم نما جسم تھا۔ وہ
ایک ہیولا وہ تھا صرف ایک تجلی تھا۔ چونکہ یسوع المسیح کا جسم حقیقی و اصلی نہ تھا
اس لئے مصلوب بھی نہیں ہوا اور نہ ہی نوع کے گناہوں کا کفارہ ادا ہو

طرح تقریباً دو سو سال بعد ایران میں مانی نے یہ نظریہ پیش کیا کہ یسوع تو محض نور تھا وہ مصلوب نہیں ہوا۔ یہودیت کے اثر سے ڈوسی ٹس بدعت کے لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یسوع محض انسان تھا وہ صاحب الوہیت نہ تھا۔

یوحنا رسول کے ایام زندگی ہی میں ناسٹک بدعت پیدا ہوئی۔ آپ اسی لئے اس بدعت کے نظریہ کو کہ یسوع کا جسم حقیقی نہیں تھا اور کلمۃ اللہ المسیح مجسم نہیں ہوا مدنظر رکھتے ہوئے لکھتے ہیں "زندگی کے کلام کی بابت جو ابتدا سے تھا ہم نے اسے دیکھا اور اس کی گواہی دیتے ہیں جو باپ کے ساتھ تھی اور ہم پر ظاہر ہوئی۔ جو کچھ ہم نے دیکھا اور سنا ہے اور اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ غور سے دیکھا اور اپنے ہاتھوں سے چھوا (یہ زندگی ظاہر ہوئی اور ہم نے اسے دیکھا اور اس کی گواہی دیتے ہیں جو باپ کے ساتھ تھی اور ہم پر ظاہر ہوئی۔ جو کچھ ہم نے دیکھا اور سنا ہے تمہیں بھی اس کی خبر دیتے ہیں۔ یوحنا ا: ۱ آیات مذکورہ میں یوحنا اپنے شخصی تجربہ کی بنا پر کہ یسوع کے اس سے خاص مراسم تھے اور کئی سال ان کی رفاقت میں رہا۔ صلیب پر اپنی والدہ کی حفاظت و خدمت کا ذمہ دار اسی کو ٹھہرایا۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ یسوع بشر تھے جس کی بشریت میں کلمۃ اللہ المسیح جو خدا کا ابن وحید بھی کہلاتے ہیں ظاہر ہوئے۔ ا یوحنا ۵: ۲۰ میں آیا ہے "خدا کا بیٹا آگیا ہے اور اس نے ہم کو سمجھ بخشی ہے تاکہ اس کو جو حقیقی ہے جانیں"۔ "خدا کا بیٹا اسی لئے ظاہر ہوا کہ ابلیس کے کاموں کو مٹائے" ا یوحنا ۳: ۸ "ہمارے گناہوں کے کفارہ کے لئے اپنے بیٹے کو بھیجا" ا یوحنا ۴: ۱۰ "جو کوئی اقرار کرے کہ یسوع مسیح مجسم ہو کر آیا ہے خدا کی طرف سے ہے" ا یوحنا ۴: ۲ "بہت سے ایسے گمراہ کرنے والے دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں جو یسوع مسیح کے مجسم ہونے کا اقرار نہیں کرتے ہیں گمراہ کرنے والا اور مخالف مسیح یہی ہے" ۲ یوحنا ۷۔ معلوم ہوا کہ ابتدائے مسیحیت ہی سے الکتاب کو یونانی فلسفہ کے ساتھ متصادم ہوتے

کے لئے صف آرا ہونا پڑا۔ اس تصادم میں آخر الکتاب ہی کو غلبہ حاصل ہوا۔ تمام بدعتیں کالعدم ہوگئیں مٹ گئیں حرف غلط کی طرح لیکن الکتاب صدیوں سے تیز رفتار دریا کی طرح میدانوں، بیابانوں، صحراؤں، جنگلوں اور پہاڑوں کی تلہٹیوں کو سیراب کرتی ہوئی رواں دواں ہے۔ ناسٹک ازم کے علاوہ یوحنا نے ا یوحنا ۲: ۱۴ میں فلسفہ لا ادریت (AGNOSTICISM) کو رد بھی کیا ہے۔ فلسفہ لا ادریت کی رو سے انسان کچھ نہیں جان سکتا۔ لیکن رسول بار بار کہتا ہے "ہم جانتے ہیں"۔

انگریز مورخ مسٹر گبن جس نے سلطنت روم کی تاریخ قلم بند کی ہے رقم طراز ہے کہ اہل روم جوپیٹر یعنی سورج دیوتا سے متعلق رواقی فلسفہ سے متاثر ہو کر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ خدا کا کلمہ اور خدا کا بیٹا ہے (ظاہر ہے کہ خدا کا "کلمہ" اور "خدا کا بیٹا" کی اصطلاحیں حضرت داؤد نے ایک ہزار سال پیشتر المسیح کے لیے استعمال کی تھیں۔ پھر انجیل میں یہی اصطلاحیں یسوع المسیح کے لیے زبور کے مطابق مستعمل ہوئی ہیں۔ فلسفہ رواقیت (STOICISM) میں یہ اصطلاحیں زبور اور انجیل سے ماخوذ ہیں) قیصر روم نے جس کے بارے میں رومیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ سورج دیوتا کی صفات اس میں منعکس ہیں اپنا مجسمہ بنوا کر اہل روم کو اسے سجدہ کرنے کی تلقین کی۔ اور رومی مسیحیوں کو بھی قیصر کے مجسمہ کی عبادت کرنے پر مجبور کیا اور جنہوں نے مجسمہ قیصر کی عبادت خاص رسوم کے مطابق کرنے سے انکار کیا انہیں انواع و اقسام کی اذیتوں سے ہلاک کیا گیا۔ چنانچہ پلینی الاصغر ۱۱۲ء میں قیصر ترجان کی جانب سے مسیحیوں کی ایذا رسانی کے لیے مقرر تھا قیصر ترجان کو زیور کر آگاہ کیا کہ جب تک کوئی مسیحی دوسرے بتوں کی دعاؤں کے علاوہ تیرے مجسمہ کے سامنے جسے میں نے تیرے حکم کے مطابق دارالخلافہ میں دوسرے بتوں کے ساتھ نصب کیا ہے شراب اور بخور اور نذرانے پیش نہ کرے میں اس کا پیچھا نہیں

چھوڑتا اس کے علاوہ میں اسے مجبور کرتا ہوں کہ وہ المسیح پر لعنت بھیجے۔ اسی ایذا
رسانی میں سمرنا کے بشپ اور یوحنا کے شاگرد پولی کارپ سنہ ۱۵۵ء اور انطاکیہ کے
بشپ اور یوحنا کے شاگرد اگنیشیس سنہ ۱۱۵ء آگ میں جلائے گئے۔ اسی طرح
ہزاروں بلکہ لاکھوں مسیحی روم کی ایذا رسانیوں میں شہید ہوئے تاہم مسیحیت
روز بروز ترقی کرتی چلی گئی۔ پلینی الاصغر سنہ ۶۱ء تا سنہ ۱۱۳ء مسیحیوں کے بارے میں
لکھتا ہے کہ اس خوفناک ایذا رسانی کے باوجود مسیحی ہفتہ میں ایک مقررہ دن
کی صبح ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اور المسیح کی تعریف و توصیف میں گیت گاتے
اور اس سے ایسے اوصاف منسوب کرتے ہیں گویا کہ وہ خدا ہے۔ ان ایذا رسانی
رسانیوں میں مسیحیوں کی دلیری و جسارت، صبر و استقلال اور ہمت و استقامت
کا سرچشمہ الکتاب کی تلاوت تھی۔ وہ روم کے بڑے بڑے تہ خانوں میں وقت
آنے پر پناہ لیتے تھے۔ انہوں نے تہ خانوں کی دیواروں پر یسوع المسیح کے
[illegible]
میں بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ انہی ایذا رسانیوں میں تقریباً تین سو برس تک رہیں کئی
مرتبہ مسیحیوں کی کتب مقدسہ کو تلف کرنے کی کوشش کی گئی لیکن ہر مسیحی نے اپنی
جان پر کھیل کر کتب مقدسہ کی حفاظت و صیانت کرنا اپنا فرض اولین سمجھا۔ ۳۱۲ء
میں قیصر کانسٹنٹائن نے مسیحیت قبول کی تو اس نے مورخ کیسیا یوسی بیس سنہ ۲۶۰ء
تا سنہ ۳۴۰ء کو مشرقی روم کے نئے دارالخلافہ قسطنطنیہ کے مسیحیوں کے لیے الکتاب
کی پچاس جلدیں مہیا کرنے کا حکم دیا۔ مسیحیوں نے دھڑا دھڑ الکتاب کے چھپائے
ہوئے نسخوں کا ڈھیر یوسی بیس کے سامنے لگا دیا۔ لاریب الکتاب تمام ایذا
رسانیوں پر غالب آ گئی۔

فلسفہ زدہ علما نے الکتاب اور مسیحیت پر ہر طرف سے اعتراضات وارد کرنے

شروع کر دیے۔ بعضوں نے الکتاب کے برخلاف کتابیں لکھیں لیکن بشپ انطاکیہ
تھیافلس سنہ ۱۸۰ء، سکندریہ کے کلیمنٹ سنہ ۱۵۰ء تا سنہ ۲۲۰ء۔ سکندریہ کے اوریجن سنہ ۱۸۵ء
تا سنہ ۲۵۴ء کارتھیج کے عالم دین ٹرٹولین سنہ ۱۵۰ء تا سنہ ۲۲۰ء ایسے جید علما نے ان کی
تردید میں کئی کتابیں لکھیں۔ انطاکیہ کے بشپ تھیافلس سنہ ۱۸۰ء پہلے مسیحی عالم ہیں
جس نے الکتاب کی روشنی میں توحید فی التثلیث کی فلسفیانہ اصطلاح وضع کی کیونکہ
فلسفہ زدہ غیر مسیحیوں کے ساتھ بحث مباحثہ کے دوران اختصار کی نظر سے وہ ایسا
کرنے پر مجبور تھے۔ بعد ازاں ٹرٹولین نے اپنی تصنیفات میں یہی اصطلاح
استعمال کی۔ سینٹ آگسٹین سنہ ۳۵۴ء تا سنہ ۴۳۰ء نے تثلیث فی التوحید پر ایک
کتاب لکھی۔

فلسفہ (ج)

ناسٹک ازم کے علاوہ مسیحیت اور یونانی فلسفہ کے تصادم سے مندرجہ ذیل
فرقے پیدا ہوئے۔ اس تصادم میں زیر بحث موضوع یسوع المسیح کی الوہیت
تھی۔ ہر فرقہ نے یونانی فلسفہ کے نشتر سے آپ کی شخصیت کا تجزیہ کرنا چاہا۔
لیکن آپ کے دل کی محبت بھری دھڑکنوں کو ان میں سے کسی نے محسوس نہ کیا۔ اگر محسوس کرتے تو شاید یہ
بدعتی فرقے معرض وجود میں نہ آتے۔ ان فرقوں کی تردید میں الکتاب کے اقتباسات کی روشنی میں
علما میں زبردست مباحثے ہوئے۔ یہ سبھی فرقے اختلافات باہمی کے باوجود الکتاب
کی صداقت اور حقانیت پر متفق و متحد رہے۔ کسی نے اس کے من جانب اللہ
اور کلام اللہ ہونے پر شک و شبہ نہ کیا۔ اور طرفہ یہ کہ ہر فرقہ اپنی تائید و تصدیق
میں الکتاب کی آیات بینات کی تاویلات سے کام لیا۔ ان کی تردید و ابطال الکتاب
کی آیات ہی سے ہوا۔

(۱) منارکین ازم :- یہ فرقہ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ باپ، بیٹا اور روح القدس تینوں اقنوم واحد ہیں۔

(۲) ایرین ازم :- اس فرقہ کے حامی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ کلمۃ اللہ المسیح مخلوق وحادث ہے اسی طرح روح القدس بھی ازلی وقدیم نہیں صرف باپ یا اقنوم اوّل ازلی وقدیم ہے۔

(۳) ایولی نیریانازم :- اس فرقہ کے مقلد یسوع المسیح کی انسانی فطرت کا انکار کرتے تھے۔

(۴) نسطورین ازم :- اس فرقہ کے لوگ کہتے تھے کہ المسیح کی دو جدا جدا فطرتیں ہیں۔

(۵) ایوٹی کین ازم :- اس فرقہ کے حامی اس امر کے معتقد تھے کہ یسوع المسیح کی دو فطرتیں ایک فطرت میں جذب ہوگئیں۔

(۶) مونوفزائیٹ ازم :- اس فرقہ کے لوگ یسوع المسیح کی فطرتِ واحدہ کے قائل تھے۔

ان تمام بدعتی فرقوں کی تردید وابطال مندرجہ ذیل کونسلوں یا مجلسوں میں مختلف اوقات اور مختلف مقامات پر کیا گیا۔ فریقین میں زبردست مناظرے ہوئے دعوی اور مدلل تقریریں ہوئیں بالآخر بدعتی فرقوں کے حامیوں کے منہ بند کئے گئے۔ اور الکتاب تمام بدعتوں پر غالب آئی۔

(۱) مجلس نقایا میں جو ۳۲۵ء میں منعقد ہوئی ایرین ازم اور منارکین ازم کی تردید وتکذیب ہوئی اور الکتاب اور فلسفہ سے توحید فی التثلیث کی وضاحت وصراحت کی گئی۔

(۲) مجلس قسطنطنیہ میں جو ۳۸۱ء میں انعقاد پذیر ہوئی ایولی نیرین ازم کا قلع قمع کیا گیا۔

(۳) مجلس افسس جو ۴۳۱ء میں قائم ہوئی نسطورین ازم کی تردید ہوئی۔

(۴) مجلس چالسیڈون میں جو ۴۵۱ء میں منعقد ہوئی ایوٹی کین ازم کی تردید ہوئی۔

(۵) مجلس قسطنطنیہ میں جو ۵۵۳ء میں منعقد ہوئی مونوفزائیٹ ازم کا ابطال ہوا۔

جو بات غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ بدعتی فرقوں کے علماء نے الکتاب کی صداقت پر کوئی اعتراض نہ وارد کیا۔ ان مجالس کے بعد بھی مختلف اوقات اور مختلف مقامات پر مجالس ہوتی رہیں لیکن الکتاب کی حقانیت وصداقت کبھی زیر بحث نہ ہوئی۔ حریف وحلیف سبھوں نے الکتاب کے مستند ومعتبر اور کتاب اللہ ہونے پر صاد کیا۔

۷

کلام اللہ

[illegible]

ہر کتاب الکتاب کی اس کی کسی نہ کسی صفت دخوبی اور تجلی وشان کی مظہر ہے۔ الکتاب اس وجہ سے بھی کلام اللہ ہے کہ اس میں خدا کے احکام اور شریعت، تمام اوامر و نواہی اور خدا کی تعلیمات مندرج ہیں۔ الکتاب اس وجہ سے بھی خدا کا کلام ہے کہ الکتاب کا خدا ہر زمانہ اور ہر مقام پر اپنے مومنین سے ہم کلام ہوتا ہے۔ الکتاب اس وجہ سے بھی خدا کا کلام ہے کہ حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء سے خدا ہم کلام ہوا اور انہوں نے وہ کلام اور خدا کی وہ باتیں الکتاب میں سپرد قلم کیں۔ الکتاب خدا کا کلام ہے کیونکہ یہ خدا کی ذات وصفات اس کی مرضی وارادہ اور اس کی شریعت وسنت کا مکاشفہ ہے۔ ہر وہ چیز جو کسی دوسری چیز کو ظاہر وباہر کرے وہ اس چیز کا کلام ہے الکتاب خدا

گو ظاہر کرتی ہے اس لئے وہ خدا کا کلام ہے۔ ہر نبی نے علانیہ اعلان کیا کہ اس پر
خدا کا کلام نازل ہوا۔ خدا نے یہ کہا۔ خدا نے فرمایا ہے۔ حضرت موسیٰ ہو کہ یسعیاہ،
یرمیاہ ہو کہ حزقی ایل ہو یا مسیح ہو کہ عاموس، حجی ہو کہ یوناہ یا زکریاہ سبھوں نے گواہی
دی کہ ان پر خدا کا کلام نازل ہوا۔ یہ نازل شدہ کلام الکتاب میں قلم بند ہوا تو اس
سے الکتاب خدا کا کلام ٹھہرا۔ زکریاہ ۷:۱۲ میں آیا ہے "اور انہوں نے اپنے دلوں کو
الماس کی مانند سخت کیا تاکہ شریعت اور اس کلام کو نہ سنیں جو رب الافواج نے
گذشتہ نبیوں پر اپنی روح کی معرفت نازل فرمایا تھا"۔ ۲-پطرس ۱:۱۹ میں آیا ہے
"اور ہمارے پاس نبیوں کا وہ کلام ہے جو زیادہ معتبر ٹھہرا اور تم اچھا کرتے ہو جو
یہ سمجھ کر اس پر غور کرتے ہو کہ وہ ایک چراغ ہے جو اندھیری جگہ میں روشنی
بخشتا ہے جب تک پو نہ پھٹے اور صبح کا ستارہ تمہارے دلوں میں نہ چمکے۔ اور
پہلے یہ جان لو کہ کتاب مقدس کی کسی نبوت کی بات کی تاویل کسی کے ذاتی اختیار
پر موقوف نہیں۔ کیونکہ نبوت کی کوئی بات آدمی کی خواہش سے کبھی نہیں ہوئی بلکہ
آدمی روح القدس کی تحریک کے سبب سے خدا کی طرف سے بولتے تھے"۔

چونکہ الکتاب کلام اللہ ہے اس لئے محال و ناممکن ہے کہ اس میں تغیر و
تبدل یا کسی قسم کے انحراف کا گزر ہو سکے کیونکہ کلام اللہ کے تغیر و تبدل اور تحریف
سے ذات باری تعالےٰ کی ذات و صفات متغیر و متبدل ثابت ہوں گی چونکہ ہر
متغیر حادث ہے اور ہر حادث ازلی و قدیم نہیں اس لئے خدا نعوذ باللہ ازلی
و قدیم نہیں اور جو ازلی و قدیم نہیں۔ وہ واجب الوجود نہیں بلکہ ممکن الوجود ہے یا ممتنع
الوجود معلوم ہوا کہ الکتاب کے محرف و متغیر ہونے سے خدا خدا ثابت نہیں ہو سکتا
خدا خدا ہے جو ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر ہے اس لئے الکتاب جو کلام اللہ
ہے وہ کلام اللہ ہی ہے جو ہر نوع کے انحراف و تحریف اور ہر قسم سے تغیر و

تبدل سے کہیں بالاتر ہے۔ الکتاب اپنے مفہوم و مطلب و معنی اور ...
جہت سے جو اس میں مرقوم ہیں ازلی و قدیم ہے۔ وہ منصوبہ نجات کی ...
ازلی و قدیم ہے، برّہ جو بنائے عالم کے وقت سے ذبح ہوا ہے۔ مکاشفہ ۱۳:۸ ...
برّہ مذبوح کے علم کے باعث جو بنائے عالم سے پیشتر سے تھا ازلی و قدیم ...
اگر الکتاب اپنے مفہوم و مطلب و معنی اور ازلی منصوبہ نجات اور برّہ مذبوح کے
وجود و علم کی وجہ سے کلام نفسی ہے اور کلام نفسی ازلی و قدیم ہے تو لاریب اس کی
صداقت و حقانیت میں کسی قسم کے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ الکتاب
اپنے حروف و الفاظ اور آیات و عبارات کے اعتبار سے خدا کا کلام لفظی ہے جس
کی سچائی اور صداقت کے اثبات میں سینکڑوں دلائل انفسی اور براہین آفاقی شواہد
داخلی و خارجی پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مزید برآں الکتاب اس وجہ سے بھی کلام
نفسی اور کلام لفظی ہے کہ وہ المسیح کی جو خدا کا علم ازلی اور کلام شخصی ہے خدا کی
ذات واحدہ کا اقنوم ثانی ہونے کی جہت سے اور کلام لفظی ہے اپنے تجسم
کی نظر سے، ترجمان و عکاس ہے اور یسوع المسیح کل اور آج بلکہ ابد تک یکساں ہے
تو اس کا کلام، کلام نفسی ہو یا کلام لفظی ابد تک یکساں ہے۔ حضرت داؤد
کہتے ہیں "تیرا کلام بالکل خالص ہے" زبور ۱۱۹:۱۴۰ "تیرے کلام کا خلاصہ سچائی ہے
اور تیری صداقت کے احکام ابدی ہیں" زبور ۱۱۹:۱۶۰ یسوع المسیح نے فرمایا "یہ نہ
سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں
بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور
زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ ٹلے گا" متی ۵:۱۷-۱۸
پطرس رسول حضرت یسعیاہ کے ہم نوا ہو کر کہتے ہیں "گھاس تو سوکھ جاتی ہے

اور پھول گر جاتا ہے لیکن خداوند کا کلام ابد تک قائم رہے گا۔ یہ وہی خوشخبری کا کلام ہے جو تمہیں سنایا گیا۔ (۱-پطرس ۱: ۲۴-۲۵) "ہمارے پاس نبیوں کا وہ کلام ہے جو زیادہ معتبر ٹھہرا۔" (۲-پطرس ۱: ۱۹) یسوع المسیح نے فرمایا "آسمان اور زمین ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں (یعنی میرا کلام) ہرگز نہ ٹلیں گی۔" الکتاب میں تحریف و تبدیل ناممکن ہے تو اس میں ناسخ و منسوخ کا بھی کوئی گزر نہیں کیونکہ ناسخیت و منسوخیت بھی تحریف کی ایک صورت ہے۔

۸
کائنات

جس طرح مسیحیت کی پہلی صدیوں کے مسیحی علما الکتاب سے مسیحی عقائد کا اثبات کیا کرتے تھے یعنی عقائد توحید فی التثلیث، کلمۃ اللہ المسیح کا تجسم، نجات، کفارہ، [illegible] کا اثبات ہر زمانے کے مسیحی علما الکتاب سے کرتے رہے ہیں۔ الکتاب میں مسیحی عقاید وہ عناصر ہیں جو نظر آتے ہیں وہی عقائد و مسائل الکتاب کے قدیم ترین نسخوں میں موجود و مشہود ہیں۔ اس سے ثابت و مبرہن ہوتا ہے کہ الکتاب میں کسی قسم کی تحریف اور کسی طرح کا تغیر و تبدل رونما نہیں ہوا۔

کائنات خدا کا کلام ہے کیونکہ اس سے بھی خدا کی ذات و صفات ظاہر ہوتی ہیں۔ الکتاب بھی خدا کا کلام ہے کیونکہ یہ خدا کی ذات و صفات کو آئینہ وار مظہر ہے۔ فرق ہر دو میں یہ ہے کہ کائنات کا کلام دھندلا اور غیر واضح ہے الکتاب جو کلام اللہ ہے وہ کائنات کے کلام سے زیادہ صاف و صریح اور واضح و آشکار ہے۔ کائنات کے کلام میں اختصار ہے الکتاب کے کلام میں تفصیل ہے۔ خدا

کے ان دونوں کلاموں میں مطابقت و موافقت ہے۔ لیکن یہ دونوں کلام یعنی کائنات اور الکتاب خدا کے کلام شخصی یا کلمۃ اللہ المسیح کو اپنے حدوث و اپنی محدودیت کے باعث کما حقہ ظاہر و عیاں نہیں کر سکتے۔ کائنات کی چیزیں محدود اور حادث ہیں اسی طرح الکتاب کلام لفظی ہونے کی جہت سے اور اپنے حروف و الفاظ اور عبارات کے حدوث و محدودیت کی وجہ سے کلمۃ اللہ المسیح کو جو ازلی و قدیم اور غیر محدود اور لامتناہی ہے ظاہر و عیاں نہ کر سکے اس لئے کلمۃ اللہ المسیح مجسم ہوا [illegible] یسوع کی بشریت کو اپنا مظہر اور ظرف ظہور بنایا۔ اسی لئے مسیحی ایمان کا [illegible] مرکز یسوع پر ہے جو مجسم ہوا۔ الکتاب کی حیثیت ثانوی ہے یہ اس کے حسن و جمال کا آئینہ ہے۔ اسی طرح کائنات بھی اس کے حسن و جمال کا عکس اور پرتو اور سایہ ہے۔ اس سے ظاہر و عیاں ہوا کہ الکتاب میں مسیحی عقائد جو کلمۃ اللہ المسیح کی ذات وصفات اور افعال کے ترجمان ہیں کائنات سے بھی منعکس ہو رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ کائنات اپنی زبان حال سے الکتاب کی صداقت کی شہادت دے رہی ہے۔ کیونکہ یہ کلمۃ اللہ المسیح کی بات ہیں۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل حقائق ملاحظہ کیجئے۔

(۱)

توحید فی التثلیث

توحید فی التثلیث توحید نسبتی ہے کیونکہ باپ، بیٹا اور روح القدس باوجود علم اور حیات تینوں خدا کی ذات میں باطنی نسبتیں اور باطنی امتیازات ہیں اور یہ امتیازات اور یہ نسبتیں حد ادراک و فہم سے بالاتر ہیں۔ ان تینوں نسبتوں کی جہت سے خدا کی ذات وحدہ ذات واحد ہے۔ خدا کی ان باطنی نسبتوں کی جھلک کائنات کی ہر شے سے عیاں ہے۔ دنیا کی کوئی ایک شے واحد محض نہیں۔

ہر سائنسدان جانتا ہے کہ ہر شے کون سے اجزا کی وجہ سے شے واحد ہے لیکن وہ ان اجزا کی نسبت ابھی کو نہیں جانتا۔ ہر سائنسدان جانتا ہے کہ انسان کے جسم میں کون کون سی چیزیں ہیں لیکن چونکہ وہ ان چیزوں کی نسبت ابھی کو نہیں جانتا اس لیئے وہ ان چیزوں کے اجتماع سے زید، بکر یا عمر نہیں بنا سکتا ہے

بادی النظر میں انسان جسم روح اور نفس ناطقہ کی جہت سے انسان ہے آفتاب اپنے وجود، روشنی اور گرمی کے بغیر آفتاب نہیں۔ ایٹم الکٹرون نیوٹرون اور پروٹونوں کی بنیاد سے ایٹم ہے۔ الحاصل توحید فی التثلیث جو الکتاب سے مبرہن ہے کائنات سے بھی عیاں ہے۔

۲ تجسم

مادہ میں زندگی کے اتحاد سے عالم جمادات ہے۔ مادہ میں زندگی کے اتحاد سے نباتات ہے۔ موجود زندہ میں عقل کے اتحاد سے عالم حیوانات ہے۔ جسم حیوانی میں روح بشری کے ظہور سے انسان ہے۔ اسی طرح جسم انسانی میں کلمۃ اللہ المسیح کے ظہور سے یسوع المسیح ہے۔

۳

کفارہ

عالم جمادات کی قربانی سے عالم نباتات کا ظہور ہے عالم نباتات کی قربانی سے عالم حیوانات کا وجود ہے۔ عالم نباتات اور عالم حیوانات کی قربانی

سے عالم انسان قائم ہے اور عالم انسان کی اعلےٰ واکمل چیز کی قربانی سے انسان نو یا مخلوق نو کا ظہور و وجود ہے۔

۴:۔ عدالت

کائنات میں عدالت کا اصول کارفرما ہے۔ ہر شخص کو اس کی بدی و شرارت کی سزا کسی نہ کسی رنگ مل جاتی ہے کوئی سمجھے یا نہ سمجھے۔ خدا عادل برحق اور منصف صادق ہے اس کی صفت عدل ہر وقت ہر گھڑی ظاہر و آشکار ہے۔ دنیا میں بدنی و ذہنی سزا ملتی ہے تو روح کی سزا کے لیئے بھی کسی وقت کا ہونا واجب و لازم ہے مظلوم جو کراہتا تڑپتا اور نالاں ہے کہ ظالم کو سزا نہیں ملی وہ یوم عدالت کا منتظر ہے۔ الحاصل اس دنیا کی عدالت کسی اعلےٰ واکمل عدالت پر دلالت کرتی ہے۔

۵:۔ یسوع المسیح کی آمد ثانی

اگر عدالت اعلےٰ واکمل لازم و واجب ہے اور اس کا کوئی نہ کوئی دن اور وقت مقرر ہے۔ تو اس آخری عدالت کا حاکم عادل وہی ہو سکتا ہے جو الٰہی اختیار بھی رکھے اور انسان کی نفسیات کا بھی اسے شخصی تجربہ ہو۔ وہ انسانوں میں بود و باش اختیار کر کے انسانی کمزوریوں میں شامل و داخل ہوا ہو مزید براں حاکم عادل وہی ہو سکتا ہے جو گناہوں سے بالاتر ہو اور اس کا دامن حیات عصیاں سے داغدار نہ ہو کیونکہ جو خود گنہگار ہے گنہگاروں کی عدالت کے اہل نہیں ہو سکتا۔ ایسی ذات والا صفات یسوع المسیح کی ذات برحق ہے۔ عدالت اعلےٰ کی جہت

سے جس کا دنیا میں دوبارہ آنا واجب و لازم ہے۔ آپ کی آمد اوّل محبت و رحمت
وفضل کی جہت سے تھی اور آمد ثانی عدالت اور قہاریت و جباریت کی نہج سے
ہوگی۔ پہلے بنی نوع بشر نے آپ کا جمال دیکھا یوم عدالت کو آپ کے جلال
کا مشاہدہ کریں گے۔

الحاصل کائنات الکتاب کی صداقت کی شاہد صادق ہے۔ الکتاب کی صداقتیں
کائنات سے ظاہر و عیاں ہیں۔ اگر کائنات حقیقت ہے تو الکتاب بھی حقیقت
ہے۔ اگر کائنات حوادث و وقفات کے باعث بدل نہیں سکی تو الکتاب
بھی صدہا حوادث اور واقعات عالم میں سے گزرنے کے باعث اپنے وجود میں
قائم و دائم ہے۔

۶۔ پیش خبریاں

عہد عتیق میں کلمۃ اللہ المسیح موجود ہیں لیکن دھندلی صورت میں اور عہد نامہ
جدید میں آپ ہی جلوہ گر ہیں لیکن صاف و صریح اور واضح صورت میں۔ عہد عتیق اور عہد
جدید میں کلمۃ اللہ المسیح کی وحدت کی وجہ سے وحدت نمودگر ہے۔ عہد عتیق
میں آپ پیش گوئیوں کی صورت میں موجود ہیں اور عہد جدید میں ان کی تکمیل کے طور پر
حاضر و ناظر ہیں۔ پیش گوئیاں آپ کا عکس اور پیش گوئیوں کی تکمیل آپ کا وجود باجود ہے۔
آپ الکتاب کا مرکز و محور ہیں۔ آپ آفتاب صداقت ہیں کہ الکتاب کی تمام کتابیں
تمام نبوتیں اور تمام رسالتیں آپ کے گرد گھوم کر آپ سے روشنی حاصل کرتی ہیں۔
آپ نبوت کی روح اور رسالت کی جان ہیں۔ شریعت آپ کا نقش پا اور فضل
آپ کا رخ انور۔

عہد عتیق اور عہد جدید میں صدیوں کا فاصلہ ہے۔ لیکن کلمۃ اللہ المسیح سے متعلق
پیش خبریوں اور ان کی تکمیل نے اس زمانی دوری کو ختم کر کے انہیں باہم وابستہ
و پیوستہ کر دیا ہے۔

عہد نامۂ عتیق

۱۔ کلمۃ اللہ المسیح تجسم کے سلسلہ میں حضرت داؤد کے خاندان سے مبعوث ہوں گے۔
۲ سموئیل ۷: ۱۲، زبور ۸۹: ۳، زبور ۱۳۲: ۱۱، یسعیاہ ۹: ۶-۷، ۱۱: ۱

۲۔ آپ کنواری سے پیدا ہوں گے۔ یسعیاہ ۷: ۱۴

۳۔ آپ بیت اللحم میں پیدا ہوں گے۔ میکاہ ۵: ۲

۴۔ آپ مصر جائیں گے۔ ہوسیع ۱۱: ۱

۵۔ آپ گلیل میں رہیں گے۔ یسعیاہ ۹: ۱

۶۔ آپ ناصرت میں رہیں گے۔ یسعیاہ ۱۱: ۱
(ناصرت کے معنی شاخ ہیں)

۷۔ آپ کے آنے پر بیت اللحم کے بچوں کا قتل عام ہوگا۔
یرمیاہ ۳۱: ۱۵ پیدائش ۳۵: ۱۹-۲۰

۸۔ ایلیاہ بطور نقیب آپ کی آمد کا اعلان کریں گے
یسعیاہ ۴۰: ۳-۵ ملاکی ۳: ۱، ۴: ۵

۹۔ آپ غیر اقوام میں منادی کریں گے۔ یسعیاہ ۴۲: ۱-۴

۱۰۔ آپ طرح طرح کے مریضوں کو شفا دیں گے۔ یسعیاہ ۳۵: ۵-۶

۱۱۔ آپ تمثیل کے ذریعہ سے منادی کریں گے۔
یسعیاہ ۶: ۹-۱۰ زبور ۷۸: ۲

۱۲۔ ایک شاگرد آپ کو گرفتار کروائے گا۔ تیس روپے لے کر۔ زکریا ۱۱/۱۲-۱۳ زبور ۴۱/۹

۱۳۔ یروشلم میں شاہانہ انداز میں داخل ہوں گے زکریا ۹/۹ زبور ۱۱۸/۲۶ یسعیاہ ۶۲/۱۰

۱۴۔ وہ ڈاکوؤں کے ساتھ مریں گے یسعیاہ ۵۳/۱۲

۱۵۔ ایک امیر آدمی آپ کو دفن کرے گا یسعیاہ ۵۳/۹

۱۶۔ آپ کے کپڑوں پر قرعہ اندازی ہو گی۔ زبور ۲۲/۱۸

۱۷۔ ہنگام نزع کے کلمات زبور ۲۲/۱ - ۳۱/۵

۱۸۔ آپ کی کوئی ہڈی نہ توڑی جائے گی خروج ۱۲/۴۶ زبور ۳۴/۲۰

۱۹۔ آپ کی پسلی چھیدی جائے گی زبور ۲۲/۱۶ زکریا ۱۲/۱۰

۲۰۔ آپ مردوں میں سے زندہ ہوں گے۔ زبور ۱۶/۱۰

۲۱۔ آپ کے رد کئے جانے پر یروشلم تباہ و برباد ہو گا دانی ایل ۹/۲۶ - ۱۱/۳۱ - ۱۲/۱-۱۱

عہد نامۂ جدید

۱۔ آپ مقدسہ مریم سے جو حضرت داؤد کے خاندان سے تھیں پیدا ہوئے متی ۱/۲۳ مرقس ۶/۳ لوقا ۱/۳۱-۳۲ یوحنا ۷/۴۲

۲۔ آپ کنواری سے پیدا ہوئے متی ۱/۲۳ لوقا ۱/۲۶-۳۸

۳۔ آپ بیت اللحم میں پیدا ہوئے۔ متی ۲/۱ یوحنا ۷/۴۲

۴۔ آپ بچپن میں مقدسہ مریم و یوسف کے ہمراہ مصر گئے۔

۵۔ آپ گلیل کے علاقہ میں رہے۔

۶۔ آپ نے ناصرت میں تیس سال بود و باش رکھی۔

۷۔ بیت اللحم کے بچوں کا قتل عام ہوا

۸۔ یوحنا نے جو مثیل ایلیاہ تھا آپ کی آمد کا اعلان کیا۔ متی ۳/۱-۳ مرقس ۱/۲ لوقا ۳/۲-۶ یوحنا ۱/۶

۹۔ آپ نے غیر اقوام میں منادی کی متی ۱۵/۲۱-۲۸

۱۰۔ آپ نے نوع و اقسام کے بیماروں کو شفا بخشی متی ۸/۱۶

۱۱۔ آپ نے تمثیلوں میں اخلاقیات و تعلیمات کی توضیح کی متی ۱۳/۱-۵۲

۱۲۔ یہوداہ اسکریوتی نے فقیہ فریسیوں سے تیس روپے لے کر آپ کو پکڑوا دیا۔ متی ۲۶/۱۴-۱۶ یوحنا ۱۳/۱۸ - ۱۴/۱۲

۱۳۔ آپ یروشلم میں شاہانہ داخل ہوئے اور لوگوں نے ہوشعنا یعنی ہمیں آزاد کر کے نعرے بلند کیے۔ متی ۲۱/۹ یوحنا ۱۲/۱۳-۱۵

۱۴۔ آپ دو ڈاکوؤں کے بیچ مصلوب ہوئے۔ لوقا ۲۳/۳۳

۱۵۔ ارمتیاہ کے یوسف نامی شخص نے آپ کو دفن کیا۔ متی ۲۷/۵۷-۶۰

۱۶۔ رومی سپاہیوں نے آپ کے کپڑوں پر قرعہ ڈالا۔ یوحنا ۱۹/۲۳-۲۴

۱۷۔ آپ نے مرتے ہوئے سات کلمات کہے۔ ان میں سے تین عہد عتیق سے ہیں۔ متی ۲۷/۴۶ مرقس ۱۵/۳۴ لوقا ۲۳/۳۴-۴۶ یوحنا ۱۹/۲۶

۱۸۔ رومیوں سپاہیوں نے مردہ پا کر آپ کی ٹانگیں نہ توڑیں یوحنا ۱۹/۳۳-۳۶

۱۹۔ ایک رومی سپاہی نے نیزہ سے آپ کی پسلی چھیدی یوحنا ۱۹/۳۴

۲۰۔ آپ یوناہ نبی کے نشان اپنی زبور کی اپنی پیش گوئی کے مطابق تین دن کے بعد مردوں میں سے زندہ ہوئے۔ متی ۲۸/۱-۱۵ مرقس ۱۶/۱-۱۴ لوقا ۲۴/۱-۱۲

۲۱۔ رومی لشکر نے سنہ ۷۰ء میں یروشلم پر حملہ کر کے شہر اور ہیکل کو تباہ و برباد کیا دانی ایل ۹/۲۶ - ۱۱/۳۱ - ۱۲/۱-۱۱۔

مزید برآں حسب ذیل پیش خبریاں آپ میں پوری ہو کر تاریخی حقائق بن گئیں۔ عورت کی نسل شیطان کے سر کو کچلے گی پیدائش ۳/۱۵ ۲۔ یہوداہ سے سلطنت کا عصا نہ چھوٹے گا جب تک شیلوہ نہ آئے پیدائش ۴۹/۱۰ آپ کے تجسم پر نازل ہوئے

والاہوت اور الوہیت و بشریت ایک دوسری سے ملیں گی یسعیاہ ۹/۶ آپ کی تصلیب تاریخ عالم میں وقوع پذیر ہوگی زبور ۲۲/۱ آپ کی موت فدا کا واقعہ ہوگی یسعیاہ ۵۳/۵ ۔ آپ کی موت ۱۰۴۰ برس کے بعد وقوع میں آئے گی۔ آپ پر روح القدس کا نزول ہوگا یسعیاہ ۶۱/۱ آپ معجزات کریں گے یسعیاہ ۳۵/۵ آپ آسمان پر صعود فرمائیں گے۔

زبور ۱۱۰/۱ ۔ آپ دنیا میں دوبارہ آئیں گے زبور ۵۰/۳

عہد عتیق کے انبیا پر آپ کے سینکڑوں ظہورات اور نشانات ظاہر و باہر ہوئے ہر نبی آپ کی آمد سے پیشتر آپ کی کسی نہ کسی خوبی وصفت و شان کا مظہر تھا۔ آپ ان تمام خوبیوں صفتوں اور کمالات کے جامع ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے تمام رسولوں نے عہد نامہ جدید میں آپ ہی کی صفات و شان اور کمالات کو عیاں کیا۔ ایسے لگتا ہے جیسے عہد عتیق کے تمام انبیا لائق و ماہر مصور تھے جن کے سامنے آپ کے حسن کامل کا کوئی نمونہ تھا اس لئے وہ آپ کے کمال حسن کو پورے طور پر بیان نہ کر سکے [illegible]

کسی نے آپ کی زلف پیچان کی تصویر کھینچی کسی نے آپ کے قد دلکش کا منظر کھینچا۔ کسی نے رفتار کسی نے لب لعلیں اور کسی نے گفتار روح افزا کا نقشہ دکھایا۔ لیکن مکمل فوٹو کوئی بھی نہ کھینچ لے سکا اور جب حسن مجسم جلوہ نما ہوا تو آپ کے رسول بھی جو بہ منزلہ مصور تھے آپ کے حسن یکتا کے رعب کے باعث مبہوت و حیران تھے قلم ان کے ہاتھوں میں تھے اور منہ کھلے کے کھلے [illegible] کہ اس حسن لاثانی کا فوٹو کھینچیں تو کیسے کھینچیں آخر حسن یکتا نے خود کہا کہ ابھی روح القدس کے نزول کے منتظر رہو وہی تمہیں سب کچھ بتائے گا

باب سوئم

الکتاب کی صحت و عصمت کے بارے میں کچھ خارجی دلائل

قارئین اس حقیقت سے بخوبی آگاہ و واقف ہو چکے ہوں گے کہ خدا نے لاویوں نبیوں اور بادشاہوں فقیہوں فریسیوں کو عہد عتیق کا محافظ و نگہبان بنایا۔ اس کی حفاظت کے لئے خیمہ اجتماع تھا اور ہیکل ۵۸۶ ق۔م عہد کا صندوق غائب ہوا تو اس سے صدیوں پیشتر رامہ، جلجال، بیت ایل اور بیت اللحم وغیرہ میں انبیازادوں کے مکتب تھے اور بابل میں حزقی ایل کا مدرسہ تھا مزید برآں ہزاروں عبادت خانے تھے جو بیرون فلسطین قائم تھے۔ عبادت خانہ عظیم تھا اور سنہیڈرم۔ مکابیوں کی تحریک برپا تھی اور فقیہ فریسیوں کی [illegible] ربیوں کے مدارس تھے اور اہل یہود کا جذبہ یہ تھا کہ اپنی جان پر کھیل جاؤ لیکن الکتاب کو آنچ نہ آنے دو۔ جہاں بھی جاؤ الکتاب تمہاری تحویل میں رہے کہ اس کی تلاوت تمہارے لئے ہدایت ہے اور مشعل راہ۔

یوحنا رسول کی مساعی حسنہ

عہد جدید آیا تو پولوس رسول اور پطرس [illegible] جانباز مبشروں نے الکتاب کی کتابوں کو عہد نامہ عتیق کے ساتھ جمع کرنے کا انتظام شروع کر دیا اور [illegible]

کلیساؤں میں انہیں پہنچانے کی کوشش وسعی کی۔ راہِ دین میں انہوں نے شہادت کا اعزاز حاصل کیا۔ سن ۷۰ء کے بعد یوحنا رسول یروشلم چھوڑ کر افسس میں پناہ گزین ہوگئے تو عہد نامہ جدید کو عہد نامۂ عتیق کے ساتھ ملحق و متحد کر دیا۔

آپ نے الکتاب کی حفاظت کو اپنا فرضِ اولین سمجھا۔ مسیحیوں کی تعلیم و تربیت کو آپ نے سب سے مقدم جانا۔ آپ کے بیسیوں شاگرد تھے۔ جن میں سے پولی کارپ، اگنیشیس اور پاپیاس نے بڑی شہرت حاصل کی۔ آپ نے سمرنا، انطاکیہ اور روم میں غیرت مند بشپ مقرر کئے کہ کلیساؤں میں وحدت قائم رہے۔ اور افسس کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی مسیحی تعلیم و تربیت سے بہرہ ور ہیں اور الکتاب ان کی تحویل میں رہے۔ مرقس نے مصر میں کلیسیائیں قائم کیں۔ توما نے ہندوستان میں کئی مقامات پر صدہا لوگوں کو مسیحی بنایا اور برتلمائی نے عربستان کے صحراؤں کی راہ لی۔

ادبیات

مسیحی ادبیات نے الکتاب کی روشنی میں ابتدائے کلیسیا ہی سے معرضِ وجود میں آنا شروع کر دیا۔ کیونکہ روم کی اذیتوں میں مسیحیوں کی روحانی و دینی تعلیم و تربیت اور حوصلہ افزائی و تسلی کے لئے اور الکتاب کی تفسیر و توضیح کے لیے اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دینے کی غرض سے اور ایمان کی پختگی اور استحکام کے لئے کلیسیا کو الکتاب کے علاوہ ادبیات کی ضرورت تھی۔ چنانچہ مقدس پولی کارپ سن ۱۱۵ء مقدس اگنیشیس سن ۱۱۰ء مقدس پاپیاس سن ۱۵۵ء جو پولی کارپ و اگنیشیس کی طرح یوحنا رسول کے شاگرد تھے ططیان سن ۱۷۰ء، جسٹن مارٹر سن ۱۶۵ء

ایرینیوس سن ۲۰۰ء، روم کے بشپ کلیمنٹ سن ۹۰ء، سکندریہ کے کلیمنٹ سن ۱۵۰ء-۲۲۰ء اوریجن سن ۱۸۵ء تا سن ۲۵۴ء، ترتولین سن ۱۶۰ء تا سن ۲۲۰ء، ہیپولیطس سن ۱۷۰ء تا سن ۲۳۵ء قیصریہ کے یوسی بیس سن ۲۶۰ء تا سن ۳۴۰ء، ہتیافلس سن ۱۸۰ء اور معروف و مشہور سینٹ اگسٹین سن ۳۵۴ء تا سن ۴۳۰ء نے مسیحی ادبیات تخلیق کی تو ان میں الکتاب کے اقتباسات اس قدر نقل کئے اور ان میں اس قدر آیات بینات درج کیں کہ الکتاب مسیحی ادبیات میں منتقل ہوگئی۔ ان چند مسیحی ادبا کے علاوہ اور بہت سے ادیب ہیں جن کی مسیحی ادبیات میں الکتاب کی لاکھوں آیات سپردِ قلم ہوئی ہیں۔

زمانۂ مابعد کے مسیحی علما نے ادبیات کی تخلیق کے کام کو برابر، متواتر اور مسلسل جاری رکھا۔ الکتاب کی ایک ایک آیت اور ایک ایک لفظ پر صدہا کتابیں لکھیں، تفسیریں قلم بند کیں اور تقریریں سپردِ قلم کیں۔ مصر کے بطلیمی بادشاہوں کی مساعی جمیلہ سے سکندریہ فلسفہ اور علم و فن کا مرکز بنا۔ اس میں ایک عظیم الشان لائبریری [illegible] مسیحی ادبیات کی ہزاروں [illegible] تھیں۔

اسی طرح دورِ حاضرہ میں یورپ و امریکہ میں لائبریریوں کی کمی نہیں جن میں الکتاب کی ہزاروں تفسیریں، الکتاب کی آیات پر لاکھوں مضامین اور تقاریر بے شمار کتابوں کی صورت میں موجود ہیں۔ مسیحی ادبیات کی تخلیق کا یہ کام صدیوں سے مسلسل جاری ہے۔ ان تمام ادبیات میں الکتاب بیسیوں مرتبہ منتقل ہو چکی ہے۔ الکتاب کے ہر صدی کے اقتباسات ایک دوسرے کے مطابق و موافق ہیں۔ اس طرح سے الکتاب صدیوں سے ادبیات میں محفوظ و مصئون رہی ہے۔

مسیحی علم الٰہیات کے مدرسے

سکندریہ، انطاکیہ اور دیگر مقامات پر مسیحی علم الٰہیات کے مدرسے شروع ہی سے قائم ہو گئے۔ جن میں الکتاب اور اس کی تفسیر اور یونانی و عبرانی اور تاریخ کلیسیا ان کے نصاب میں داخل تھی۔ سکندریہ کا کلیمنٹ سنہ ۱۹۰ء میں سکندریہ کے مدرسہ الٰہیات کا پرنسپل مقرر ہوا۔ اس نے مدرسہ کی انتظامیہ مشغولیتوں اور درس و تدریس کے باوصف بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ کلیمنٹ کے بعد اوریجن اٹھارہ سال کی عمر میں اس مدرسہ کا پرنسپل مقرر ہوا۔ وہ اس مدرسہ میں سنہ ۲۳۱ء تک پڑھاتا رہا۔ اس کے بعد اس نے قیصریہ میں الٰہیات کا مدرسہ قائم کر کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ وہ ایک زبردست مصنف تھا۔ اس نے بہت سی گراں بہا کتابیں تصنیف کیں۔ انطاکیہ کے بشپ، تھیوفلس نے ۱۹۰ء کے زمانے میں انطاکیہ میں مدرسہ الٰہیات قائم کیا جس میں کتب مقدسہ مدرسہ کے نصاب میں شامل ہوتی تھیں۔ شمالی افریقہ اور روم میں بھی ابتدائے کلیسیا میں ہی الکتاب کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ ان مدارس کی جھلک ہمیں عین التمر کے مدرسہ میں نظر آتی ہے۔ تاریخ اسلام سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ جب ساتویں صدی مسیحی میں اسلامی افواج کے سپہ سالار خالد بن ولید نے عین التمر کو فتح کیا تو اس جگہ کے مسیحی مدرسہ الٰہیات میں اس وقت پچاس مسیحی طلبا زیر تعلیم تھے۔ انطاکیہ اور سکندریہ جو فلسفہ کے مرکز تھے پانچویں صدی مسیحی میں بالترتیب نسطوری اور یعقوبیہ علم الٰہیات کے مرکز بن گئے۔ ظہور اسلام سے پیشتر شام و فلسطین، عراق عرب و مصر میں ہزاروں خانقاہیں تھیں جو کتب علم الٰہیات، یونانی علوم، فلسفہ و منطق کی درس و تدریس کے مراکز تھیں۔

الکتاب کے قدیم نسخے

معلوم ہوا کہ الکتاب کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے پہلی صدیوں کے نسخے یورپین ممالک کے دارالخلافوں کے مشہور عجائب گھروں میں صدیوں سے محفوظ ہیں یہ نسخے ہزاروں کی تعداد میں ہیں جو مختلف ملکوں میں مختلف اوقات میں ہاتھ سے لکھے گئے۔ ان نسخوں کی باہمی مطابقت و موافقت الکتاب کی صحت پر دلالت کرتی ہے۔

پہلی صدی

پہلی صدی مسیحی میں المسیح کے رسولوں نے عہد جدید کی تمام کتابیں لکھیں تو یوحنا رسول نے انہیں ایک کتاب میں جمع کر دیا۔ اس پہلی صدی کے مسیحی اپنی عبادت گاہوں میں جو تمام اطراف عالم میں قائم ہو چکی تھیں عبادت کے دوران ان کی تلاوت کرتے تھے۔

دوسری صدی

دوسری صدی میں سکندریہ کے عالم دین اوریجن نے عہد عتیق کے ساتھ جو عبرانی میں تھا الکتاب کے پانچ ترجموں کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کیا جسے ہیکسا پلا کہتے ہیں۔

تیسری صدی

تیسری صدی میں مصر میں یونانی زبان میں جو نسخہ لکھا گیا وہ عہد عتیق اور عہد جدید پر مشتمل ہے یہ نسخہ اب نسخہ ویٹیکن کے نام سے مشہور ہے کیونکہ وہ روم میں پوپ صاحب کی لائبریری میں ہے۔

چوتھی صدی

نسخہ سینائی جو عہد عتیق اور عہد جدید پر مشتمل ہے یونانی میں لکھا گیا۔ یہ نسخہ کوہ سینا کے قریب ۱۸۴۴ء میں ایک خانقاہ سے دستیاب ہوا۔ یہ نسخہ اس وقت روس کے شہر پیٹر برگ میں موجود ہے۔

پانچویں صدی

پانچویں صدی میں یونانی زبان میں سکندریہ کے مقام پر جو نسخہ لکھا گیا وہ نسخہ سکندری کے نام سے موسوم ہے۔ یہ نسخہ سکندریہ سے قسطنطنیہ بھیجا گیا اور وہاں سے برطانوی سفیر کے ہاتھ ۱۶۲۰ء میں مصر کی مشہور خدا ترس خاتون تقلا کے ہاتھوں سے لکھا گیا۔

یہ تمام نسخے ایک دوسرے سے مطابقت کلی رکھنے کے علاوہ موجودہ زمانہ کی الکتاب سے خواہ وہ دنیا کی کسی بھی زبان میں، ہو سو فیصد مطابقت کلی رکھتے ہیں ماسوائے کاتب کی غلطیوں کے جس کسی کو الکتاب کی صداقت و حقانیت میں شک و شبہ ہو وہ الکتاب کے پرانے نسخوں اور دور حاضرہ کی متداول و مروج الکتاب سے مقابلہ کرکے دیکھ لے صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے۔ لیکن اس کے لیے بڑی جرات رندانہ کی ضرورت ہے۔

الکتاب کے تراجم

الکتاب کے عہد نامہ عتیق کے ترجمے عبرانی سے اور عہد نامہ جدید کے تراجم

یونانی سے دنیا کی ۱۵۰۰ زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ اب اکناف عالم کی سینکڑوں قومیں الکتاب اپنی اپنی زبانوں میں پڑھ کر روحانی فیض سے بہرہ ور ہو رہی ہیں۔ جب ہم مسیحی تاریخ سے پہلے زمانوں اور بعد کے زمانوں پر نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خدائے واحد و لاشریک نے تراجم کے ذریعہ سے الکتاب کی نشر و اشاعت میں کس قدر رحمت و کرم کا اظہار کیا ہے۔

کلدانی ترجمہ

سن مسیحی سے کچھ عرصہ پیشتر الکتاب کے عہد عتیق کا ترجمہ عبرانی سے کلدانی یعنی عراق عرب کی قدیم زبان میں کیا گیا تاکہ وہ اہل یہود جو عبرانی سے نابلد و ناآشنا تھے اپنی زبان میں عہد عتیق کا مطالعہ کر سکیں۔ اور یونانی بولنے والے اہل یہود کے لئے الکتاب کے عہد عتیق کا ترجمہ عبرانی سے یونانی میں ۲۸۲ ق۔م میں کیا گیا تھا۔

پہلی مسیحی صدی کے آخر میں سریانی مسیحیوں کے روحانی افادہ کے لئے عہد عتیق کا ترجمہ سریانی زبان میں کیا گیا الکتاب کے یہ تینوں ترجمے دور حاضرہ میں بھی موجود ہیں [illegible] پوری پوری مطابقت رکھتے ہیں۔ یہ مطابقت مترجمین یا علمائے قدیم کی سازش کا نتیجہ نہیں نہ انہوں نے کسی امر واحد پر اتفاق کر لیا تھا۔ کیونکہ وہ مترجمین تو مختلف ملکوں اور مختلف زمانوں کے تھے۔ ان ترجموں کی موافقت باہمی کی وجہ یہ ہے کہ ان کا سرچشمہ اور ان کا منبع ایک ہی ہے۔ اور وہ منبع و سرچشمہ ہے خدائے واحد لم یزل۔

عراق عرب میں کلدانی ترجمہ تین سو سال تک اہل یہود میں مستعمل رہا۔ مسیحی کلیسیائیں اس سے ناواقف تھیں۔ سریانی مسیحی سکندریہ کے یونانی ترجمہ سے قدرے واقف تھے۔ یونانی بولنے والے سریانی ترجمہ کو نہیں جانتے تھے لیکن

سکندریہ کا یونانی ترجمہ یعنی اسپٹواجنٹ مغربی ممالک میں مقبول عام ہوا۔ اسپٹواجنٹ کا ترجمہ لاطینی میں ہوا۔ اہل مغرب سریانی اور کلدانی تراجم سے بالکل ناآشنا تھے۔ یہ ترجمے مختلف کلیساؤں میں جو ملکی اور قومی اعتبار سے ایک دوسرے کے برخلاف تھیں اور مسیحی اور یہودی جو ایک دوسرے کے دشمن تھے تحریف کی نظر سے متحد و متفق نہیں ہو سکتی تھیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ الکتاب کا عہد عتیق حقیقی و اصلی اور صحیح و درست ہے۔

(۲)

عہد عتیق کے دیگر تراجم

(۱) اکولا کا یونانی ترجمہ۔ اکولا قیصر روم کے نااہل سے تھا۔ قیصر کے حکم سے یروشلم آیا۔ اس جگہ آکر وہ مسیحی ہوگیا۔ لیکن اس کی زندگی مسیحی چال چلن کے مطابق نہ تھی یروشلم کی دلیر وغیرت مند کلیسیا نے اس کو سرزنش کی تو یہودی ہوگیا۔ اس نے [illegible] سے عبرانی زبان اور عہد نامہ عتیق کی تعلیم حاصل کی۔ اور سنہ ۱۳۰ء کے قریب عہد عتیق کا عبرانی سے یونانی میں ترجمہ کیا اہل یہود کے لئے اسپٹواجنٹ کے علاوہ یہ نیا یونانی ترجمہ تھا۔ یہ ترجمہ لفظی تھا۔

سمیکس کا ترجمہ:۔ سمیکس سامری نسل سے تھا اس نے سامریوں کے لیے سنہ ۲۰۰ء کے قریب عبرانی سے یونانی میں بامحاورہ ترجمہ کیا۔ الکتاب کے عہد عتیق کے یونانی ترجموں میں یہ ترجمہ بلند پایہ سمجھا جاتا تھا۔

تھیوڈوشین:۔ تھیوڈوشین مسیحی عالم تھا اس نے چاہا کہ اسپٹواجنٹ کی مروجہ عبرانی متن کے ذریعہ سے نظرثانی کرے یہ ترجمہ مسیحی کلیساؤں میں مقبول ہوا۔

مقدس جیروم کا لاطینی ترجمہ:۔ مقدس جیروم الکتاب کا عبرانی سے لاطینی میں ترجمہ کرنے کے لیے روم سے فلسطین آئے جہاں وہ تیس برس تک عبرانی میں مہارت حاصل کرتے رہے۔ ان کا استاد مدرسہ طبریاس کا عالم تھا جس نے ترجمہ میں ان کی مدد کی۔ مقدس جیروم نے سنہ ۳۹۳ء میں الکتاب کا ترجمہ عبرانی سے لاطینی میں کرنا شروع کیا اور سنہ ۴۰۵ء میں اسے ختم کیا۔ یہ ترجمہ یورپ میں ویلگیٹ کے نام سے مشہور ہوا۔ اسپٹواجنٹ کی طرح ویلگیٹ نے بڑی شہرت و مقبولیت حاصل کی زمانہ مابعد میں یورپ کی کئی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے۔ ہند و پاک کی رومن کیتھولک کلیساؤں کے افادہ کے لئے ویلگیٹ سے اردو میں کئی ترجمے مروج ہوئے۔

تالمودی دور سنہ ۷۰ء تا ۶۰۰ء

جب اہل یہود نے دیکھا کہ سنہ ۷۰ء میں یروشلم اور سنہ ۱۳۵ء میں دیگر مقدس مقامات تباہ و برباد ہو چکے ہیں اور ان کی بیرونی شان و شوکت اور بادشاہی کی امید ختم ہو چکی ہے تو انہوں نے اپنی عبرانی کتب مقدسہ کے خزائن کو محفوظ رکھنے کی سرتوڑ کوشش کی۔ انہوں نے اپنی مساعی جمیلہ کتب مقدسہ کے مطالعہ پر صرف کرنے کا تہیہ کیا۔ سنہ ۹۰ء میں یہودی ربیوں کی پہلی کونسل اور دوسری کونسل سنہ ۱۱۸ء میں جمنیہ کے مقام پر منعقد ہوئی۔ ان کونسلوں میں کتب مقدسہ پر غور و خوض کیا گیا۔ ان کا صحیح متن تیار کیا گیا۔

تھوڑے عرصہ بعد لدہ، قیصریہ، طبریاس میں درس و تدریس کے مدرسے کھل گئے۔ اس مدارس کے ربیوں نے عبرانی صرف و نحو اور علم تنقید و تفسیر میں بہت ترقی کی۔ کچھ عرصہ بعد بابل میں نیا مدرسہ جاری کیا گیا جو تمام مدارس پر سبقت لے گیا یہ مدرسے سنہ ۲۰۰ء سے سنہ ۵۰۰ء تک جاری رہے۔ ان مدارس میں یہودی

کتب مقدسہ اور ان کے متعلقہ مضامین پر درس و تدریس ہوتی تھی۔ یہودی لوگ اپنے آباؤ اجداد کی تفاسیر اور ان کی روایات پر زور دیتے تھے۔ ان مدارس میں کتب مقدسہ کے صحیح ترین نسخے موجود تھے اس لئے نسخوں کی کتابت نہایت حزم و احتیاط سے کی گئی۔ سنہ ۲۰۰ء کے قریب عہد عتیق کی ان تفاسیر اور روایات کو یہودی استادوں نے ایک جگہ جمع کیا اور انہیں مشنہ کے نام سے موسوم کیا کیونکہ ان تفاسیر و روایات کی تعلیم زبانی دہرا کر دی جاتی تھی۔ بعد ازاں اس خیال سے کہ یہ زبانی تعلیمات ضائع نہ ہو جائیں طبریاس کے ربی یہوداہ اور دیگر استادوں نے انہیں ایک کتاب میں لکھا جسے جمرا کہا گیا۔ مشنہ کے معنی ہیں دہرایا گیا۔ اور "جمرا" اس علم کو کہتے ہیں جو سینہ بسینہ چلا آیا ہو۔ مشنہ اور جمرا کو ایک جگہ جمع کیا گیا تو اسے تالمود کہا گیا جس کے معنی ہیں تعلیم۔ تالمود سنہ ۵۰۰ ق م تا سنہ ۵۰۰ء کے یہودی خیالات و روایات اور تفاسیر کا آئینہ ہے۔ ان کتب کے مطالعہ پر اتنا زور دیا گیا کہ یہودی ربی کہا کرتے تھے جو شخص کتب مقدسہ سے واقف ہے اور مشنہ کو نہیں جانتا احمق ہے۔ مشنہ کو شریعت کی باڑ سمجھا جاتا تھا۔ وہ کہا کرتے تھے موسیٰ کو شریعت دن کو اور مشنہ رات کو دی گئی تھی۔ تک سنہ مشنہ ہے اور جمرا تو تشبیہ تالمود کتب مقدسہ کی تفسیر کا نام ہے لہذا اس میں کتب مقدسہ کے بے شمار اقتباسات موجود ہیں جو حرف بحرف عبرانی متن کے مطابق ہیں۔ تالمودی دور میں سنہ ۵۰۰ء تک فقہا کو کتب مقدسہ کی کتابت میں مفصل ہدایات دی جاتی تھیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کتابت کے معاملہ میں نہایت حزم و احتیاط کو مدنظر رکھنے لگے۔

مسوراہی زمانہ سن ۵۰۰ تا ۱۵۰۰ء

مسورہ کے لفظی معنی ہیں روایت، روایات کے علما کو مسوراہی یعنی رواۃ

کہتے تھے۔ ان علماء نے کتب مقدسہ کا جو متن تیار کیا اسے مسوراہی متن کہتے ہیں۔ مسوراہی علما اور فقہا نے قدیم زمانے کے مختلف نسخہ جات کو فراہم کر کے ان کا ناقدانہ نگاہ سے مطالعہ کیا اور یوں اس فن کو نقطۂ عروج تک پہنچا دیا۔ مسوراہی علما عبرانی زبان کی صرف و نحو عبرانی کتب مقدسہ اور علم تفسیر کے ماہر تھے۔ ان علما نے عبرانی اعراب کو ایجاد کیا اور مستند تلفظ کے مطابق حروف کی حرکات و سکنات مقرر کیں۔ مسوراہی علما کے دو بڑے فریق تھے۔

(۱) ملک بابل کا فریق۔ بابل صدیوں سے یہودی علم و فن کا مرکز رہا۔

(۲) دوسرا فریق کنعان میں تھا اس کا مرکز طبریاس میں تھا۔ یہ دونوں فریق عبرانی کتب مقدسہ کے مطالعہ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے کوشاں رہے۔ دونوں فریقوں کی قرأتوں میں نہایت خفیف اختلافات تھے جن سے الفاظ کے معانی میں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ طبریاس کا مشہور و معروف عالم ربی عقیبہ کہتا ہے کہ مسورہ کتب مقدسہ کی صحت و عصمت کا محافظ و نگہبان ہے۔ مسوراہی علما نے عہد عتیق کے مختلف نسخوں کی تحقیق کی اور جہاں کہیں کتابت [illegible] نئے نسخوں کی کتابت کی۔ جب خدا کے نام لکھنے لگتے تو پہلے دعا کرتے اپنے قلم کو دھوتے اور پورا یہودی لباس پہن کر کتابت کرتے۔ ہر تحریر دن کے بعد جتنا لکھا جاتا اس کی جانچ پڑتال کرتے اگر کسی نسخہ میں دو سے زیادہ اغلاط نظر آتیں تو اسے زیر زمین دفن کر کے نسخہ کی کتابت از سر نو شروع کر دیتے۔ کتابت چونکہ ہاتھ سے کی جاتی تھی اس لئے کتابت میں بہت سا وقت صرف ہو جاتا۔

اسپواجنٹ کے ترجمے

۱۔ پہلی دوسری صدی مسیحی میں اٹلی اور افریقہ کی کلیساؤں کے لئے لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔

۲۔ پہلی دوسری صدی میں قبطی اور صعیدی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔

۳۔ تیسری اور چوتھی صدی میں حبشہ کی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔

۴۔ پانچویں صدی میں ارمنی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔

۵۔ چھٹی صدی میں سوریانی زبانوں میں ترجمے کئے گئے۔

۶۔ آٹھویں صدی میں عربی میں ترجمہ کیا گیا۔

۴
ولگیٹ کے تراجم

تمام [illegible] روم میں یونانی زبان ہی مروج تھی۔ لہٰذا رومی مسیحیوں کو لاطینی ترجمہ کی ضرورت نہ تھی لاطینی ترجمہ کی ابتدا شمالی افریقہ سے ہوئی جو کہ سنہ ۲۲۰ء کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے [illegible] کی ضرورت محسوس ہوئی [illegible] اس کی تصنیفات [illegible] اناجیل [illegible] شہر کے پاس جو ترجمہ موجود تھا [illegible] معتبر و مستند تھا۔

سنہ ۳۸۲ء میں مقدس جیروم نے عہد نامہ جدید کی نظرثانی جو لاطینی میں تھا یونانی عہد جدید کی روشنی میں کی اور بعدازاں عبرانی کتب مقدسہ کا ترجمہ لاطینی میں کیا۔

دور حاضرہ میں رومی کلیسیا کا مستند و معتبر ترجمہ یہی ہے۔ مقدس جیروم کا لاطینی ترجمہ ولگیٹ کے نام سے مشہور ہے۔ ولگیٹ نسخہ سینا کے متن سے مطابقت کو رکھتا ہے ولگیٹ کے قدیم نسخے ہزاروں کی تعداد میں یورپ کے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔ ولگیٹ کے قدیم نسخوں کی تعداد اسپواجنٹ کے قدیم نسخوں سے دوگنی ہے۔ گذشتہ ڈیڑھ ہزار سال سے ولگیٹ کے ترجمے یورپ کی مختلف زبانوں میں ہوتے رہے ہیں۔ ولگیٹ اور اسپواجنٹ کی مطابقت و موافقت الکتاب کی صداقت پر دلالت کرتی ہے۔

۵۔ گاتھک ترجمہ

گاتھک گاتھ قوم کی زبان تھی اس قوم کے پہلے بشپ الفلس نے سنہ ۳۵۰ء میں الکتاب کو ترجمہ یونانی متن سے گاتھک زبان میں کیا۔

۶۔ عہد جدید کے ترجمے

۱۔ [illegible] کے رومانی ترجمے

عہد نامہ جدید کے تمام ملہم مصنفین کی مادری زبان آرامی تھی لیکن تمام دنیا میں یونانی زبان کا سکہ رواں تھا۔ یونانی بین الاقوامی زبان تھی۔ عہد جدید کے ملہم مصنفین یونانی زبان بولنے اور لکھنے میں قدرت تامہ رکھتے تھے کیونکہ فلسطین کے شمالی علاقہ گلیل میں یونانیوں کے شہر قصبے اور گاؤں بکثرت آباد تھے لہٰذا عہد نامہ جدید کے مصنفین کو اس زبان میں دسترس تامہ حاصل تھی۔ عبادت خانوں کے مدارس میں بھی اس زبان کی تعلیم دی جاتی تھی چونکہ انجیل تمام اقوام عالم کے لئے تھی اس لئے یہ بین الاقوامی زبان یونانی میں قلم بند کی گئی۔ سریانی زبان میں جو آرامی زبان سے

اس نسخہ کے علاوہ چھ نسخے اور بھی ہیں۔ جو یعقوبی فرقہ کی کلیسیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ چونکہ عہد جدید کی یہ شرح ایک خانقاہ میں جس کا نام کھوٹپری تھا کی گئی تھی اس لئے اسے کھوٹپری کا نسخہ کہتے ہیں۔ شامی زبان آرامی کی ایک شاخ ہے جو کنعانی آرامی سے تعلق رکھتی ہے یسوع المسیح اور آپ کے رسولوں کی زبان تھی۔ معلوم ہوا کہ کنعانی سریانی اور کنعانی آرامی میں فرق ہے۔ کنعانی آرامی مردہ ہو رہی تھی اس لیے کنعانی آرامی میں عہد جدید نہ لکھا گیا بلکہ یونانی میں قلم بند ہوا جو بین الاقوامی زبان تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ عالمگیر ہے الکتاب تمام اقوام عالم کے لئے ہے۔ خدا کا زندہ کلام زندہ اور عالمگیر زبان ہی میں پیش کیا جا سکتا تھا۔

۹

ایرانی ترجمے

سریانی ترجمہ پشیتہ سے فارسی میں ترجمہ کیا گیا بعد ازاں اصل یونانی متن سے فارسی میں ترجمہ کیا گیا۔

۱۰

حبش کے ترجمے

پانچویں صدی مسیحی میں حبشہ میں مسیحیت نے قومی حیثیت اختیار کر لی۔ عہد جدید کا ترجمہ حبشہ کی زبان میں چوتھی صدی میں ہوا۔ حبشہ کی زبان میں ایک سو سے زاید الکتاب کے نسخے یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں جن سے عہد عتیق کا متن بخوبی معلوم کیا جا سکتا ہے۔

۱۱

عربی تراجم

الکتاب کے عربی تراجم کے نسخے بہت ہیں۔ فتوحات اسلامی کے بعد فلسطین شام

و مصر کے مسیحیوں میں عربی زبان رائج و متداول ہو گئی اس لئے ان ممالک کی کلیسیاؤں کو الکتاب کے عربی تراجم کی ضرورت لاحق ہوئی تو الکتاب کے یونانی، سریانی اور قبطی نسخوں سے عربی میں ترجمے کئے گئے۔

۱۲

قبطی ترجمے

مرقس رسول ملک مصر کے پہلے مشنری ہیں۔ قبطی زبان کی دو شاخیں ہیں۔ ۱۔ صعیدی۔ ۲۔ بحیری۔ صعیدی جنوبی مصر کی زبان تھی جس میں عہد جدید کے بہت سے پارے ہیں۔ صعیدی کا سنہ ۲۵۰ء کے بعد رواج نہ رہا۔ یہ ترجمہ ۱۵۰ء تا ۲۰۰ء کے درمیان ہوا۔ صعیدی کے بعد بحیری شاخ کا زمانہ آیا یہ زبان ڈیلٹا میں بولی جاتی تھی اور مصر کے بالائی حصہ میں مروج تھی۔ بحیری میں عہد جدید کے نسخے کثرت سے ہیں قبطی کی [illegible] شاخ میں عہد جدید کا ترجمہ ۲۵۱ء تا ۳۰۰ء [illegible]

۱۳

ارمنی ترجمے

ارمینیاہ ملک شام کے شمال اور شمال مغرب میں تھا سریانی سے ارمنی زبان میں سنہ ۳۲۵ء سے پہلے ترجمہ ہوا بعد ازاں یونانی کے اصلی متن اور سریانی سے ۳۹۵ء تا [illegible] ارمنی میں ترجمہ ہوا۔

۱۴

جارجیا کے ترجمے

جارجیا ملک آرمینیاہ کے شمال میں واقع ہے۔ ارمنی مسیحیوں نے جارجیا میں

مسیحیت کی اشاعت کی چوتھی صدی میں حبار جیا کی زبان میں ترجمہ ہوا۔ یہ ترجمہ یونانی اور سریانی متون سے ہوا۔

(۱) پہلی صدیوں کے ان تراجم سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ الکتاب کے ترجموں کے ذریعہ ہی سے پہلی صدیوں ہی میں تمام یورپ، مصر و روم شام و فلسطین، ایشیائے کوچک یونان عراق عرب اور ایران و عرب و ہند۔ شمالی افریقہ و حبشہ میں مسیحیت پھیل گئی اور بے شمار کلیسیائیں قائم ہوئیں۔ گویا الکتاب کا ہر ترجمہ الکتاب ہے اور یہ شرف صرف الکتاب ہی کو حاصل ہے۔ پھر یہ کہ الکتاب کا ترجمہ خواہ دنیا کی کسی زبان میں کر دیا جائے اس کی حیرت انگیز تاثیر، عبارات کی سادگی و شستگی و دلکشی اور روانی میں کوئی فرق رونما نہیں ہوتا۔ اگر الکتاب عبرانی و آرامی ہی تک محدود رہتی تو مسیحیت تمام دنیا میں نہ پھیل سکتی۔ ان مختلف تراجم سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ الکتاب ہر زمانہ ہر معاشرہ اور ہر قوم کی تہذیب و تمدن کے مطابق ہے بلکہ وہ ہر معاشرہ کی اصلاح اور تہذیب و تمدن کی ترقی اور ادبیات کے ارتقا کا باعث بنتی ہے۔

(۲) الکتاب کے تراجم زمانہ مابعد سے دور حاضرہ تک ہوتے رہے ہیں۔ ہر زمانہ میں اس کی مخالفت ہوتی لیکن یہ ہر مخالفت پر غالب آکر اشاعت کے میدان میں پیش از پیش ترقی کرتی رہی۔ روم و یونان و مصر کے بت خانے الکتاب کے آنے سے خالی ہو گئے۔ بت اور دیوتا کالعدم ہو گئے بت پرستی اور بداخلاقی کی تاریکیاں دور ہو گئیں۔ الکتاب کے نور سے جہالت کی ظلمتیں کافور ہو گئیں اور ظلم و ستم و تشدد کے بادل چھٹ گئے۔

الکتاب کے تراجم خواہ وہ کسی زبان میں ہوں اور خواہ کسی ملک اور کسی زمانہ کے ہوں ایک دوسرے کے مطابق و موافق ہیں اور الکتاب کے اصلی متون سے مطابقت رکھتے ہیں۔ ان تراجم نے مسیحیت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیا۔

اس سے یہ حقیقت مبرہن ہوتی ہے کہ الکتاب کے ہر ترجمہ کے

مترجمین کی ہدایت و راہنمائی کرتا رہا ہے۔

آثارِ قدیمہ

نپولین ۱۷۹۸ء میں مصر پر حملہ آور ہوا تو وہ اپنے ساتھ علما کی ایک جماعت جو ایک سو افراد پر مشتمل تھی لے آیا۔ علما کی اس جماعت میں زبان دان، ادیب، مورخ جغرافیہ دان علوم ریاضی کے ماہر اور سائنس دان تھے۔ نپولین نے مصر کو مشرقی فتوحات کی کلید سمجھا۔ اس نے مصر میں سب سے پہلے چھاپہ خانہ لگوایا۔ وہ مصر سے ایران کی راہ سے ہندوستان کو فتح کرنا چاہتا تھا۔ ٹیپو سلطان کے ساتھ اس کی سیاسی خط و کتابت تھی۔ لیکن جب ۱۸۰۱ء میں انگریز امیر البحر نیلسن نے بحری جنگ میں فتح پا کر اس کا جنگی بیڑا تباہ و برباد کر دیا تو وہ مصر سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اس لئے اسے یورپ واپس جانا پڑا۔ ۱۸۰۱ء میں مصر پر انگریزوں کا تسلط ہو گیا۔ اگرچہ نپولین مصر میں تھوڑا عرصہ ٹھہرا لیکن مصر پر اس کے قلیل تسلط نے بڑے گہرے اثرات چھوڑے۔

(۱) حجر روستا

فرانسیسی علما کی جو جماعت نپولین کے ہمراہ مصر میں آئی اس کے ایک رکن مسٹر

بوسارڈ (BOUSSARD) کو جو فرانسیسی علما میں سے تھا ۱۷۹۹ء میں دریائے نیل کے کنارے ایک قصبہ روستا (ROSESSA) میں ایک بہت بڑے پتھر پر مصر کی پرانی زبانوں (۱) ہیرو غلیفی - (۲) - دیموطیقی اور قدیم یونانی میں کچھ تحریرات نظر آئیں۔ علما نے قدیم یونانی کی مدد سے ہیرو غلیفی اور دیموطیقی زبانیں پڑھنے پر قدرت حاصل کی۔ ان زبانوں میں قدیم مصری علما نے ایسی تحریرات مصر میں چھوڑی تھیں جو الکتاب کے تاریخی حقائق کی پوری تصدیق کرتی ہیں۔ بوسارڈ مصری فن آثار قدیمہ کا جد امجد سمجھا جاتا ہے۔ نہ صرف مصری فن آثار قدیمہ کا جد امجد بلکہ عراق عرب اور فلسطین و شام کے آثار قدیمہ کا بھی۔

۲ - حجر مواب

۱۸۶۹ء میں ڈاکٹر کلائن کو دیبون کے شہر میں جس کا ذکر یشوع ۱۳:۱۷ میں آیا ہے ایک پتھر ملا جس پر فینیقی عبرانی میں ۳۴ سطروں میں مواب کے بادشاہ میسا کی اسرائیلی بادشاہ یہورام کے برخلاف بغاوت کے واقعات لکھے تھے۔ اگرچہ پتھر تین ہزار سال سے ریت کے ٹیلوں کے نیچے دبا رہا لیکن خدا نے الکتاب کے تاریخی واقعات کی سچائیاں ظاہر و عیاں کرنے کے لئے اسے ریت کی تہوں کے نیچے سے باہر نکالا۔ ۲ سلاطین ۳ میں یہورام بن اخاب شاہ اسرائیل اور اس کے حلیف یہوسفط بادشاہ یہودیہ اور شاہ ادوم کی میسا شاہ مواب کے برخلاف جنگ کا جو حال مرقوم ہے حجر مواب پر ثبت شدہ تحریرات اس کی پوری پوری تصدیق و تاکید کرتی ہیں۔

۳ - کردستان کی چٹان

۱۸۳۵ء میں سر ہنری رولنسن کو جو ایران میں برطانیہ کی فوج کے ایک بڑے افسر کی

حیثیت سے مقیم تھے بہستون پہاڑ پر سے ایک الگ تھلگ سولہ سو فٹ اونچی چٹان نظر آئی۔ تحقیق کرنے پر اسے ۵۱۶ ق-م کی تحریرات جو شاہ فارس دارا ۵۲۱ - ۴۸۵ ق-م کے حکم سے فارسی عیلامی اور بابلی زبانوں میں ثبت کی گئی تھیں دستیاب ہوئیں۔ یہی شاہ فارس دارا ہے جس کے حکم سے عزرا کی کتاب کے مطابق یروشلم میں ہیکل از سر نو تعمیر ہوئی۔ ان تحریرات میں دارا نے اپنی فتوحات عظیمہ اور اپنی سلطنت کی شان و شکوہ بیان کی تھی۔ سر ہنری رولنسن نے آٹھ سال کی محنت شاقہ کے بعد دارا کی فارسی، عیلامی اور بابلی زبانوں میں تحریرات کی مدد سے عراق عرب کی قدیم ترین زبان کے فہم و ادراک کی کلید حاصل کر لی۔ اس طرح اہل عالم کو عراق عرب کی ادبیات کے قدیم ترین خزانوں سے روشناس کرانے کا شرف آپ ہی کو حاصل ہوا۔

عراق عرب

معترضین کہا کرتے تھے کہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں فن تحریر ابھی معرضِ وجود میں نہ آیا تھا۔ وہ توریت لکھنے پر قادر کیسے ہو گئے۔ حضرت موسیٰ کے زمانہ کے بعد کسی عالم نے توریت لکھ کر آپ کے نام سے اسے منسوب کر دیا تھا۔ فن آثار قدیمہ نے عراق عرب کے پرانے ٹیلوں، چٹانوں اور کھنڈرات کو کھود کر دنیا کی قدیم ترین معلومات کے خزانے اہل عالم کے سامنے بکھیر دیئے۔ انھوں نے فن تحریر کی ترقی کے مختلف مراحل سے بھی دنیا کو آگاہ و واقف کیا۔ بعض علما کا کہنا ہے کہ خدا نے قائن کے ماتھے پر جو نشان ثبت کیا کہ جو کوئی اسے دیکھے گا نہ مارے گا، فن تحریر کے وجود کا روز اول تھا۔ یہودی اور عرب کہا کرتے ہیں کہ حضرت حنوک فن تحریر کے موجد ہیں۔ بہرحال یہ ایک روایت ہے۔

پیدائش ۱۰ سے واضح ہے کہ بنی حام میں سے نمرود بن کوش پہلا شخص ہے
جس نے طوفان نوح کے بعد عراق عرب میں بادشاہی قائم کی۔ بابل ارک اکاد اور
کلنہ اس کے شہر تھے۔ اس نے نینوہ کا شہر بھی آباد کیا۔ بنی حام کو تاریخ میں سومیری
قوم کہتے ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے شہر جو بعد میں چھوٹی چھوٹی بادشاہتیں بن گئیں
ایک دوسری سے برسرپیکار رہتی تھیں۔ ان بادشاہتوں کے بادشاہ اپنے
حالات پتھروں پر مٹی کی الواح اور اینٹوں پر جو تحریرات ثبت کرنے کے بعد آگ
میں پختہ کی جاتی تھیں لکھتے تھے۔

فن آثار قدیمہ کے ماہرین نے طوفان نوح کے بعد کے شہروں اکاد، ارک، بابل
کلنہ وغیرہ کو ریت کے ٹیلوں کی تہوں سے کھود نکالا ہے نہ صرف انہیں بلکہ ان
ماہرین نے ان کے مدرسوں اور ان کی عبادت گاہوں کو بھی۔ فن آثار قدیمہ کے ان
اکتشافات میں پتھر کی ایک لوح دستیاب ہوئی ہے جس پر برہنہ مرد و زن کے بیچ ایک
درخت ہے عورت کے پیچھے سانپ آدمی کی طرح سیدھا کھڑا ہو کر اسے درخت کا پھل
کھانے کی ترغیب دے رہا ہے۔ ایک دوسری لوح ملی ہے جس پر ایک تصویر میں
دکھایا ہے کہ مرد و عورت سر جھکائے ایک باغ سے نکل رہے ہیں ان کے پیچھے پیچھے
سانپ بھی باغ سے نکل رہا ہے۔ فن آثار قدیمہ کے یہ اکتشافات الکتاب کے
ابتدائی ابواب کی تصدیق کے لئے کافی ہیں۔ آدم سے لے کر طوفان نوح تک کے
زمانہ کے دس بادشاہوں کا سراغ لگایا گیا ہے جو آدم و سیت و حنوک و متوسلح
کی طرح نہایت طویل العمر ہیں۔ سومیریوں کی اپنی تہذیب تھی ان کے ملکی و سیاسی
اور اخلاقی قوانین تھے۔ طوفان نوح سے حضرت ابراہیم تک یہی قوم برسر عروج
تھی۔

دور حاضرہ کے علما جنہوں نے اس قدیم ترین عہد کی تاریخ الکتاب اور فن

آثار قدیمہ کی روشنی میں مرتب کی ہے وہ کہتے ہیں سومیریوں نے عراق عرب سے
نکل کر مصر میں فراعنہ کی سلطنتیں اور ہندوستان کے شمال مغرب علاقہ یعنی موہنجو دڑو
اور ہڑپہ میں شاندار سلطنتیں قائم کی تھیں یہ قدیم ترین عہد مسیح سے تقریباً ڈھائی ہزار
سال پہلے کا تھا پھر عربستان سے اکادیوں، کسدیوں اور عمالیقیوں نے نکل کر پہلے
عراق عرب اور پھر فلسطین میں اپنی بادشاہتیں قائم کیں۔

حضرت ابراہیم مسیح سے تقریباً دو ہزار دو سو پہلے تھے۔ فن آثار قدیمہ کے ماہرین
نے اُور کو جو حضرت ابراہیم کا شہر تھا ٹیلوں کی تہوں سے کھود کر اسے دنیا کے سامنے
ایک مہذب شہر کے طور پر دکھایا ہے۔ اُور میں حضرت ابراہیم کے عہد میں لائبریریاں
تھیں مدرسے اور عبادت گاہیں تھیں۔ اور تجارت کا مرکز تھا۔ حضرت ابراہیم کا ہم
عصر اکادی بادشاہ حمورابی تھا۔ الکتاب میں اسے امرافیل کہا گیا ہے جو ان چار بادشاہوں
میں سے تھا جنہوں نے لوط پر حملہ کیا اور اسے اسیر کر کے لے گئے حضرت ابراہیم
نے انہیں شکست دی۔ ماہرین نے الکتاب کے اس واقعہ کی تصدیق بھی آثار
قدیمہ کے اکتشافات سے کی ہے حمورابی اپنے کوڈ کی وجہ سے مشہور ہے جو اس
نے ایک اونچے ستون پر کندہ کروا دیا تھا۔ اس کے اخلاقی قوانین میں الکتاب کے
احکام عشرہ کی کا مدھم سا عکس ہے۔ اور حمورابی کا کوڈ سومیری قوم کے اخلاقی
قوانین پر مبنی تھا۔ یہ پیغمبری شریعت کا دور تھا۔ حضرت ابراہیم نے عراق عرب
کے دیگر باشندوں کی طرح ملک فلسطین میں نقل مکانی کی۔ خدا نے ان سے وعدہ کیا
کہ وہ یہ ملک ان کی اولاد کو دے گا۔

حضرت ایوب حضرت ابراہیم سے کچھ عرصہ بعد یا اس سے پہلے ہوئے ہیں۔
حضرت ایوب کی کتاب کے داخلی شواہد اس امر کی تصدیق کرتے ہیں۔ انہوں نے
اپنی کتاب بدست خود مرتب کی اور حضرت موسیٰ نے جب وہ وادی مدیان میں تیرہ

کے ہاں مقیم تھے اسے منظوم کیا۔

ملک مصر

فن آثار قدیمہ کی تحقیقات خروج کے پہلے باب کی تصدیق کرتی ہیں۔ پہلے علماء کہا کرتے تھے کیا پتوم نام کا کوئی شہر مصر میں تھا۔ دور حاضرہ میں فن آثار قدیمہ کے ماہرین کی کدالوں نے پتوم اور رعمسیس کے شہر جو فرعون کے ذخائر کے لئے بنی اسرائیل نے بنائے تھے ٹیلوں کے نیچے سے کھود نکالے ہیں۔ ماہرین نے اس دور کی مصری طرز حیات اور معاشرہ کی جو نشاندہی کی ہے خروج کی کتاب کے مطابق ہے۔ ان فراعنہ نے بنی اسرائیل پر جو ستم و ظلم ڈھائے اور ان سے جبراً جو کام کروائے تھے اور انہوں نے کچی اینٹوں اور رعمسیس کی اینٹوں سے گندم کے جو ذخیرے بنائے [illegible] میں حنوط کر کے لاشیں محفوظ رکھنے کی رسم تھی فن آثار قدیمہ سے پرانے فراعنہ مصر کی ممیز دست یاب ہوئی ہیں جن سے الکتاب کی صداقت پر روشنی پڑتی ہے یہودیوں میں لاشوں کو خوشبوئیں ملنے کی رسم مصریوں سے ماخوذ ہے۔ انہیں حیات بعد الممات کا ہلکا سا تصور سرزمین مصر سے ملا۔

فلسطین

الکتاب میں غزہ، اشقلون، یافا، اشدود، حات، بیرسبع، یریحو، اور یروشلیم، ناصرت، بیت لحم وغیرہ شہروں کے جو نام مذکور ہیں ان سے بھی الکتاب کی تصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اب تک موجود ہیں۔ ریورنڈ جیمس نیل کہتے

ہیں کہ ارض مقدس اور الکتاب ایک دوسری کی تصدیق کرتی ہیں۔ ارض مقدس کی قدیم طرز حیات اور اس کے باشندوں کی عادات اور اوضاع طبعی اور ان کی زبان الکتاب کی تفسیر الہی ہے کیونکہ فلسطین کی قدیم طرز حیات اپنی روشنی سے الکتاب کے معانی کی وضاحت اور گہری حقیقتوں کی صراحت کرتی ہے۔ فن آثار قدیمہ نے ایسے شہروں کے کھنڈرات بھی کھود نکالے ہیں جن کا ذکر الکتاب میں مذکور تھا لیکن اہل جہاں ان سے بے خبر تھے۔

ڈاکٹر ہاسترمان کا کہنا ہے کہ فن آثار قدیمہ سے الکتاب کی صداقتوں پر نیا نور طلوع ہوا ہے۔ مثلاً ڈاکٹر جان گارسٹنگ نے سنہ ۱۹۲۹-۱۹۳۶ء میں یریحو کے کھنڈرات کی کھدائی کی تو اسے ٹھیکریوں اور دوسری چیزوں سے معلوم ہوا کہ یریحو یشوع کی فتوحات کنعان کے دوران یعنی سنہ ۱۴۰۰ ق م تباہ و برباد ہوا تھا اسے کچھ اور بھی تفصیلات دست یاب ہوئیں جن سے حیرت انگیز طریقہ سے یشوع ۶ باب کی تصدیق ہوگئی۔ ڈاکٹر موصوف کا کہنا ہے کہ شہر یریحو کی دیواریں بھونچال سے زمین پر گر پڑی تھیں پھر شہر کو نذر آتش کر دیا گیا تھا۔

اسی طرح عی، بیت ایل، دبیر، لکیس اور جبعون کی کھدائی سے بھی یشوع کی فتوحات کی تصدیق ہوئی۔ یشوع نے یشوع کی کتاب ۱۱ باب کے مطابق یریحو کو جلا دیا۔ ڈاکٹر گارسٹنگ نے راکھ اور ٹھیکریوں سے معلوم کیا کہ یہ شہر سنہ ۱۴۰۰ ق م میں جلایا گیا تھا۔ امارنہ کی لوح جو سنہ ۱۳۸۰ ق م میں شمالی فلسطین سے مصری سفارت خانہ نے فرعون مصر کو بھیجی اور جو آثار قدیمہ کو دست یاب ہوئی ہے جس میں مرقوم تھا شاہ عالی مقام کو یاد رہے کہ حصور اور شاہ حصور کا کیا حشر ہوا۔

نینوہ

سکندر اعظم ۳۳۳ ق م جب شاہ ایران سے جنگ آزما ہونے کے لیے

میدان جنگ آربیلہ کی جانب اپنا لشکر جرار لئے بڑھا جا رہا تھا تو نینوہ کے کھنڈرات کے قریب سے اس کا گزر ہوا لیکن اسے مطلق خبر نہ تھی کہ یہ کھنڈرات کسی عظمت رفتہ کے کھنڈرات ہیں جس کی فتوحات کی شہرت کبھی دنیا میں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ نینوہ کا شہر عظیم جو تقریباً ۲۲۰۰ سال سے بڑے بڑے ٹیلوں کے نیچے دفن تھا، اسے فن آثار قدیمہ کے ماہرین کی مشینوں نے حیاتِ نو بخشی ہے۔ نینوہ کے محلات کی دیواروں پر نینوہ کے بادشاہوں کی تصویریں اور نام کھدے ہوئے تھے ان کی فتوحات کے مختصر حالات ان دیواروں پر کندہ تھے کچھ کتبے بھی ملے لیکن ان تحریرات کو پڑھنا بڑا مشکل تھا تو بھی علماء نے محنت شاقہ سے انہیں پڑھنے میں کامیابی حاصل کر لی جس سے پوشیدہ اسرار ظاہر ہو گئے۔ ان بادشاہوں کے نام سنحریب اور تغلت پلاسر (۲ سلاطین ۱۵:۲۹) اور اسرحدون (۲ سلاطین ۱۹:۳۷) تھے۔

شلمناصر

انہی اشوری آثارِ قدیمہ میں سے شلمناصر کا کتبہ ملا ہے جو اب برطانیہ کے عجائب گھر میں موجود ہے۔ اس کتبہ میں شاہ اسرائیل یاہو شاہ اشور شلمناصر کے سامنے (۲ سلاطین ۹:۲) کے مطابق جھک کر جزیہ ادا کر رہا ہے۔ اس کتبہ کی تحریر سے ثابت ہے کہ شلمناصر نے اپنی زندگی میں ۲۳ حملے غیر ممالک پر کئے تھے۔ یہ تمام امورِ تاریخی الکتاب کی حقانیت پر دلالت کرتے اور الکتاب کو سچا اور برحق ٹھہراتے ہیں۔

سارگون

۲ سلاطین ۱۷:۶ سے ثابت ہے کہ شاہ اشور نے اسرائیل کے دارالخلافہ

سامریہ کو تین سال کے محاصرہ کے بعد فتح حاصل کر کے بہت سے اسرائیلیوں کو اسیر کر کے بیرونی ممالک میں بسایا اور ان کی جگہ دوسرے ملکوں کے باشندوں کو سامریہ میں آباد کیا۔ شلمناصر سامریہ کے محاصرہ کے دوران مر گیا تو اس کی جگہ سارگون اشور کا بادشاہ مقرر ہوا۔ معترضین کہا کرتے تھے کہ شاہان اشور میں سارگون نام کا کوئی بادشاہ نہیں ہوا یہ الکتاب کی تاریخی غلطی ہے۔ لیکن سنہ ۱۸۴۳ء میں فن آثارِ قدیمہ کے ماہر بوٹا (Botta) نے سارگون کے محل کے کھنڈرات کی کھدائی کی تو اسے سارگون کا ایک کتبہ ملا جس پر کندہ تھا۔ میں نے اپنے حملہ کے پہلے سال ہی سامریہ کو فتح کر لیا۔ میں نے ۲۷۲۹۰ باشندوں کو دوسرے ملکوں میں اسیر کر کے دوسرے ملکوں میں بھجوا دیا اور دوسرے ملکوں کے باشندے جو جزیہ ادا نہیں کرتے تھے انہیں سامریہ میں آباد کیا۔

ہم نے الکتاب کی صداقت و حقانیت کے سلسلہ میں فن آثار قدیمہ کے کچھ کارنامے بطور مشتے از خروارے بیان کئے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ الکتاب کے تمام تاریخی واقعات، شہروں کے نام، معاشروں کے حقائق اس فن شریف نے کتبوں، چٹانوں، پتھر اور مٹی کی لوحوں سے عیاں و بیاں کئے ہیں۔ الکتاب کی سچائیوں کے اظہار میں پتھر بھی چلا اٹھے ہیں۔

سائنس

آگ پانی مٹی اور ہوا کی قوتوں اور ان کے خواص کو معلوم کر کے انہیں بنی

نوع انسان کی آسائش و آرام کے لئے استعمال کرنے کا نام سائنس ہے۔ سائنس فلسفہ کی بیٹی ہے اور فلسفہ الہام کی باندی اس لئے سائنس الہام کی کنیز ہے۔ سائنس کا تعلق مادہ سے ہے اور الہام کا روح انسانی اور ذات باری تعالےٰ سے ہے۔

سائنس زمین کا ایک خطہ ہے تو الہام آسمان بیکراں۔ مادہ کو روح سے لونڈی کو شہزادی سے اور زمین کے ایک خطۂ محدود کو آسمان بیکراں سے کیا نسبت۔ پھر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو مادہ کو روح پر باندی کو ملکہ پر اور قطعہ زمین کو آسمان بے بیکراں پر ترجیح دیتے اسے اعلیٰ و اشرف کہتے ہیں اور اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں میرا مدعا یہ کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو سائنس کو الہام سے افضل اور انسان کی بات کو خدا کی بات پر مقدم جانتے ہیں لیکن یہ تو ایک لغزش مستانہ ہے۔

ہر علم کا اپنا ایک محدود دائرہ ہے۔ ہر علم کی اپنی خصوصیات اور مابہ الامتیاز ہیں۔ اگر ایک دائرہ علم کا [illegible] کسی دوسرے دائرہ علم میں اگر اپنے دائرہ علم کے خواص ڈھونڈھے اور اس کی خوبیاں تلاش کرے تو یہ ایک عجیب ستم ظریفی اور ایک طرفہ تماشا ہوگا۔ بے شک الہام روح ہے خوش جمال شہزادی ہے اور ایک آسمان بیکراں ہے تو روح اگر اپنی حقیقت کے بیان کے ضمن میں مادہ سے اور خوش جمال شہزادی اگر اپنی خوش ادائیوں کے سلسلہ میں کبھی اپنی کنیز سے کام لے اور آسمان بیکراں اپنی عظمت و رفعت کے اظہار میں محدود خطۂ زمین کا ذکر کردے تو یہ امر زیبا و خوش آئند ہوگا۔ الکتاب فلسفہ کی کتاب نہیں اس کا مقصود نظر نجات کی ضرورت اور نجات اور معاشرہ کی زندگی اور وصال الٰہی کے حصول کی راہ بتانا ہے تاہم وہ سرراہے گاہے فلسفہ کی جھلکیاں بھی دکھاتی ہے سائنس سے بھی کام لیتی ہے کیونکہ کائنات میں بھی الہام کی ہلکی سی جھلکیاں ہیں۔ اب

الکتاب میں سائنس کی جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

الکتاب کی پہلی آیت ہے خدا نے ابتدا میں زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ پیدائش ۱:۱ یہ آیت کریمہ کائنات کی تخلیق کے سلسلہ میں اجمالاً و اختصاراً تمہید کے طور پر مرقوم ہوئی ہے۔ بعد میں پیدائش کے باب اول میں تخلیق کائنات کی تفصیل بیان ہوئی اور پیدائش ۲ باب اول کے برعکس نہیں بلکہ اسی باب اول کی مزید توضیح کرتا ہے۔ خدا نے ابتدا میں زمین و آسمان کو پیدا کیا اس سے ظاہر و واضح ہے کہ زمین و آسمان یا مادہ، ازلی نہیں نہ دنیا مادہ کی بتدریج ترقی سے خود بخود معرض وجود میں آئی ہے۔ بلکہ مادہ مخلوق و حادث و محدود ہے اور وہ عدم محض سے پیدا کیا گیا اور اس کی تخلیق زمانہ و وقت میں ہوئی۔ اس کی ایک ابتدا ہے اور اس کا ایک خالق ہے اور وہ خالق واحد و لا شریک لہ ہے۔ اس سے اس نظریہ کا ابطال بھی ہو جاتا ہے کہ دنیا خدا کا عین ہے جیسا کہ وحدت الوجود کے علما کہتے ہیں۔ کوئی سائنس دان نہیں کہہ سکتا کہ مادہ ازلی و قدیم ہے وجہ یہ کہ مادہ ہر لحظہ رو بہ تغیر ہے وہ حادث ہے اور جو حادث ہے وہ ازلی و قدیم نہیں اس لئے مادہ ازلی و قدیم نہیں اور جو سائنس دان مادہ کو یا دنیا کو ازلی و قدیم سمجھے وہ سائنس دان نہیں۔

ہربرٹ سپنسر نے کہا ہے کہ دنیا کی ظاہری چیزوں کی پانچ خصوصیتیں ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) امتداد (۲) زمانہ (۳) مادہ (۴) حرکت (۵) قوت۔ ملاچ کا برون نے کہا ہے کہ پیدائش ۱:۱-۲ انہی پانچ خصوصیتوں کو ظاہر و بیان کرتی ہے۔

(۱) ابتدا میں - زمانہ
(۲) خدا نے آسمان و زمین کو پیدا کیا - امتداد
پانیوں پر - مادہ
خدا کا روح - قوت

جنبش کرتا تھا — حرکت۔

پیدائش ۱:۳ میں آیا ہے "اور خدا نے کہا روشنی ہو اور روشنی ہو گئی۔" پیدائش ۱:۱۴ میں ہے "خدا نے کہا کہ فلک پر نیر ہوں کہ رات کو دن سے الگ کریں اور وہ نشانوں اور زمانوں اور دنوں اور برسوں کے امتیاز کے لئے ہوں اور وہ فلک پر انوار کے لئے ہوں کہ زمین پر روشنی ڈالیں اور ایسا ہی ہوا سو خدا نے دو بڑے نیر بنائے۔ ایک نیر اکبر کہ دن پر حکم کرے اور ایک نیر اصغر کہ رات پر حکم کرے اور اس نے ستاروں کو بھی بنایا اور خدا نے ان کو فلک پر رکھا کہ زمین پر روشنی ڈالیں"۔ معلوم ہوا کہ ان تمام آیات میں یعنی پیدائش ۱:۳ اور پیدائش ۱:۱۴-۱۸ میں کوئی اختلاف و تضاد ہرگز نہیں۔ اور نہ ان میں کوئی بات سائنس کے برخلاف ہے۔ خدا نے پہلے دن روشنی پیدا کی اور چوتھے دن سورج چاند اور ستارے پیدا کئے۔ پہلے دن روشنی کا پیدا کرنا امر واجب تھا تاکہ اس سے بعد کی تمام مخلوقات کو زندگی ملے۔ پہلے دن کی روشنی سے متعلق مفسروں نے دو نظریے بیان [illegible] پیدائش ۲:۶ کو نظر انداز نہیں کیا کہ زمین سے کہر اٹھتی تھی اور تمام روئے زمین کو سیراب کرتی تھی۔ الکتاب کے مفسرین کا پہلا نظریہ یہ ہے کہ پہلے دن روشنی جو پیدا کی وہ روشنی یا نور کا کوئی تودہ عظیم تھا۔ کہر گیس دھند اور بخارات اتنے کثیر و شدید تھے کہ نور کا تودہ عظیم ان میں پوشیدہ تھا۔ گو صاف و عیاں طور پر نظر نہیں آ سکتا تھا تاہم روشنی کے تودہ عظیم کی شعاعیں کہر و دھند اور بخارات سے منعکس ہو کر روشنی پھیلا رہی تھیں لہذا تین چار زمانے یا چار دن گزرنے کے بعد سورج چاند اور اجرام فلکی جب بخارات اور گیسوں کی کثرت و شدت میں کمی واقع ہوئی تو نور کے تودہ عظیم سے پھٹ کر علیحدہ ہوئے اور فضا میں معلق ہو کر روشنی دینے لگے۔ اور یہ وہ حقیقت ہے جس سے بڑے بڑے سائنسدان انکار نہیں کرتے تو پھر الکتاب میں سائنس کے برخلاف کون سی چیز ثابت ہوئی۔

دوسرا نظریہ یہ ہے کہ خدا نے پہلے دن ہی سورج چاند ستارے اور ان کے علاوہ سینکڑوں ہزاروں سورج اور چاند پیدا کئے اور ہماری زمین کو جو سورج چاند اور اجرام فلکی منور کرتے ہیں وہ بھی کہر، دھند، گیسوں اور بخارات میں نظر نہ آتے تھے وہ اگرچہ کہر دھند، بخارات کی کثرت و شدت کے باعث نظر نہیں آتے تھے تاہم ان کی روشنی بخارات وغیرہ سے منعکس رہی تھی اور چار دن یا چار زمانوں کے بعد جب بخارات اور کہر اور دھند اور گیسیں غائب ہو گئیں تو سورج چاند اور اجرام فلکی فضا میں صاف طور پر نظر آنے لگے۔ یہ نظریہ بھی سائنس ہی کے مطابق ہے۔ لاریب الکتاب ہرگز کسی فلسفہ و سائنس کے برخلاف نہیں بلکہ اکثر بیدین وہ خوشہ چیں ہیں الکتاب کے۔

چونکہ پہلے دن ہی روشنی کا تودہ عظیم یا سورج چاند اور اجرام فلکی موجود تھے اور زمین اور اس کی حرکت بھی موجود تھی تو اس سے رات دن کا ظہور ناممکنات میں سے نہیں تھا۔ ہم استفسار کرتے ہیں کہ الکتاب کے ان بیانات میں کون سی بات سائنس کے برخلاف ہے؟ کوئی بھی نہیں [illegible] سائنسدان کہتے ہیں تیسرے دن خدا نے کہا کہ زمین گھاس اور بیج دار بوٹیوں اور پھل دار درختوں کو جو اپنی اپنی جنس کے مطابق پھلیں اور زمین پر اپنے آپ ہی میں بیج رکھیں اگائے اور ایسا ہی ہوا۔" پیدائش ۱:۱۱ تو بغیر بارش کے زمین سے گھاس اور بوٹیاں اور درخت کیسے اگنے لگے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ زمین میں قوت نمو ہے اگر تیسرے دن بارش نہیں ہوئی تھی تو بخارات اور کہر اور دھند کی وجہ سے زمین نمی سے محروم نہیں تھی اور اوس بھی ٹپکتی تھی روشنی بھی تھی۔ لہذا تیسرے دن بخارات اور دھند اور شبنم اور روشنی کی وجہ سے گھاس اگی اور کئی قسم کی جڑی بوٹیاں اور پودے بھی اگے۔ آج کل بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بغیر بیج کے کئی قسم کی جڑی بوٹیاں اور

گھاس زمین سے خود بخود اگتی ہے۔ الکتاب اس امر کی وضاحت کرتی ہے کہ زمین یعنی جمادات کے بعد خدا نے نباتات پیدا کی گئیں پیدائش کی یہ آیت کہ زمین پر اب تک کھیت کا کوئی پودا نہ تھا اور نہ میدان کی کوئی سبزی اگی تھی کیونکہ خداوند خدا نے زمین پر پانی نہیں برسایا تھا اور نہ زمین جوتنے کو کوئی انسان تھا" پیدائش ۲ آیت ۵ کے برعکس و برخلاف نہیں کیونکہ ہر طبقہ مخلوقات پیدا ہو کر ترقی و کمال بتدریج حاصل کرتا ہے۔ الکتاب ادنیٰ مخلوقات سے اعلیٰ مخلوقات کی بتدریج تخلیق کا ذکر کرتی ہے اور آخر میں آدم کی تخلیق بیان کرتی ہے۔ کیونکہ ہر اعلیٰ چیز آخر ہی میں آیا کرتی ہے۔ پہلے بے جان چیزوں پھر نباتات پھر بحری و ہوائی جانوروں پھر حیوانات اور ان کے ساتھ آدم کی تخلیق کا بیان ہے۔

کائنات کی تخلیق جو چھ دنوں میں بتدریج ہوئی تو اس سے معلوم و محسوس ہوا کہ کائنات و محدثات میں ایک ترتیب ہے ایک قرینہ اور ایک تسلسل ہے کائنات [illegible] ہے جس سے کائنات کے خالق کی حکمت و دانائی و قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ مزید برآں کائنات کی ہر شے اپنے خالق کا ظہور ہے کیونکہ ہر طبقہ کائنات کی تخلیق سے خالق خوش ہوا اور کہا اچھا ہے کیونکہ ہر طبقہ کائنات میں سے اپنا ظہور نظر آیا اپنی ہی صفات کا عکس دکھائی دیا۔ کائنات اس نے اپنی حکمت و دانائی اور اپنے علم سے پیدا کی۔ دنیا کی چیزوں کو پیدا کرنے کے لیے خدا نے کہا ہو اور وہ ہو گئیں یہی ہے کن فکان اور ہو گیا۔ یہ کلمہ ہے جو ذات متکلم سے صادر ہوا اور جس کلمہ سے اس نے کائنات پیدا کی کلام تکوینی ہے اور وہ خدا کی حکمت و دانائی ہے علم ازلی ہے اور عقل اوّل جس سے کل مخلوقات معرض وجود میں آئیں۔ "ابتدا میں کلام تھا۔ کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔ یہی ابتدا میں

خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہوا ہے اس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر نہیں ہوئی" یوحنا ۱:۳ خدا نے مخلوقات کو اپنے علم یا ازلی کلمہ کے وسیلے سے پیدا کیا اور کلمہ ازلی المسیح ہے۔

چھٹے دن خدا نے حیوانات اور آدم کو پیدا کیا۔ اس سے ثابت ہے کہ آدم یا انسان بھی حیوان ہے۔ آدم کو حیوانات کے طبقہ سے شمار کرتے ہوئے اسے سب سے آخر پیدا کیا یعنی آدم کو حیوانات سے افضل بنایا۔ اس آدم کو پیدا کرنے کے لیے خدا نے کن نہیں کہا بلکہ کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت پر اپنی شبیہ کی مانند بنائیں۔ پیدائش ۱:۲۶ انسان کو خاص طریقے سے بنایا۔ اور خداوند خدا نے مٹی سے انسان کو بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا تو انسان جیتی جان ہوا۔ خدا کی صورت اور شبیہ کلمۃ اللہ المسیح ہے۔ وہ "ندیکھے خدا کی صورت اور تمام مخلوقات سے پہلے مولود ہے" کلسیوں ۱:۱۵ اس نے اگرچہ خدا کی صورت پر تھا۔ فلپیوں ۲:۶۔ معلوم ہوا کلمۃ اللہ المسیح نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا۔ اسے کل مخلوقات کا سرتاج اور حاکم بنایا۔ تمام چیزیں اس کے قبضہ میں کر دی گئیں۔ اگر انسان کلمۃ اللہ کی صورت و شبیہ پر پیدا کیا گیا تو اس کی تخلیق سے پہلے تمام مخلوقات میں بھی کلمۃ اللہ المسیح کی جھلک تھی ہر شے اسی کو ظاہر کرتی تھی۔

بایں ہمہ تخلیق آدم سے پیشتر کی تمام چیزیں آدم کے لیے ہیں لیکن وہ ان کے لیے نہیں اس کا مقصود حیات دنیا کی تمام چیزوں سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ آدم کی تخلیق کے بعد ساتواں دن ہے جس میں کلمۃ اللہ المسیح تخلیق سے فارغ ہوا اور ساتویں دن کو برکت دی اور اس کو مقدس ٹھہرایا۔ چھ دن یا چھ زمانوں میں پیدا شدہ چیزیں آدم کے پیچھے ہیں اور ساتواں دن اس کے سامنے ہے تاکہ آدم کی نظر ساتویں دن پر رہے جو اس کا مقصود حیات ہو۔ ذات باری تعالیٰ کی

معرفت و عرفان کا حصول۔ اس کے آرام میں داخل ہونا۔ نجات اور ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنا ہی کا مطمع نظر ہے۔ ساتویں دن کی کوئی رات نہیں۔ اس کا کوئی خاتمہ نہیں وہ ابدی فرح انسان کی تخلیق کا مقصد ہے۔ ساتواں دن آسمانی کنعان ہے جس میں تمام مومنین نے داخل ہونا ہے جو سائنس کی گرفت سے بالاتر ہے۔

الحاصل آدم یا انسان مٹی سے پیدا ہوتا ہے وہ کلمۃ اللہ المسیح کی صورت و شبیہ پر مخلوق ہوا۔ مادہ اور کائنات سے اس کا تعلق ہے تو کلمۃ اللہ کے وسیلہ سے خدا سے بھی اس کا تعلق ہے۔ وہ جسم ہے تو روح بھی ہے اور یہ روح ہی کلمۃ اللہ کی شبیہ ہے جس کی وجہ سے انسان طائر لاہوتی ہے دنیا کی چیزوں کے حصول میں جس کی پرواز میں کوتاہی نازیبا و نامناسب ہے۔

ساتویں دن خدا نے تخلیق کے کام سے فراغت پائی یا ساتویں دن اس نے آرام کیا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا یا کلمۃ اللہ المسیح کام کرتے کرتے تھک [illegible] سے خارج ہو گیا۔ صرف تخلیق کائنات ہی اس کا کام نہیں اس کے علاوہ اور کام بھی ہیں میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بیٹا (کلمۃ اللہ المسیح) آپ سے کچھ نہیں کر سکتا سوا ان کے جو باپ کو کرتے دیکھتا ہے کیونکہ جن کاموں کو وہ کرتا ہے انہیں بیٹا (کلمۃ اللہ) بھی اسی طرح کرتا ہے۔ اس لئے باپ (اقنوم اول) بیٹے (کلمۃ اللہ) کو عزیز رکھتا ہے اور جتنے کام خود کرتا ہے اسے دکھاتا ہے بلکہ ان سے بھی بڑے کام اسے دکھائے گا۔ یوحنا ۵ میں اور باپ اب تک کام کرتے ہیں یوحنا۔ اب ان حقائق سے کہ خدا نے مٹی سے آدم کو پیدا کیا اور اسے اشرف المخلوقات پیدا کیا۔ اور یہ کہ انسان جسم و جان اور روح سے مرکب ہے اور اس کا مقصد حیات معرفت و عرفان الٰہی ہے، کوئی سائنس دان انکار نہیں کرتا۔ اور پھر اس حقیقت کی تکذیب سائنس کے بس کی

بات نہیں کہ خدا نے کائنات اپنے ازلی علم یا ازلی کلمہ سے خلق کی۔

آدم کے لئے ساتواں دن بھی ہے اور سات کا عدد کاملیت کو ظاہر کرتا ہے۔ دنیا کی چیزوں کی تسخیر و حصول اور عرفان الٰہی ہی سے آدم کامل انسان ہوتا ہے لیکن صرف دنیا ہی کا ہو کر رہ جانا اس کی تخلیق کا مقصد نہیں بلکہ اس سے اعلیٰ و افضل مقصد اس کا خدا کے سبت میں یا خدا کے آرام میں داخل ہونا ہے۔ چھ دنوں میں پیدا شدہ کائنات میں روحانیت نہیں صرف دنیا ہی دنیا ہے۔ چھٹے دن حیوانات کے حکمران و سرتاج کے طور پر آدم کو پیدا کرنا ساتویں دن کو لازم و واجب ٹھہراتا ہے تاکہ یہ حقیقت ثابت ہو جائے کہ کامل خدا نے جس دنیا کو پیدا کیا وہ اپنے طور پر کامل ہے۔

بیان مافوق میں ہم نے دیکھا کہ خدا نے ہو یا کن کے وسیلہ سے کائنات کو پیدا کیا اور کن خدا کا کلمہ ہے جو خدا کی ذات سے صادر ہوا گویا کلمہ یا کلام تکوینی جو کلام نفسی اور کلام شخصی بھی ہے کائنات کی علت محدثہ ہے جس کا تعلق و اضافت [illegible] متکلم یا خدا علت مفیدہ ہے جس سے علت محدثہ کا صدور ہوا۔ کائنات کو برقرار اور قائم و دائم رکھنے کے لئے علت مبقیہ بھی ہے جسے زندگی و حیات اور روح القدس کہتے ہیں۔ اور علت مفیدہ اور علت محدثہ اور علت مبقیہ ہر سہ ایک ہی علت کاملہ ہے اس بیان کو یوں بھی بیان کر سکتے ہیں خدا وجود حقیقی ہے جو ازلی علم یا کلام کے بغیر نہیں اور وجود حقیقی اور ازلی علم یا کلام ازلی زندگی یا حیات کے بغیر نہیں۔ اور وجود ازلی اور کلام ازلی اور حیات ازلی ہر سہ ایک خدا ہے۔ اور دنیا کی ہر شے جو خدائے واحد کی مخلوق ہے وجود اور شعور اور زندگی کے بغیر نہیں حتیٰ کہ ایک پتھر بھی وجود، شعور اور زندگی کے بغیر نہیں گو اس کا وجود و شعور و حیات اتنی واضح نہ ہے کیونکہ پتھر پر بھی شیئت کا اطلاق ہوتا ہے۔ مراد یہ کہ دنیا کی کوئی شے [illegible] معنی

نہیں اور نہ کائنات میں وحدت محضہ کی کہیں کوئی جھلک نظر آتی ہے۔ اور سائنس دان تو ایک ذرّہ یا ایٹم کی وحدت میں بھی الیکٹرون اور پروٹون اور نیوٹرون تسلیم کرتے ہیں۔ خدا کی صفت خالقیت اس سے سلب نہیں ہوئی وہ ہر آن صدائے کن سے دنیا کی چیزوں کو پیدا کرتا ہے اور اس کا روح کائنات میں موج زن رہتا ہے۔ اور دنیا کی ہر شے ہر گھڑی اپنے وجود اور اپنے شعور اور اپنی زندگی کا اثبات کرتی رہتی ہے۔

دن

عبرانی میں دن کے لئے یوم کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یوم کے معنی روشنی اور تجلی بھی ہے۔ چوبیس گھنٹوں کا دن ہے اور بارہ گھنٹوں کا بھی یوم (دن) کے معنی زمانہ یا دور یا عہد ہے (یوم) دن ایک گھڑی یا ایک گھنٹے کو بھی کہتے ہیں۔ الکتاب میں دن کئی معنوں میں استعمال ہوا۔

الکتاب سے ظاہر ہے کہ جو آدم روحانی و اخلاقی اعتبار سے اتنا بلند ہوا کہ خدا کی حضوری اور باغ عدن میں رہنے کے لائق ہوا اس سے لے کر یسوع المسیح کے مجسّم ہونے تک چار ہزار سال کا عرصہ بیان کر سکتے ہیں اس آدم سے پیشتر دنیا ہزارہا لاکھوں سالوں میں پیدا ہوئی۔ کیونکہ لفظ یوم، عرصہ دراز اور زمانہ طویل کیلئے بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ مزید برآں الکتاب ہر طبقہ مخلوقات کی بتدریج ترقی و کمال پر دلالت کرتی ہے۔ خودرو گھاس اور جڑی بوٹیوں سے لے کر باغ عدن کے لگائے جانے تک نباتات کی ترقی و کمال ثابت ہوتا ہے۔ چھٹے دن میں حیوانات سے لے کر تخلیق آدم تک کا سلسلہ

بھی اسی حقیقت کی وضاحت کرتا ہے۔ چھ دنوں کی تخلیق میں ایک ترتیب اور ایک قرینہ ہے ادنیٰ مخلوقات سے شروع ہو کر کار تخلیق آدم تک ختم ہوتا ہے۔ پہلے دو دنوں میں بے جان چیزوں کی تخلیق ہوئی۔ تیسرے دن نباتاتی زندگی کا آغاز ہوا پانچویں دن بحری و بری جانور پیدا ہوئے اور چھٹے دن حیوانات اور آدم پیدا ہوا۔ اور ہر دن زمانہ طویل پر دلالت کر سکتا ہے۔ لہٰذا بعض سائنس دانوں کا یہ اعتراض کہ دنیا ہزاروں لاکھوں سالوں میں پیدا ہوئی اور الکتاب اس کی تخلیق کا عرصہ چھ دن بتاتی ہے اور یہ کہ الکتاب کے آدم سے پہلے زمانوں کے انسانوں کی ہڈیاں دستیاب ہوئی ہیں جو الکتاب کے بیان کی تکذیب کرتی ہیں الکتاب کے انداز بیان اور عبرانی کے لفظ یوم پر غور [illegible] معانی و تحقیق نہ کر لینے کا نتیجہ ہے۔ الکتاب کا انداز بیان مثالی ہے۔ امام غزالی [illegible] نے کہا خدا نے دنیا کو کن تعالیٰ سے نہیں کن حال سے پیدا کیا اور اسی سے خدا کی قدرت علیٰ طور پہ ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ نے تخلیق کائنات کا حال جو لکھا اس کے تین ذرائع تھے۔ (۱) پہلا [illegible] اقوام کے کتبے اور الواح جن پر تخلیق کائنات کا حال مندرج تھا [illegible]

۔ اقوام قدیمہ کے اس بیان تخلیق میں بہت سی باتیں صحیح تھیں اور کچھ غیر صحیح۔

حضرت ایوب کی کتاب اسی طرح حضرت موسیٰ کو دستیاب ہوئی تو آپ نے اسے منظوم کیا۔ حضرت موسیٰ نے اقوام قدیمہ کے مواد کی صحیح باتوں کو روح القدس کی تحریک سے منتخب کیا۔

(۲) ملک صدق جو عہد قدیم سے تعلق رکھتا تھا حضرت ابراہیم سے ملاقی ہوا جس کے توسط سے آپ کو تخلیق عالم کا حال معلوم تھا پھر یہی بیان تخلیق حضرت ابراہیم سے حضرت اضحاق تک اور حضرت اضحاق سے حضرت یعقوب تک اور پھر ان کے بارہ بیٹوں تک اور ان سے حضرت موسیٰ تک پہنچا۔

(۳) خدا نے حضرت موسیٰ پر بذریعہ الہام تخلیق کائنات کے حالات چھ دنوں میں بالترتیب علم رویا میں رکھا دیئے جنہیں حضرت موسیٰ نے روح القدس کی تحریک سے قلمبند کیا حضرت موسیٰ نے جو چھ دن میں تخلیق کائنات بیان کی تو ان چھ دنوں سے چھ زمانے مراد ہو سکتے ہیں۔ زبور ۹۰:۴ اور ۲ پطرس ۳:۸ میں ہے "تیری نظر میں ہزار دن ایسے ہیں، جیسے کل کا دن جو گزر گیا" "خدا کے نزدیک ایک دن ہزار برس کے برابر ہے اور ہزار برس ایک دن کے برابر" یوایل ۲:۲۸ اور اعمال ۲:۱۷ میں المسیح کی آمد اول سے لے کر آپ کی آمد ثانی تک کے عہد کو دن کہا گیا ہے اور ۲ تھسلنیکیوں ۲:۲ میں المسیح کے آمد ثانی کے بعد کے زمانہ کو دن کہا گیا ہے۔ دن کی ایسی صورت حال کے پیش نظر کسی سائنس دان کے لئے الکتاب کی تخلیق کائنات کے بیان سے متفق کوئی جائے دم زدن نہیں۔ سائنس کے کئی حقائق الکتاب ہی سے ماخوذ ہیں سائنس دان کو اس حقیقت کے اقرار سے کوئی مفر نہیں ملتا ہے۔

(۱)

آدم کو مٹی سے پیدا کیا

دور حاضرہ میں سائنس نے معلوم کیا ہے کہ انسان کا جسم مندرجہ ذیل عناصر سے مرکب ہے (۱) آکسیجن (۲) ہیڈروجن (۳) نیٹروجن (۴) سیلیکون (۵) فنیشیا (۶) سوڈیم (۷) فاسفورس (۸) کربون وغیرہ سے ان میں سے کبھی کوئی چیز بھی انسان کے جسم سے کوئی مشابہت نہیں رکھتی اور ان تمام چیزوں کی حقیقت خاک ہے جسم انسانی مٹی یا خاک سے ظاہراً کوئی مشابہت نہیں رکھتا اور حضرت موسیٰ بہ حیثیت بشر نہیں جانتے تھے کہ آپ کا جسم اور زمین کی مٹی ایک ہی شے ہے تاہم آپ نے الہام سے آگاہی حاصل کر کے لکھا کہ خدا نے زمین کی مٹی سے آدم کو پیدا کیا۔ سائنس نے جسم انسانی کی تحلیل سے اس کے جو مندرجہ بالا عناصر معلوم کئے کہ ان سب کی حقیقت خاک ہے الکتاب کی صداقت پر گواہی دے دی۔

۲- انسان

تھسلنیکیوں ۵:۲۳ سے ظاہر ہے کہ انسان روح اور جسم اور جان سے مرکب ہے واعظ ۱۲:۷ سے مترشح ہے کہ موت کے وارد ہونے پر خاک خاک سے جا ملے گی جس طرح آگے ملی ہوئی تھی اور روح خدا کے پاس جس نے اسے دیا تھا، واپس جائے گی۔

(۳)

علم الجیولوجی

جیولوجی (GEOLOGY) زمین کے طبقات کے علم کو کہتے ہیں۔ اس علم میں زمین کے طبقات اور جو چٹانیں ہیں ان کی ترتیب کی وجوہات اور ان کے ارتقا کی تاریخ سے بحث کی جاتی ہے۔ اس علم کو الکتاب کے پہلے باب سے جو تخلیق کائنات سے متعلق ہے اس قدر مشابہت ہے کہ یہی معلوم و محسوس ہوتا ہے کہ جیولوجی (سائنس) الکتاب سے ماخوذ ہے۔

بے ترتیب مادہ

زمین ویران اور سنسان تھی اور گہراؤ کے اوپر اندھیرا تھا اور خدا کی روح پانی کی

سطح پر جنبش کرتی تھی۔ پیدائش ۲/۱ عبرانی میں بوہو اور تھوہو کے الفاظ مستعمل ہیں جن کے معنی بغیر شکل وصورت اور خالی کے ہیں جس سے مراد ہے زمین بے ترتیب مادہ کی صورت میں تھی اس کے ساتھ گہرے پانی تھے جن پر تاریکی چھائی ہوئی تھی اور خدا کی روح پانی پر۔ پانیوں پر جنبش کرتی تھی یعنی خدا کی روح پانی کو رنگ ذائقہ اور زندگی بخش قوت عطا کر رہی تھی۔ جامد اور سیال عناصر باہم ملے جلے تھے۔ ہر طرف عدم انتظام کا عالم تھا۔ جیولوجسٹ بھی یہی کہتے ہیں کہ زمین بے ترتیب مادہ کی صورت میں تھی اور ٹھوس اور پانی کی طرح بہنے والی عنصر ملے جلے تھے۔

۲۔ نور

خدا نے کہا روشنی ہو اور روشنی ہوگئی پیدائش ۳/۱ جیولوجسٹ یہی نظریہ پیش کرتے ہیں کہ اس عدم انتظام اور بے ترتیب مواد کے بعد روشنی معرض وجود میں آئی۔

۳۔ آسمان و زمین

جیولوجسٹ کی تحقیق یہ ہے کہ اوپر کے اور نیچے کے بخارات کثیف ہوگئے۔ نیچے کے بخارات پانی میں تبدیل ہوگئے اور اوپر کے بخارات بادل اور گھٹائیں بن گئے۔ اور سمندروں کے پانیوں اور بادلوں اور گھٹاؤں کے درمیان فضا پیدا ہوگئی اور سمندروں کے پانیوں سے خشک زمین ظاہر ہوئی۔ الکتاب میں ہے "اور خدا نے کہا کہ پانیوں کے درمیان فضا ہو تا کہ پانی پانی سے جدا ہو جائے" اور خدا نے کہا کہ آسمان کے نیچے کا پانی ایک جگہ جمع ہو کہ خشکی نظر آئے اور ایسا ہی ہوا۔ اور خدا نے خشکی کو زمین کہا اور جو پانی جمع ہو گیا تھا اس

کو سمندر" پیدائش ۱۰/۱ صاف عیاں ہے کہ آسمان و زمین کی تخلیق کے سلسلہ میں، جیولوجسٹوں کے اور الکتاب کے بیانات میں کوئی فرق واختلاف نہیں۔

(۴)

نباتات

"خدا نے کہا کہ زمین گھاس اور بیج دار بوٹیوں کو اور پھل دار درختوں کو جو اپنی اپنی جنس کے موافق پھلیں اور جو زمین پر اپنے آپ ہی میں بیج رکھیں اگائے" پیدائش ۱۱/۱ جیولوجسٹ بھی یہی کہتے ہیں کہ خشک زمین جو پانیوں پر بنی تھی اس پر گھاس بوٹیاں اور درخت اگنے لگے۔

(۵)

حیوانات

جیولوجسٹ اس نظریہ پر متفق ہیں کہ نباتات کے بعد سب سے ادنیٰ درجے کے حیوانات پیدا ہوئے بعد ازاں بتدریج اعلیٰ درجے کے حیوانات معرض وجود میں آئے۔ آخر میں انسان پیدا ہوا۔ الکتاب بھی حیوانات کی بتدریج ترقی اور آخر میں انسان کی تخلیق کا ذکر کرتی ہے۔ تخلیق کائنات کے جو درجات الکتاب بتدریج بیان کرتی ہے بالکل وہی درجات جیولوجسٹ بیان کرتے ہیں۔

(۶)

چاند میں روشنی نہیں

آج سے ہزاروں برس پیشتر جب اقوام قدیمہ چاند کی روشنی اور خوبصورتی

کی وجہ سے اس کی پرستش کرتی تھیں، حضرت ایوب نے جو حضرت ابراہیم کے تقریباً ہم عصر تھے کہا، "دیکھ چاند میں بھی روشنی نہیں۔" ایوب ۲۵:۵ دورِ حاضرہ کے سائنس دان کہتے ہیں کہ چاند میں ذاتی روشنی نہیں اس میں سورج کی روشنی منعکس ہوتی ہے۔

(۷)

زمین فضا میں معلق ہے

اسی طرح سائنس دان زمین کے بارے میں یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ زمین فضا میں معلق ہے لیکن حضرت ایوب نے صدیوں پیشتر کہا "اور وہ زمین کو فضا میں لٹکاتا ہے۔" ایوب ۲۶:۷

(۸)

زمین گول

ان ماہرین کو مدتوں پہلے [illegible] زمین گول ہے تو لوگ اس کے برخلاف ہو گئے۔ اسے کافر و ملحد کہا اور اسے قید کر دیا۔ لیکن یسعیاہ نبی نے گلیلیو سے دو ہزار سال پیشتر کہا، "وہ محیطِ زمین پر بیٹھا ہے اور اس کے باشندے ٹڈیوں کی مانند ہیں" یسعیاہ ۴۰:۲۲۔

۹

بارش کی وجہ

"کیونکہ وہ پانی کے قطروں کو اوپر کھینچتا ہے جو اسی کے بخارات سے مینہ

کی صورت میں ٹپکتے ہیں، جن کو افلاک انڈیلتے اور انسان پر کثرت سے برساتے ہیں۔ ایوب ۳۶:۲۷-۲۸

(۱۰)

چوپائے اور طوفان

"چوپائے بھی طوفان کی آمد بتاتے ہیں۔" ایوب ۳۶:۳۳

(۱۱)

روشنی کی رفتار

"وہ اپنی بجلی کو زمین کی انتہا تک بھیجتا ہے اس کے بعد رعد کی آواز آتی ہے۔" ایوب ۳۷:۳-۴ موجودہ زمانہ کے سائنس دان بھی کہتے ہیں کہ روشنی سب سے زیادہ تیز رفتار ہے۔

(۱۲)

آسمان کی اونچائی

آسمان کی اونچائی اور زمین کی گہرائی اور بادشاہوں کے دل کی انتہا نہیں ملتی۔ امثال ۲۵:۳

(۱۳)

تغیر و تبدل

کیونکہ دولت سدا نہیں رہتی اور کیا تاجوری پشت در پشت رہتی ہے؟
"سوکھی گھاس جمع کی جاتی ہے پھر سبزہ نمایاں ہوتا ہے" امثال ۲۷:۲۵ "حسن دھوکا ہے اور جمال بے ثبات ہے" امثال ۳۱:۳۰ .

(۱۴)

سورج اور چاند کی تاثیرات

"سورج کے پکائے ہوئے بیش بہا پھل اور چاند کی اگائی ہوئی بیش قیمت چیزیں اور قدیم پہاڑوں کی بیش قیمت چیزیں" پیدائش ۳۳:۱۴-۱۵ .

(۱۵)

افلاک کا نور

"ابھی تو آدمی اس نور کو نہیں دیکھتے جو افلاک پر روشن ہے" ایوب ۳۷:۲۱ ۔

سائنس دان کہتے ہیں کہ ہماری زمین کے اجرام فلکی کے علاوہ اور بھی اجرام فلکی ہیں جو ہماری نگاہ کی دوربین سے کہیں دور ہیں ہزاروں سورج اور سینکڑوں چاند ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے۔ ستارے اور سیارے مختلف بلندیوں میں معلق ہیں جو مختلف بلندیوں اور متفرق مقامات پر روشن و تاباں ہیں جن میں سے بعض کی روشنی تین سو سال کے بعد بعض کی روشنی دو سو کے بعد بعض کی ایک سو سال کے بعد ہماری دنیا تک پہنچتی ہے اور نور کی وحدت کے سمندر میں مل جاتی ہے جو فضا میں موجود ہے۔ اور بعض سیارے اور بعض ستارے ایسے بھی ہیں جن کی روشنی ہماری دنیا تک ابھی تک نہیں پہنچ سکی۔ سائنس نے ہزاروں برس کے بعد حضرت ایوب کے اسی الہام کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ ابھی

تو آدمی اس نور کو نہیں دیکھتے جو افلاک پر روشن ہے۔

(۱۶)

تمام کائنات میں ایک نظام کارفرما ہے

"روشنی کس طریق سے تقسیم ہوتی ہے یا مشرقی ہوا زمین پر پھیلائی جاتی ہے۔ سیلاب کے لئے کس نے نالی کاٹی یا رعد کے لئے راستہ تاکہ اسے غیر آباد زمین پر برسائے اور بیابان پر جس میں انسان نہیں بستا تاکہ اُجڑی اور سوکھی زمین کو سیراب کرے اور نرم نرم گھاس اُگائے۔ کیا بارش کا کوئی باپ ہے یا شبنم کے قطرے کس سے تولد ہوئے۔ یخ کس کے بطن سے نکلا اور آسمان کے سفید پالے کو کس نے پیدا کیا۔ جو پانی سا ہو جاتا ہے اور گہراؤ کی سطح جم جاتی ہے۔ کیا تو عقد ثریا کو باندھ سکتا ہے یا جبار کے بندھن کو کھول سکتا ہے؟ کیا تو منطقۃ البروج کو اس کے وقتوں پر نکال سکتا ہے؟ یا بنات النعش کی ان کی سہیلیوں کے ساتھ رہبری کر سکتا ہے؟ کیا تو آسمان کے قوانین کو جانتا ہے اور زمین پر اس کا اختیار قائم کر سکتا ہے؟" ایوب ۳۸:۲۴-۳۳ ۔

دو اعتراض اور ان کے جواب

معترض نے کتاب کی ان دو آیات کو ہدف اعتراض بنایا "اور خدا نے کہا کہ پانیوں کے درمیان فضا ہو تاکہ پانی سے پانی جدا ہو جائے پس خدا نے فضا کو بنایا اور فضا کے نیچے کے پانی کو فضا کے اوپر کے پانی سے جدا کیا اور ایسا ہی ہوا"۔ پیدائش ۱:۶-۷ طوفان نوح کے سلسلہ میں وارد ہوا "بڑے سمندر کے سب سوتے پھوٹ پڑے اور آسمان کی کھڑکیاں کھل گئیں"۔ پیدائش ۷:۱۱ اور کہا کہ فضا کے نیچے کے پانی

کے علاوہ فضا یا آسمان کے اوپر پانی کیسے ہو سکتا ہے؟ اور چالیس دن رات کی بارش کے علاوہ آسمان کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ ہاں ہم کہتے ہیں کہ بارش اور سمندر کے پانی کے علاوہ آسمان کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ یعنی پانی جو فضا یا آسمان کے اوپر تھا وہ بھی برسا۔ آسمان کی کھڑکیوں سے یہ مراد نہیں کہ درحقیقت آسمان کی بھی کھڑکیاں ہیں یہ مفہوم ہی کا ادیبانہ انداز بیان ہے۔

اس سے کسی کو انکار نہیں کہ زمین پانیوں پر قائم ہے جن سے سمندروں کے سوتے پھوٹتے ہیں اگر پیدائش پہلا کا ایک جزو صحیح ہے تو دوسرا جزو کہ آسمان کے اوپر بھی پانی ہیں صحیح و درست ہے۔ مورخ یوسیفس نے اور مورخ یوسی بس نے بھی اپنی اپنی تاریخ کی کتابوں میں بابل کے مورخ بیروسس کے اقتباسات مندرج کئے ہیں جو الکتاب میں تخلیق کائنات اور طوفان نوح کے [illegible] بیروسس نے اپنی تاریخ قدیم بابل میں بعل دیوتا کے پرانے مندر میں قدیم الواح کی تحریرات کی روشنی میں مرتب کی تھی۔

برٹش میوزیم کے مسٹر جی سمتھ نے ۱۸۷۲ء میں نینوہ کے آثار قدیمہ سے پتھر کی قدیم الواح دستیاب ہوئیں جو بیروسس کی تاریخ سے بھی قدیم تر تھیں۔ ان الواح کی تحریرات الکتاب کے بیان کردہ تخلیق آسمان و آب اور طوفان نوح کے حالات کی تصدیق کرتی ہیں۔

الکتاب یہ نہیں کہتی کہ آسمان کوئی ٹھوس چیز ہے۔ آسمان سے مراد بلندی ہے۔ آسمان کے لغوی معنی ہیں وہ جو چکی کی مانند گھومے۔ یونانی اور عرب فلاسفر آسمان کو متحرک مانتے تھے۔ الکتاب نے اس فاسد عقیدہ کو نیچا اور اوپر کے پانیوں کو اور نیچے کے پانیوں کو جدا کرتا ہے۔ فضا کہا ہے۔ موجودہ زمانہ کے سائنسدانوں نے

جدید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ افلاک میں کچھ سیارے وغیرہ ہیں جن میں آبادی کے نشانات ہیں ان میں سمندر بھی ہیں دریا اور نہریں بھی اور نباتات بھی۔ معلوم ہوا کہ اقوام قدیمہ کے کتبوں اور الواح اور دور حاضرہ کے سائنس دانوں نے الکتاب کے بیان کی کہ آسمان کے اوپر پانی ہیں، تصدیق و توثیق کی ہے۔

دوسرا اعتراض

حضرت یشوع نے جنگ جبعون میں کہا۔ اے سورج! تو جبعون پر اور اے چاند تو وادی ایالون پر ٹھہرا رہ اور سورج ٹھہر گیا اور چاند رکا رہا۔ جب تک قوم نے اپنے دشمنوں سے اپنا انتقام نہ لے لیا (یشوع ۱۰: ۱۲، ۱۳)

اور اس واقعہ کی تصدیق میں آشر کی کتاب میں لکھا ہے "اور سورج آسمان کے بیچوں بیچ ٹھہرا رہا اور تقریباً سارے دن ڈوبنے میں جلدی نہ کی اور ایسا دن نہ کبھی پہلے ہوا اور نہ اس کے بعد جس میں خداوند نے کسی آدمی کی بات سنی ہو (یشوع ۱۰: ۱۴)۔ معترض کہتا ہے سورج ساکن اور زمین متحرک سورج کیسے رک گیا۔

آفتاب کا طلوع و غروب اور آسمان میں اس کا حرکت کرنا حسی چیزیں ہیں۔ کائنات کی تخلیق کے بعد سے انسان سورج کے طلوع و غروب اور حرکت کو ظاہری طور پر ایسا ہی دیکھتا رہا ہے۔ سورج کا ٹھہر جانا ایک معجزہ جو ایمان کی پختگی اور ایمان پیدا کرنے کے لئے ظاہری چیز ہے۔ جدید تحقیق کے اعتبار سے سورج ساکن ہے اور زمین اس کے گرد گردش کرتی ہے۔ ایک گردش میں وہ اپنے محور کے گرد گھومتی ہے جس سے دن رات پیدا ہوتے ہیں اور دوسری گردش میں وہ آفتاب کے گرد گھومتی ہے جس سے موسم تبدیل ہوتے ہیں۔ معجزہ میں خدا نے زمین کی حرکت کو روک لیا جس سے سورج بھی رکا ہوا اور

ساکن دکھائی دیا۔ اور لوگ جو ہر روز آفتاب کو متحرک دیکھتے ہیں ان کے لیے
زمین کی حرکت کے رک جانے سے سورج کا رک جانا ایک معجزۂ عظیم ہے۔
حق تعالےٰ حکیم و قدیر ہے۔ اس کے معجزات سائنس کی دنیا سے بالاتر ہیں۔
پس اعتراض برائے اعتراض ہے جو بالکل بے بنیاد ہے۔ حضرت یشوع
نے ۱۴۰۰ ق۔م ملک کنعان میں فتوحات عظیمہ حاصل کیں۔ علم نجوم کے
ماہرین ۱۴۰۰ ق۔م میں ایک دن کی کمی کا دعوےٰ کرتے ہیں۔

عقاید

الکتاب (بائیبل) میں بیان کردہ عقاید میں گہری حقیقتیں اور عمیق صداقتیں پنہاں ہیں۔
ان تمام عقاید کے مفہوم منفی نہیں بلکہ ثبوتی ہیں۔ اور تمام کائنات ان کی حقانیت پر زبان
حال سے گواہی و شہادت دیتی ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب قدیمہ جو کائنات کے حقائق کی
روشنی میں دنیا کے اعلےٰ مفکروں نے وضع کئے ان کی تصدیق و تائید کرتے ہیں۔ الکتاب
کے تمام عقاید الہامی ہونے کی وجہ سے گو فلسفہ سے بالاتر ہیں تاہم وہ فلسفہ کے برخلاف
ہرگز نہیں بلکہ قدیم و جدید فلسفے ان کی پشت پناہی کرتے اور سائنس کی رفعتیں ان کی بھلائی
کا [illegible] الکتاب (بائیبل) من جانب اللہ ہے۔ وہ اللہ کی کتاب کامل ہے
اس کی حقانیت والہامیت اظہر من الشمس ہے۔ اب ہم تمام وہ عقاید جو الکتاب میں بیان
ہوئے ہیں تدریجاً بیان کریں گے۔

۱۔ توحید

الکتاب (بائیبل) اللہ کی توحید کا لاثانی بیان ہے۔ توحید کی تعلیم اس کے ہر انداز سے
عیاں ہے اگر توحید کو الکتاب سے خارج کردیا جائے تو وہ مردہ جسم کی مانند ہو جائے جو
بغیر روح کے ہوتا ہے، اور وہ اس روح کی مانند ہو جائے جو شعور سے خالی و محروم ہو الغرض
توحید الکتاب کی روح رواں ہے۔

الکتاب نے جہاں توحید کی جگہ جگہ تلقین کی ہے وہاں اس نے توحید کی توضیح و تشریح بھی کر دی ہے کہ توحید کیوں توحید ہے اور وہ کونسی کثرت کی نسبت و اضافت سے ہے الغرض الکتاب (بائبل) توحید فی التثلیث یا تثلیث فی التوحید کی وضاحت و صراحت کرتی ہے۔ الکتاب تین خداؤں یا تثلیث کی تردید کرتی ہے بلکہ وہ اس حقیقت کو بیان و عیاں کرتی ہے کہ اللہ کی ذات جو اس کے وجود کا عین ہے ازلی علم اور ازلی حیات کے بغیر نہیں یا بالفاظ دیگر اللہ کی ذات جو انسانی فہم و ادراک سے بالاتر ہے وہ اپنے ازلی کلمہ اور ازلی روح القدس کے بغیر نہیں۔ اللہ کی ذات جو اس کے وجود کا عین ہے اور اس کا ازلی علم یا ازلی کلمہ لازم و ملزوم ہیں اور اس کا ازلی وجود اور ازلی کلمہ اس کی ازلی حیات یعنی روح القدس میں واحد اور "احد" ہو جاتے ہیں۔ مراد یہ کہ اللہ کی ذات کی وحدت باپ بیٹے اور روح القدس کی کثرت کی نسبت سے ہے۔ اور یہ نسبت و اضافت خارجی کثرت یعنی اشیائے کائنات کی کثرت کی نسبت سے نہیں ورنہ اس کی وحدت ذاتی محدود و ناقص متحقق و ثابت ہو گی۔ اس لئے اللہ کی وحدت یا توحید ذاتی کو اس باطنی کثرت یعنی باپ۔ بیٹے اور روح القدس کی کثرت سے نسبت و اضافت ہو گی جو ذات الٰہی کے بطون میں موجود ہے۔ اور چونکہ یہ باطنی کثرت بے نظیر و بے مثال ہے اس لئے اللہ کی ذات واحد بے مثل و بے ہمتا اور بے نظیر [illegible] ہے۔ اور مراد باپ، بیٹے اور روح القدس سے احد کا ازلی وجود، ازلی کلمہ یا علم اور ازلی حیات ہے۔

چنانچہ اللہ کی ذات اس کے وجود کا عین ہے اور اس کا وجود بغیر علم و کلمہ کے نہیں۔ اور اس کا وجود اور کلمہ یا علم بغیر حیات کے نہیں۔ مسیحی علم الکلام میں اللہ کی ذات یا وجود کو باپ کہتے ہیں کیونکہ وہ کلمہ یا علم اور حیات کا سرچشمہ ہے اور ان دیکھا اور ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ انسانی عقلیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ ازلی کلمہ یا علم کو بیٹا کہتے ہیں کیونکہ وہ ازل میں وجود ازلی یعنی باپ سے صادر و ظاہر ہوا۔ اللہ کی حیات ازلیہ ہیں وجود و علم جدا جدا نہیں۔ اللہ جس طرح کلمہ و علم کے بغیر نہیں اسی طرح وہ حیات یا روح القدس کے بغیر نہیں۔ اللہ کے وجود اور کلمہ یا علم اور حیات یعنی باپ۔ بیٹا اور روح القدس میں تقدم و تاخر نہیں۔ یعنی وہ تینوں ایک دوسرے سے پہلے یا بعد میں نہیں کیونکہ ذات تینوں کی ایک ہے اور صفات میں تینوں یکساں و برابر ہیں البتہ صفات فعل میں وہ ایک دوسرے سے جدا اور علیحدہ اور ممتاز ہیں۔ جس کی وجہ سے اللہ کی ذات واحدہ پر تُو، وُہ اور مَیں کا اطلاق جائز ہے اور ذات حق کامل و غیر محتاج ہے انہی باطنی اضافتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ کی ذات میں کثرت خارجی کا کوئی دخل نہیں اور کثرت باطنی یعنی باپ۔ بیٹا اور روح القدس اللہ کی ذات واحدہ کا بیان ہے ان کے بغیر اللہ کی ذات واحدہ ذات واحدہ نہیں۔

انسان جو اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے اللہ کا خلیفہ ہے اور اس کی شکل و صورت پر پیدا ہوا ہے وجود علم اور حیات کے بغیر نہیں لیکن انسان چونکہ محدود و محتاج اور ناقص ہے اس لئے اس کا وجود و علم اور حیات اشخاص نہیں اس کے برعکس اللہ چونکہ غیر محدود غیر محتاج اور کامل ہے اس لئے اس کا وجود و علم اور حیات تین الٰہی اشخاص یا تین اقانیم ہیں۔ اگر کہیں کہ اللہ کی ذات واحدہ میں شخص واحد ہے تو اس میں شک نہیں مگر ہم وہ شخص واحد بھی نہیں کیونکہ شخص اپنے آپ کو جانتے ہوئے دیگر اشخاص کو بھی جانتا اور ان کا شعور رکھتا اور اپنے آپ کو دوسرے اشخاص سے تمیز و ممتاز کرتا ہے اس لئے محال ہے کہ اللہ کی ذات واحدہ میں ایک ہی شخص ہو۔ اللہ کی ذات واحدہ میں تین ہی الٰہی اشخاص یا تین ہی اقانیم ہیں کیونکہ تین فردیت کی حقیقت ہے اور تین ہی کاملیت کی دلیل اور کثرت کا آغاز و مبدا ہے اور الکتاب (بائبل) میں وحدت ذاتی کے تین ہی اقانیم بیان ہوئے ہیں اور کائنات کی ہر شے کی وحدت اسی کثرت کی نسبت سے ہے جو تین پر مشتمل ہے۔

لیکن اللہ کی وحدت و کثرت عددی نہیں کیونکہ عدد محدود ہے اور اللہ محدود نہیں
تین کا اطلاق کثرت فی التوحید کے مفہوم و بیان پر اعتباری ہے نہ کہ حقیقی۔ اللہ تعالے کی
وحدت ذاتی کے بارے میں الکتاب کے آغاز میں آیا ہے "خدا نے ابتدا میں زمین و
آسمان کو بنایا" پیدائش ۱/۱ "سن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے" مرقس
۱۲/۲۹ "میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا" خروج ۲۰/۳ "کیونکہ خدا ایک ہے" تمیتھیس ۲/۵
ان آیات کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ الکتاب (بائبل)
خدا کی وحدت کا بیان ہے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اس وحدت کی توضیح و تفسیر یوں
کرتی ہے "خداوند یسوع مسیح کا فضل اور خدا کی محبت اور روح القدس کی شراکت تمہارے
ساتھ ہوتی رہے" ۲ کرنتھیوں ۱۳/۱۴ اس آیت میں خدا کی محبت سے مراد خدا باپ کی
محبت اور خداوند یسوع مسیح کے فضل سے مراد خدا بیٹے کا فضل اور روح القدس کی
شراکت کے معنی خدا روح القدس کی شراکت ہے تاہم تین خدا نہیں بلکہ ایک ہی خدا
ہے کیونکہ ان کی ذات و وجود ایک اور وہ صفات میں برابر و یکساں ہیں۔ خدا باپ اس
لئے باپ ہے کہ وہ مصدر الوہیت ہے اور اس نے اپنے ازلی کلمہ یا ابن وحید کو انسان
کی نجات کے لئے بھیجا۔ خدا بیٹا اس لئے بیٹا ہے کہ خدا باپ کا ازلی کلمہ ہونے کی وجہ
سے اس سے صادر و ظاہر ہوا وہ مولود ازلی ہے جو مجسم ہو کر اور کفارہ دے کر خطا کار
انسان کی نجات کا وسیلہ ہوا اور یہ کفارہ اس کا عین فضل ہے۔ خدا روح القدس اس
لئے روح القدس ہے کہ خدا بیٹے کے کفارہ پر جو سراسر فضل ہے۔ ایمان لانے والوں
کے دلوں کو پاک صاف کر کے انہیں الٰہی صفات سے متصف کرتا اور انہیں نئی زندگی
عطا کرتا ہے۔ متی ۲۸/۱۹ میں وارد ہوا "تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور انہیں باپ
بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو" معلوم ہو کہ باپ، بیٹے اور روح القدس
کا ایک ہی نام ہے کیونکہ وہ تینوں خدائے واحد ہیں لیکن ان کی صفات فعل یعنی افعال

محبت اور فضل اور شراکت جدا جدا ہیں اور یہی صفات فعل اللہ کی ذات واحدہ کے
باطنی امتیازات یعنی اقانیم پر دلالت کرتے ہیں۔ یوحنا ۱/۱ میں آیا ہے "ابتدا یعنی ازل
میں کلام یعنی کلمۂ ازلی تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا" اسی انجیل میں
کلام اور ازلی کلمہ کو بیٹا کہا گیا ہے۔ چنانچہ یوحنا ۳/۱۶ میں وارد ہوا۔ "خدا یعنی خدا باپ
نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا یعنی ازلی کلمہ کو بھیج دیا تاکہ
جو کوئی اس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔ یوحنا ۱۴/۲۶ میں روح
القدس کے بارے میں وارد ہوا۔ "لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے
نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا۔ پیدائش ۱/۱-۵ سے واضح ہے
کہ خدائے متکلم سے کلمۂ "کن" صادر ہوا اور روح القدس پانیوں پر جنبش کرتا تھا۔
باپ بیٹا اور روح القدس نہ جسم ہیں نہ جسمانی اس لئے ان کی ذات مرکب نہیں
اور نہ منقسم ہے۔ اللہ کی ذات کی توحید کا یہ مکاشفہ الکتاب (بائبل) میں صاف و عیاں
طور پر بیان ہوا ہے اس لئے وہ من جانب اللہ اور الہامی کتاب ہے۔ الکتاب کے
عہد عتیق میں توحید الٰہی کا یہ مکاشفہ قدرے دھندلا ہے لیکن عہد جدید میں واضح و لائح
[illegible]
کیونکہ خدا باپ کو جو اندیکھا، غیر مرئی اور عقول انسانی سے بالاتر ہے ہم دیکھنے
پر قادر نہ ہوں گے لیکن خدا بیٹے یعنی کلمۃ اللہ یسوع المسیح کو ہم ہر لحظہ دیکھیں
گے اور اس کی صفات و تجلیات پر بنتے ڈھلتے چلے جائیں گے اور ہمیشہ کی زندگی
حاصل کرتے چلے جائیں گے اور روح القدس ہمارے دلوں کی تطہیر یا ان کو پاکیزگی
بخشتے ہوئے ہماری ابدی خوشی اور مسرت کا باعث ہوگا۔ خدا کی توحید ذاتی کا یہ
نظریہ تخلیق کائنات، تجسیم و نجات اور یوم الدین اور ہمیشہ کی زندگی سے متعلق تمام
عقلی مشکلات و اعتراضات کو دور کرتا ہے اس لئے یہ نظریہ توحید اللہ کا مکاشفہ

ہے جو اس نے الکتاب کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کو عطا کیا۔ لہٰذا الکتاب صحیفۂ آسمانی ہے۔

۲۔ صفات

الکتاب (بائبل) خدا کی ذاتِ واحدہ کو بیان کرتی ہے تو اس کی صفات کو بھی ظاہر و باہر کرتی ہے۔ بعض علما کے نزدیک مجموعۂ صفات ہی ذات ہے۔ بعضوں نے کہا ہم صفات ہی سے ذات کو جان سکتے ہیں۔ لیکن مسیحی علم الکلام میں بجائے صفات، اقانیم یا الٰہی اشخاص ہی سے ذاتِ الٰہی متحقق ہے اور ان اقانیم یا الٰہی اشخاص ہی سے صفات ہیں۔ اگر اقانیم یا الٰہی اشخاص نہ ہوں تو نہ ذات ہو اور نہ صفات۔ تمام صفات، صفاتِ فعل سے ثابت و ظاہر ہوتی ہیں۔ صفات بذاتِ خود ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ صفات، اللہ کی ذات کے احوال و بیانات ہیں۔ یہ احوال اقانیم یا الٰہی اشخاص کے باہمی تعلقات و اضافات کی توضیحات و بیانات ہیں۔ چنانچہ الکتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ اللہ خالق و رب العالمین (جہانوں کا پروردگار)، متعال (سربلند)، سمیع (سننے والا)، بصیر (دیکھنے والا)، علیم (علم رکھنے والا)، کریم، رحیم، رحمان، غیور، قہار، جبار، و ودود (محبت کرنے والا)، اکبر، منصف، عادل، غفور (معاف کرنے والا)، قادرِ مطلق، رؤف (شفقت کرنے والا)، عظیم اور عزیز ہے۔ الغرض اللہ کی بہت سی صفتیں الکتاب میں بیان ہوئی ہیں۔ ان تمام صفتوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (۱) صفاتِ جلال جیسے غیور، قہار، جبار، منصف اور عادل (۲) صفاتِ جمال جیسے رحیم، رحمان، ودود (محبت کرنے والا)، غفور اور کریم۔ صفاتِ جلال کے بارے میں وارد ہوا "معبودوں میں اے خداوند تیری مانند کون ہے۔ کون ہے جو تیری مانند اپنے تقدس کے سبب جلالی اور اپنی مدح کے سبب رعب والا صاحبِ کرامات ہے" خروج ۱۵: ۱۱۔ خدا صادق و منصف ہے بلکہ ایسا خدا جو ہر روز قہر کرتا ہے

زبور ۷: ۱۱۔ "اے خداوند! تو مجھے اپنے قہر میں نہ جھڑک اور اپنے غیظ و غضب میں مجھے تنبیہ نہ دے" زبور ۳۸: ۱۔ "کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں" خروج ۲۰: ۵۔ صفاتِ جمال کے بارے میں وارد ہوا "خداوند رحیم و کریم ہے۔ وہ قہر کرنے میں دھیما اور شفقت میں غنی ہے۔ خداوند سب پر مہربان ہے اور اس کی رحمت ساری مخلوق پر ہے" زبور ۱۴۵: ۸، ۹۔ "خداوند صادقوں سے محبت کرتا ہے۔ خداوند پردیسیوں کی حفاظت کرتا ہے" زبور ۱۴۶: ۸، ۹۔

الکتاب (بائبل) کے تمام واقعات میں خدا نے صفاتِ جلال اور صفاتِ جمال کو ظاہر کیا۔ اس کی صفاتِ جلال کا اظہار مصر کی دس آفتوں، لشکرِ فرعون کی غرقابی، سدوم و عمورہ کی تباہی و بربادی، طوفانِ نوح کی ہلاکت، اسرائیلی اور یہودی حکومتوں پر شاہِ اسور اور شاہِ بابل کے حملوں وغیرہ کی صورت میں ہوا۔ اللہ کی صفاتِ جمال حضرت نوح اور ان کے خاندان کی حفاظت و نگہداشت، لوط کے بحفاظت و عافیت بچ نکلنے، بنی اسرائیل کی ملکِ مصر کی غلامی سے رہائی، بحرِ قلزم کو عبور کرنے، صحرا میں من برسانے، بنی اسرائیل کو ملکِ کنعان میں آباد کرنے، انہیں دشمنوں پر فتحِ عظیم بخشنے اور ایک شاندار سلطنت برپا کرنے سے ثابت و ظاہر ہوتی ہیں۔ بالآخر کوہِ کلوری کی بلندیوں پر اللہ کی صفاتِ جلال اور صفاتِ جمال کی وحدت یا بالفاظِ دیگر اللہ کی وحدتِ صفاتی کا مکاشفہ صلیب کے واقعۂ عظیم میں ہوا۔ کیونکہ تاریخ کے ایک خاص موڑ پر ایک خاص مقام پر اللہ کی بے حد محبت بھی ظاہر ہوئی اور اس کا بے حد انصاف بھی آشکارا ہوا۔ واقعۂ صلیب میں اللہ کی رحمت و عدالت میں وحدت نظر آئی۔ اس کے جمال میں جلال اور جلال میں جمال پایا گیا۔

اللہ کی صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال کا ظہور کائنات اور تاریخِ عالم کے واقعات سے بھی عیاں و ثابت ہے۔ جھیلیں اور ندی نالے پُرسکون بھی ہوتے ہیں اور طوفان خیز بھی۔ انسان مہربان اور رحمدل بھی ہوتا ہے اور ظالم و سفاک بھی۔ تاریخِ عالم کا دامن تباہیوں

اور خون ریزیوں سے داغدار ہے اور عیش و طرب کی محفلوں سے آباد بھی۔ یہاں واویلا اور چنگھاڑیں بھی ہیں اور رندوں کے نعرہ ہائے مستانہ بھی اور صفات جمال اور صفات جلال ہی سے صفات کمال متحقق و مبرہن ہیں۔

معلوم ہوا کہ کائنات اور تواریخ عالم الکتاب کی بیان کردہ صفات جمال اور صفات جلال پر مُہر تصدیق ثبت کرتی ہیں جس سے اس صحیفۂ آسمانی کی صداقت اور سچائی میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

۳۔ تجسّم

تجسم ایک حقیقت اور سچائی ہے۔ اقوام عالم کی بت پرستی سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ انسان کسی نہ کسی صورت میں اپنے خالق و پروردگار کو دیکھنے کے لئے بیقرار ہے۔ لیکن اپنے دیوتاؤں سے جو صفات و افعال انہوں نے منسوب کئے انہی سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ شانِ الوہیت سے محروم تھے اور وہ دیوتا تاریخی اشخاص نہ تھے۔ تاہم اس سے یہ حقیقت ظاہر و عیاں ہوتی ہے کہ انسان کے دل میں دیدارِ الٰہی کی پیاس اور تڑپ موجود ہے۔

الکتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہم اس خدا کو دیکھنا چاہتے ہیں جو ہمیں ملک مصر سے نکال لایا۔ بنی اسرائیل کا یہ تقاضا تمام بنی نوع انسان کی خواہش کی ترجمانی تھی۔ تاہم وہ اللہ کو دیکھنے سے قاصر و عاجز رہے۔ کیونکہ ابھی ان کی روحانی و اخلاقی بلندیاں ہمدوشِ ثریا نہ ہوئی تھیں ابھی وہ روحانی عروج و کمال تک نہ پہنچے تھے اسی لئے خدا نے کہا تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔

الکتاب (انجیل) انسان کی اس روحانی خواہش اور تڑپ کو کہ وہ اپنے خالق و پروردگار

کو دیکھے تسکین دیتی ہے۔ چنانچہ تمام الکتاب (بائبل) تجسم کی صداقتوں کی تجلی گاہ ہے۔ عہدِ عتیق میں آگ اور بادل کا ستون جس نے رات کی تاریکیوں میں بنی اسرائیل کی راہوں کو روشن کیا اور دن کے وقت آفتاب کی تمازت سے ان کی حفاظت کی، وادیٔ سینا میں آگ میں جلتی ہوئی جھاڑی۔ آگ کا شعلہ۔ ہیکل اور خیمۂ اجتماع کا خدا کے جلال سے معمور ہو جاتا۔ سب قبل از وقت کلمۃ اللہ المسیح کے تجسم کے ظہورات تھے۔ حضرت یعقوب پر زمین سے آسمان تک قائم ہونے والی سیڑھی پر خدا کے فرشتوں کا نزول و صعود اور سیڑھی کی چوٹی پر کسی آدم زاد کا ظہور۔ حضرت یسعیاہ اور حضرت حزقی ایل پر کسی آدم زاد کا ظہور اور اس کی تعریف و تمجید میں فرشتوں کا مصروف نظر آنا یہ بھی چیزیں تجسم کی راہ تکتی ہیں چنانچہ ملاکی ۴: ۲ میں لکھا ہے "لیکن تم پر جو میرے نام کی تعظیم کرتے ہیں آفتاب صداقت طالع ہوگا اور اس کی کرنوں میں شفا ہوگی۔" "دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے راہ درست کرے گا (یوحنا) اور خداوند جس کے تم طالب ہو ہیکل میں آ موجود ہوگا۔ ہاں عہد کا رسول جس کے تم آرزو مند ہو آئے گا رب الافواج فرماتا ہے" ملاکی ۳: ۱ "لیکن اے بیت لحم افراتاہ اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونے کے لئے چھوٹا ہے تو بھی تجھ میں سے ایک شخص نکلے گا اور میرے حضور اسرائیل کا حاکم ہوگا اور اس کا مصدر زمانۂ سابق ہاں! قدیم الایام سے ہے۔ میکاہ ۵: ۲ "میں نے رات کو رویا میں دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آدم زاد کی مانند آسمان کے بادلوں کے ساتھ آیا اور قدیم الایام تک پہنچا" دانی ایل ۷: ۱۳۔

قدیم الایام سے مراد ازلیت یا الوہیت ہے۔ اس کا مصدر زمانۂ سابق ہے۔ قدیم الایام سے مراد ہے المسیح کلمۃ اللہ ازل ہی سے سرچشمۂ الوہیت یعنی باپ یا اقنوم اول سے صادر ہوا اور ایک شخص آدم زاد کی مانند آسمان کے بادلوں کے ساتھ آیا سے مراد یسوع ہے جو بطن مریم ہی سے مسکنِ الوہیت یعنی کلمۃ اللہ المسیح کا ظرفِ ظہور ہوا اور قدیم الایام

تک پہنچا سے مراد یسوع کی بشریت مُردوں میں سے زندہ ہونے کے بعد کلمۃ اللہ المسیح کی الوہیت کا عین ہوئی۔ فی الحقیقت مُردوں میں سے دوبارہ زندہ ہونے کے بعد تجسم اپنے کمال وعروج تک پہنچا۔ پھر لکھا ہے "اس لئے ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوا اور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا اور سلطنت اس کے کندھے پر ہوگی اور اس کا نام عجیب مشیر خدائے قادر ابدیت کا باپ، سلامتی کا شہزادہ ہوگا۔ اس کی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی وہ داؤد کے تخت اور اس کی مملکت پر آج سے ابد تک حکمران رہے گا، اور عدالت اور صداقت سے اسے قیام بخشے گا۔ ربّ الافواج کی غیوری یہ کرے گی"۔ یسعیاہ ۹: ۶ آیت بالا کی رُو سے جو لڑکا تولد ہوا وہ یسوع ہے اور جو بیٹا بخشا گیا وہ کلمۃ اللہ المسیح ہے مراد یہ کہ یسوع کی بشریت میں کلمۃ اللہ المسیح کا کامل ظہور ہوگا اور یسوع مظہر کامل ہوگا۔ عجیب مشیر خدائے قادر، ابدیت کا باپ اور سلامتی کا شہزادہ ہونا اس کی الوہیت پر دلالت کرتا ہے۔ الکتاب کے عہد جدید میں اس پیش گوئی کا اطلاق یسوع پر کرتے ہوئے کہا گیا "الوہیت کی ساری معموری اسی میں مجسم ہوکر سکونت کرتی ہے۔ کلسیوں ۲: ۹۔

الکتاب (بائبل) اللہ کے اس وعدہ کی کہ "دنیا کی ساری قومیں تیری نسل سے برکت پائیں گی" پیدائش ۲۲: ۱۸ کی تکمیل کی جانب ایک بتدریج و متواتر آگے ہی آگے بڑھنے والی ایک معجزانہ حرکت عیاں ہوتی ہے۔ یہ وعدہ جو اللہ نے حضرت ابراہیم سے اور ان کے بعد حضرت اسحاق اور بعد ازاں حضرت یعقوب سے کیا کلمۃ اللہ یسوع المسیح کے تجسم اور آپ کے نجات بخش کفارہ کی صورت میں پورا ہوا۔ آپ نے مجسم ہوکر تمام الٰہی صفات کو ظاہر و باہر کیا اور آپ اللہ کی ذات کا مکاشفہ تھے۔ جب آپ کے شاگرد فلپس نے کہا اے ربی! باپ کو ہمیں دکھا تو آپ نے جواب دیا۔ "جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا"۔ یوحنا ۱۴: ۹۔

یوحنا رسول نے اسی حقیقت کی گواہی دیتے ہوئے کہا "خدا کو کسی نے کبھی نہیں

دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے (یعنی ذاتِ الٰہی کے بطون میں ہے) اسی نے ظاہر کیا۔ یوحنا ۱: ۱۸ گویا آپ ذاتِ الٰہی کا مکاشفہ ہیں اور تمام دنیا کے نجات دہندہ بھی۔

اللہ وجودِ حقیقی ہے۔ اگر وجود مجازی یعنی اشیائے کائنات اپنی جلوہ گری یا اپنے آپ کو ظاہر کرنے کی خواہشمند ہیں تو وجودِ حقیقی اعلیٰ واکمل طور پر اپنے آپ کو ظاہر کرنے اور اپنا دیدار دکھانے کا آرزومند ہے، وجود و ظہور لازم و ملزوم ہیں۔ بے شک وجودِ الٰہی ازل میں ظہور کے بغیر نہیں تھا لیکن یہ ظہور باطنی تھا اور یہ ظہور اس کی ذات کے بطون میں تھا اور یہی ظہور باطنی اس کا ازلی اکلوتا بیٹا تھا جو اس کی گود یعنی ذات میں تھا۔ ناممکن ہے کہ ظہور باطنی ہو اور خارجی نہ ہو۔ کائنات اللہ کا کامل اور حقیقی ظہور خارجی نہیں اس لئے ضروری امر ہے کہ اس کا ظہور خارجی کائنات کے اشرف المخلوقات یعنی انسان کی اعلیٰ وافضل جزئی میں ہو۔ الکتاب بیان کرتی ہے کہ یسوع کی بشریت میں کلمۃ اللہ کا ظہور ہوا۔ کلمۃ اللہ نے بطن مریم میں ایک جسم روح القدس کے نزول اور خدا کی قدرت سے اختیار کیا۔ یسوع کی بشریت ازلی کلمۃ اللہ کا ظرفِ ظہور ہوا۔ مزید براں انسان کے دل میں اپنے خالق کے دیدار کی جو خواہش و آرزو موجود ہے، وہ عالمگیر و ہمہ گیر ہے اور وہ ایک حقیقت ہے جو اللہ کی جانب سے فطرتاً ہر انسان کے دل میں پائی جاتی ہے۔

ناممکن و محال ہے کہ خود وجودِ الٰہی کی اپنی مرضی و ارادہ اپنے آپ کو ظاہر کرنے کا ہو اور وہ عالمگیر خواہش اور تڑپ جو اس نے انسان کے دل میں پیدا کر رکھی ہے تاریخ عالم میں پوری نہ ہو اور بشریت کی اعلیٰ و افضل جزئی اس کا مظہرِ اکمل نہ بنے۔

اگر رواقی فلاسفروں اور صوفیائے کرام کے نظریوں کے مطابق کائنات ایک جسم یا انسانِ اکبر ہے جس میں اللہ کا روح سریان کر رہا ہے تو انسان یا کائنات اصغر کی اعلیٰ واکمل جزئی میں اگر خدا کا روح یا خدا کی الوہیت یا اللہ کے کلمہ ازلی کا ظہور اکمل وقوع پذیر ہو جائے۔ یا دوسرے لفظوں میں اگر وجودِ حقیقی کا کلمہ ازلی جو اس کی ذات کا عین

ہے وجودِ مجازی کی اعلیٰ و ارفع چیز بنی میں ظہور پذیر ہو جائے تو اس سے کون سی قباحت عقلیہ لاحق ہو سکے گی!

معلوم ہوا کہ الکتاب (بائبل) نظریہ تجسم کی حمایت و تائید جگہ جگہ کرتی اور وجودِ الٰہی کے تقاضا اور انسانی پیاس اور تڑپ اور روحانی آرزومندی کے پورا ہونے کی نشاندہی کرتی ہے اس لئے اس کی حقانیت و صداقت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ یہی ہے مشعل ہدایت جس کی روشنی میں چل کر انسان اپنے ہر روحانی تقاضا کو پورا کر سکتا ہے۔ الکتاب انسان کی بہت اہم روحانی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔

کلمۃ اللہ یسوع المسیح کے تجسم ہی سے نجات اور یوم آخرت اور عدالت اور آئندہ زندگی میں دیدارِ الٰہی کے تقاضے پورے ہو سکتے ہیں۔

گناہ اور نجات

جو کام یا فعل خدا کی پاکیزگی اور قدوسیت کے برخلاف ہو گناہ ہے۔ بائبل مقدس میں [illegible]

کو لیتی اپنی شکل و صورت کو جو خدا کی صورت پر تھی بگاڑنا۔ اسے مسخ اور خراب کیا۔ اس نے خدا کی محبت کو پاؤں تلے روندا ہے ٹھکرایا اور یہی ہے گناہ۔

گناہ خدا کی حکم عدولی اور اس سے بغاوت و سرکشی ہے اور اس کی شریعت کو توڑنا سیدھے راستے سے انحراف کرنا اور اپنے مقصد یا نشانہ سے چوک جانا گناہ ہے۔ انسان ارتکاب گناہ سے پیشتر پاکیزگی کی حالت میں خدا کی قربت و نزدیکی میں رہتا تھا۔ گناہ کرنے کے بعد وہ اس مقام سے گر گیا۔ اور اس کی پاکیزگی اور روحانی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہو گئی اور وہ باغِ عدن یا خدا کی حضوری سے نکالا گیا خدا اور انسان میں جدائی کی دیوار حائل ہو گئی اور آدم کا گناہ تمام بنی نوع انسان کی فطرت میں جڑ پکڑ گیا۔

اس کی پاک فطرت میں بگاڑ اور فساد رونما ہوا۔

دنیا کے قدیم مذاہب کا مطالعہ اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ گناہ عالمگیر اور ہمہ گیر ہے کیونکہ تمام مذاہب میں گناہ کی معافی کے لئے دیوتاؤں کو کوئی نہ کوئی قربانی پیش کرنا ضروری سمجھا گیا۔ مزید برآں یہ تصور بھی عالمگیر تھا کہ قربانی پیش کرنے سے دیوتا خوش ہوتے ہیں۔ قربانی کے علاوہ اعمال صالحہ، نفس کشی اور اخلاقی قوانین پر چلنا امر لازم سمجھا گیا۔ ان امور سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ دنیا کے قدیم مذاہب گناہ کو عالمگیر اور اس کی معافی کے لئے قربانی، ریاضت اور نفس کشی کو لازم و واجب قرار دے کر الکتاب (بائبل) کے بنیادی نظریہ کی تصدیق و تائید کرتے ہیں۔

لیکن گناہ سے نجات پانے کے جو طریقے قدیم اقوام عالم نے ایجاد کئے وہ بے سود بے فائدہ اور لاحاصل تھے کیونکہ بے حد خدا اپنی بے حد پاکیزگی و قدوسیت اور لامحدود انصاف و عدل کے تقاضا کے مطابق گناہ کی بے حد سزا کا تقاضا کرتا ہے اس لئے انسان کی محدود و ناقص قربانیاں گناہ کی بے حد سزا کے تقاضا کو پورا کرنے سے قاصر تھیں محدود انسان لامحدود سزا کے تقاضا کو پورا نہیں کر سکتا تھا اور لامحدود بشریت اپنے گناہ کا کفارہ نہیں دے سکتی تھی۔ انسان کی کوئی چیز اپنی نہیں۔ سب چیزیں خدا کی دی ہوئی ہیں اس لئے انسان اپنے گناہوں کے لئے کسی چیز کا فدیہ نہیں دے سکتا تھا۔ مزید برآں بھیڑ بکریاں یا کسی اور چیز کی قربانی شعور نہ رکھنے اور خود انکاری، جاں نثاری اور اطاعت کے جذبہ سے محروم ہونے کی وجہ سے حقیقی قربانی کی شرائط پوری نہیں کر سکتی۔ لہٰذا گناہوں کا حقیقی کفارہ تو لامحدود اور بے گناہ ہستی ہی دے سکتی تھی جو بے گناہ و پاک ہو۔

خدا کے بے حد کلمۃ اللہ المسیح نے اپنی بے پایاں محبت سے قطعاً کار انسان کے لئے اپنی بے گناہ بشریت کو صلیب کے مذبح پر بطور قربانی پیش کر کے گناہ کی بے حد سزا کا اد

خدا کے بے حد انصاف کا تقاضا پورا کیا۔ اور یوں نجات بخش کفارہ معرض وجود میں آیا۔ اور
یہ اللہ کی رحمت ہے لیکن یہ رحمت بلا مبالغہ نہیں کیونکہ وہ عادل و منصف بھی تو ہے۔
لہٰذا اللہ کا بے حد عدل و انصاف اور اس کی قدوسیت و پاکیزگی نے بے حد سزا کا تقاضا
کیا اور رحمت بالمبادلہ واجب ٹھہری۔

صلیب کی قربانی سے خدا کی بے حد محبت اور بے حد انصاف کی وحدت یا خدا کی دو متضاد
صفاتی کا مکاشفہ ہوا۔ دنیا میں صرف الکتاب ہی واحد کتاب ہے۔ جو خدا کے مکاشفہ
خارجی کے ساتھ نجات بخش کفارہ کو یا خدا کی وحدت صفاتی کے ساتھ خارجی ظہور اور عالمگیر
نجات کو ممکن کر دکھاتی ہے۔ نجات صرف گناہوں کی معافی یا گناہوں سے رہائی ہی نہیں
بلکہ خدا کے فضل پر جو نجات بخش کفارہ کی صورت میں ہوا ایمان لاکر راست باز ٹھہرنا کلمتہ اللہ
یسوع المسیح میں نیا مخلوق بننا۔ لے پالک بیٹا بیٹی بننا اور اس کی شکل و صورت پہ ڈھلتے چلے جانا
نجات ہے۔ الغرض انسان نے فضل و نجات بخش کفارہ پر ایمان لاکر نجات پائی وہ
نجات پا رہا ہے اور وہ نجات پائے گا۔ نجات صرف گذشتہ زمانہ کا خواب نہیں بلکہ متواتر
و مسلسل عمل بھی تو ہے۔ راہ نجات پر مسلسل گامزن رہنا نجات ہے۔

الکتاب (بائبل) گناہ سے نجات دے کر نئی بشریت، نئی فطرت، یا نئی پیدائش
اور گناہ کے باعث مسخ شدہ شکل و صورت کی بحالی اور باغ عدن کی بازیابی اور ابدی
کی زندگی کی خوشخبری کی دعوت عام دے کر اللہ کی کتاب کامل ہونے کا ثبوت دیتی ہے۔

درمیانی

انسان اپنے آپ کو ضعیف و حقیر اور ناچیز محدود و مجبور محسوس کر کے شروع کرتا ہے
کسی ایسے وسیلہ یا درمیانی کو متلاشی و خواہش مند رہا ہے جو کائنات اور خدا اور انسان اور
خدا کے درمیان رشتہ و ملاقات اور تعلق پیدا کرنے کا موجب ہو کیونکہ وہ خود محدود اور خدا
لامحدود ہے۔ انسان اور خدا کے درمیان لامحدود خلا اور بے حد فاصلہ حائل ہے اسلئے

محدود ہے۔ انسان اپنی محدود کوشش و سعی سے لامحدود فاصلہ طے کر کے لامحدود
خدا تک نہیں پہنچ سکتا اس لیے انسان کی روحانی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے درمیانی کی ضرورت ہے۔ چونکہ
انسان ایسے درمیانی وسیلہ یا واسطہ کا محتاج ہے۔ جو لامحدود بھی ہو
بھی ہو اور محدود بھی۔ جو خدا بھی ہو اور انسان بھی جو واجب و حق بھی ہو اور حادث و خلق
بھی۔ دنیا میں صرف الکتاب (بائبل) ہی واحد و بے مثال کتاب ہے جو انسان کے
اس فطری تقاضے کو پورا کرتی ہے کیونکہ وہ یہ حقیقت پیش کرتی ہے کہ خدا کے ازلی کلمہ
نے اپنی لامحدودیت کے باوجود محدودیت اور جسم و جسمانیت کو قبول و اختیار کیا تاکہ وہ محدود
انسان اور لامحدود خدا میں وسیلہ اور درمیانی ہو سکے۔ اور مجسم و محدود ہونے کے باوجود
کائنات اور خدا سے تعلق اور رابطہ قائم رکھ سکے۔

الکتاب (بائبل) کی رو سے خدا کے ازلی کلمہ نے جس کا دوسرا نام المسیح ہے
مجسم ہو کر اس امر کا دعوےٰ کیا "دروازہ میں ہوں" "کوئی میرے وسیلہ کے بغیر باپ
(یعنی اللہ) کے پاس نہیں آسکتا" پولوس رسول نے کہا "کیونکہ خدا ایک ہے
اور خدا اور انسان کے بیچ میں درمیانی بھی ایک ہے یعنی مسیح یسوع" تیمتھیس
مزید برآں الکتاب میں اور کئی آیات وارد ہوئی ہیں جن سے عیاں ہے کہ کلمتہ اللہ یسوع
المسیح خدا اور انسان کے درمیان وسیلہ اور درمیانی یا واسطہ ہے جو خدا بھی ہے اور انسان بھی
ہے جس نے مجسم ہو کر انسان پر خدا کی ذات و صفات کو ظاہر کیا۔ آپ نہ صرف خدا کا
مکاشفہ ہیں بلکہ انسان کا مکاشفہ بھی ہیں۔ آپ اللہ کا مظہر اکمل ہیں آپ خدا اور انسان
کے درمیان ایسا وسیلہ و درمیانی ہیں جو قبر اور موت پر فتح پا کر اور تیسرے روز مردوں میں
سے زندہ ہونے کے باعث مکان و زمان کی قیود سے بالاتر ہو کر ہر آن حاضر اور ہر
جگہ موجود ہیں اور اپنے عابدوں اور پرستاروں کی دعائیں ہر وقت سنتے اور ان کی شکر
گزاریاں ہر جگہ قبول کرنے پر قادر ہیں۔

الکتاب (بائبل) چونکہ انسان کی اس روحانی ضرورت اور اس اہم فطری تقاضے
کو پورا کرتی ہے اس لئے وہ الہامی کتاب ہے وہ اللہ کی رحمت و شفقت ہے اور
اس میں کسی بھی قوم و قبیلہ نے کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی۔

یوم الدّین یا یوم عدالت

بے شک قدیم مصریوں کا عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد ہر انسان کے اعمال ایک ترازو میں تولے جائیں گے اور نیک و بد اعمال کی کمی بیشی کے اعتبار سے اس کی عدالت ہوگی۔ ایران کے قدیم مذہب کے مطابق انسان کو مرنے کے بعد ایک پل پر سے جو بال سے کہیں باریک تر اور تلوار کی دھار سے کہیں تیز تر ہوگا گزرنا پڑے گا۔ بدکار لوگ اسے عبور نہ کر سکیں گے وہ جہنم میں جس پر وہ پل ہوگا گر جائیں گے لیکن نیک لوگ اس پل کو عبور کر کے اپنے نیک اعمال ایک حور کی صورت میں دیکھیں گے ہندو بھی اس امر کے قائل تھے کہ نیک لوگ بالآخر ایک قسم کی بہشت میں داخل ہوں گے، اسیر اور یعنی خوبصورت عورتوں کے ساتھ رہیں گے۔ اسی طرح دنیا کی کئی اقوام قدیمہ عدالت کی قائل تھیں۔ لیکن یوم آخرت کے بارے میں ان کے عقائد مبہم۔ غیر واضح اور غیر تسلی بخش تھے۔

الکتاب مقدس یوم الدین یا یوم آخرت یا یوم عدالت کو خاص اہمیت دیتا ہے کیونکہ خدا اگر وہ ولیعنی محبت کرنے والا ہے تو وہ عادل و منصف بھی ہے لیکن اس کی محبت کو عدالت پر سبقت حاصل ہے۔ ظہور محبت کے بغیر ظہور عدالت محال ہے اور جس طرح اس کی محبت میں عدالت کی تجلی ہے اسی طرح اس کی عدالت میں بھی محبت کا پہلو ہے۔ چنانچہ متی ۲۵: ۳۱-۴۶ سے یہی حقیقت کھلتی ہے اور نیک لوگوں کی جزا اور بدکاروں کی سزا سے اللہ کی محبت و عدالت ظاہر و آشکار ہوتی ہے۔ الحاصل کلمۂ ازلی کے تجسم اور نجات بخش کفارہ کے عمل سے خدا کی بے حد محبت ظاہر ہوئی۔ اور اس بے محبت کی حقارت و بے قدری اور عدم قبولیت سے اور اسے ٹھکرانے سے اس کی محبت کی پاکیزگی نے جوش غضب میں آکر یوم عدالت اور یوم آخرت

کا تقاضا کیا۔ جس ہستی کے وسیلے سے اس کی بے حد محبت ظاہر ہوئی اسی کے ذریعے عدالت بھی ہوگی چنانچہ یوحنا ۵: ۲۲ میں وارد ہوا "باپ کسی کی عدالت نہیں کرتا بلکہ اس نے عدالت کا سارا کام بیٹے یعنی ازلی کلمہ یسوع المسیح کے سپرد کیا کیونکہ وہ آدم زاد ہے" یعنی چونکہ خدا کا ازلی کلمہ مجسم ہو کر گناہوں کے کفارہ کے لئے صلیبی موت مرا اور تیسرے دن مردوں میں سے زندہ ہوا اور یوں اپنی بے حد محبت کا ثبوت دیا اس لئے یوم الدین کو عدالت وہی کر سکتا ہے کیونکہ شان الوہیت کے ساتھ اسے بشریت اور موت کا تجربہ بھی ہے اور اسے زندگی اور موت پر اختیار بھی حاصل ہے۔ وہ شان الوہیت رکھنے کے باوصف انسان کی نفسیات کا شخصی تجربہ بھی رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ نکتہ غور طلب ہے کہ خدا جو نہ جسم ہے نہ جسمانی جو محض بسیط و مجرد یعنی مادہ و مادیت و جسمانیت سے بالاتر ہے یوم الدین کو کس طرح مادی و جسمانی اور حادث و محدود انسان سے ہم کلام ہوگا؟ محدود انسان کس طرح اللہ کی بے حد پاکیزگی و قدوسیت سے پیدا ہونے والے بے حد غضب و انصاف کے تقاضا کو پورا کر سکیں گے کیونکہ بے حد غضب اور بے حد انصاف بے حد تقاضا کو پورا کرنے کے لئے بے حد ہستی کی ضرورت ہے۔ دنیا کے بے شمار لوگ، خواہ وہ کتنے ہی بے شمار کیوں نہ ہوں محدود ہیں اور اللہ بے حد و کامل اور اس کی سزا بے حد تا ہم خدا کا بندوں سے ہم کلام ہونا اور ایمانداروں اور گناہگاروں کو ان کے کردار تک پہنچانا سچ و برحق ہے لہٰذا وہ اپنے ازلی کلمہ المسیح کے توسط سے جو محدود و لامحدود اور حق و خلق اور بندہ و انسان ہے۔ بندوں سے ہم کلام ہوگا اور ان کے گناہوں کے مطابق سزا دے گا۔

زندگی

زندگی اللہ تعالےٰ کی نعمتِ عظمیٰ ہے۔ ہر کس و ناکس زندگی چاہتا ہے زندگی کی ضد موت ہے جس سے سبھی خائف، ترساں و لرزاں اور نفور ہیں۔ زندگی و موت

میں تضاد ہے۔ جہاں زندگی ہے وہاں موت نہیں اور جہاں موت ہے وہاں زندگی نہیں زندگی ہے کیا؟ زندگی کہتے کسے ہیں۔ اردو کے مشہور و معروف شاعر غالب نے کہا ہے "عناصر کا پریشان ہونا موت ہے" اگر عناصر یعنی آگ، پانی، مٹی اور ہوا کا پریشان ہونا ان کا ایک دوسرے سے جدا جدا ہو جانا موت ہے تو انہی عناصر کا اجتماع و اتصال زندگی ہے لیکن بڑے سے بڑا سائنس دان ان عناصر کے ایصال و اجتماع سے زندگی پیدا نہیں کر سکتا کیونکہ وہ عناصر کے ایصال اور اجتماع کی نسبت و توازن و اعتدال سے بے خبر ہے وہ ان عناصر کی نسبت باہمی سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے معمولی سے معمولی اور ناچیز سے ناچیز کیڑا یا پرندہ پیدا کرنے سے قاصر ہے۔ معلوم ہو کہ عناصر کا تعامل اجتماع زندگی کی تعریف نہیں۔

صوفی عبدالکریم گیلانی الانسان الکامل میں لکھتے ہیں کہ زندگی سے مراد شئیت ہے یعنی جس چیز پر شئیت کا اطلاق ہو سکے وہ چیز زندگی رکھتی ہے اس اعتبار سے ایک پتھر بھی زندگی رکھتا ہے کیونکہ اس پر بھی شئیت کا اطلاق ہوتا ہے۔ پھر آپ زندگی کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں [illegible] اور حیات حقیقیہ اور حیات اضافیہ۔ حیات حقیقیہ صرف خدا کی ہے اور عالم حیوانات و انسان کی زندگی حیات اضافیہ ہے یعنی حیوانات و انسان کی زندگی ذاتی نہیں ان کی زندگی حیات حقیقیہ سے تعلق و نسبت رکھنے کی وجہ سے ہے۔ جوں جوں کوئی انسان حیات حقیقیہ سے تعلق و نسبت پیدا کرتا جاتا ہے حیات حقیقیہ سے متصف ہوتا چلا جاتا ہے۔

ہر زندہ چیز شعور رکھتی ہے کہ وہ ہے۔ اگر کوئی اس پر حملہ کرے تو وہ بھاگ کر یا راہ فرار اختیار کر کے اپنے آپ کو بچانا چاہتی ہے یا جان بچانے کے لئے وہ بھی حملہ کر کر جملہ کرتی ہے لیکن ہے کے ساتھ شعور بھی لازم ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وجود و شعور اور حرکت سے متصف و مختص ہونا زندگی ہے۔ لیکن کسی چیز کے کل میں وجود و شعور اور حرکت نہیں۔ معلوم ہوا کہ زندگی اللہ تعالیٰ کا ایک عطیہ اور ایک بخشش ہے۔

وجود و شعور یا زندگی اور علم لازم و ملزوم ہیں حرکت جن کے لئے امر لازم ہے قدیم اہل

مصر کا نظریہ یہ تھا کہ مرنے کے بعد تین ہزار سال گزرنے پر روح پھر دوبارہ جسم میں داخل ہو گی زندگی دوبارہ حاصل کرنے پر انسان کے اعمال ترازو میں تولے جائیں گے۔ بنی اسرائیل نے آئندہ زندگی کا تصور اہل مصر سے حاصل کیا جبکہ وہ مصر میں غلامی کے ایام بسر کر رہے تھے لیکن اس کے تقریباً ایک ہزار برس بعد حضرت دانی ایل نے صاف و عیاں طور پر لکھا "اور جو خاک میں سو رہے ہیں ان میں سے بہتیرے جاگ اٹھیں گے بعض حیات ابدی کے لیے اور بعض رسوائی اور ذلت ابدی کے لیے اور اہل دانش نور فلک کی مانند چمکیں گے اور جن کی کوشش سے بہتیرے صادق ہو گئے ستاروں کی مانند ابد الآباد روشن ہوں گے" دانی ایل ۱۲: ۳ اہل ایران بھی زندگی کے تصور سے آگاہ تھے۔ وہ زندگی کو زروان کے نام سے موسوم کرتے تھے اور عقیدہ رکھتے تھے کہ اہورمزدا یعنی خدا نے نیکی و نور اور اہرمن یعنی خدائے بدی و ظلمت زروان سے زندگی پیدا ہوئے اور زندگی کی جھلک تمام کائنات میں ہے۔

لیکن کسی چیز کا حقیقی وجود نہیں کیونکہ کسی شئے کا وجود ذاتی نہیں۔ دنیا کی ہر شئے کا وجود مجازی ہے اگر ہر شئے کا وجود مجازی ہے تو اس کا شعور بھی یقیناً مجازی ہے۔ معلوم ہوا کسی چیز یا کسی انسان کی زندگی حقیقی نہیں۔ ہر انسان کی زندگی حقیقی زندگی کا سایہ و عکس ہے اور نہ کوئی اس امر کا دعویٰ کر سکا کہ وہ زندگی ہے۔ صرف خدا کی زندگی حقیقی ہے اسی لئے خدا کو فلسفہ کی زبان میں واجب الوجود اور کائنات کی ہر شئے کو ممکن الوجود کہتے ہیں۔ واجب الوجود وجود وہ ہے جو جس کے لئے وجود لازم ہو اور نیستی یا موت اسے لاحق نہ ہو سکے اور ممکن الوجود وہ ہے جو جس کے لئے لازم نہ ہو اور موت اور نیستی [illegible] لاحق ہو سکے۔ خدا کا وجود وجود حقیقی ہے تو اس کا علم یا شعور بھی حقیقی ہوگا کیونکہ اس عالم کون و فساد میں وجود مجازی کے لیے وجود و شعور لازم و ملزوم تو خیال کیجئے وجود حقیقی کے لئے شعور و علم کیونکر لازم نہ ہوگا۔ اور وجود و شعور لازم و ملزوم ہیں اور دونوں کی حقیقت ایک ہے۔ خدا کو از ل ہی سے اس کا علم حضوری قدیم ہے جو اس کی ذات کے لئے لازم و واجب ہے [illegible]

ان کی ماہیت وحقیقت ایک ہی ہے۔

اسی لئے ازلی کلمتہ اللہ نے مجسم ہو کر یسوع کی صورت میں فرمایا۔ "ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد و برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں" یوحنا ۱۷: ۳۔ یعنی ہمیشہ کی زندگی کا یا حقیقی زندگی کا دارومدار یسوع المسیح یا خدا کے ازلی کلمہ کو جاننے پر ہے۔ ان پر ایمان لانے پر ہمیشہ کی زندگی حقیقی اور اصلی زندگی موقوف ہے کیونکہ ازلی کلمتہ اللہ خدا کا علم حضوری ہونے کی جہت سے وجود کا یا سرچشمہ حیات کا عین ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ "جس طرح باپ یعنی اندیکھا خدا اپنے آپ میں زندگی رکھتا ہے اسی طرح اس نے یہ بخشا کہ بیٹا یا ازلی کلمہ بھی اپنے آپ میں زندگی رکھے۔"

الکتاب (بائبل) مکمل وکامل الہام ووحی ہونے کی وجہ سے اور کلمتہ اللہ یسوع المسیح کے کامل مکاشفہ ہونے کے باعث آئندہ زندگی کی کامل تشریح وتوضیح کرتی ہے۔

کلمتہ اللہ یسوع المسیح نے زندگی ہونے کا دعوے کرتے ہوئے کہا "زندگی تو میں ہوں جو مجھ پر ایمان لاتا ہے وہ ابد تک کبھی نہ مرے گا۔" یوحنا ۱۱: ۲۵-۲۶۔ آپ نے یہ دعویٰ جو کیا کہ زندگی [illegible] اپنے بے نظیر دعویٰ پر مہر تصدیق ثبت کی۔ ۲۔ آپ نے خود قبر اور موت پر فتح پائی۔ اور عہد عتیق اور اپنی پیش خبریوں کے مطابق آپ تیسرے دن مردوں میں سے دوبارہ زندہ ہوئے اور آسمان پر اٹھائے گئے۔ ۳۔ اپنی الکتاب کے مطابق آپ مکان و زماں کی قیود سے بالاتر ہو کر اس وقت ایمانداروں کے شفیع اور وکیل ہیں۔ آپ پھر دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو آپ کی آمد ثانی پر وہ تمام مردے جو آپ میں سوئے ہیں دوبارہ زندہ ہوں گے۔ یوحنا ۵: ۲۸ میں وارد ہوا "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ وقت آتا ہے بلکہ ابھی ہے کہ مردے خدا کے بیٹے کی آواز سنیں گے اور جو سنیں گے وہ جئیں گے۔" چونکہ آپ کی آمد ثانی پر موت اور نیستی میں سے زندگی از سر نو پھوٹے گی اس لئے آپ زندگی ہیں۔ مزید برآں آپ اس لئے بھی زندگی

ہیں کہ ازلی ہی میں سرچشمہ زندگی (اقنوم اول) سے زندگی آپ میں در آئی۔ لکھا ہے یوحنا ۵: ۲۶ "کیونکہ جس طرح باپ اپنے آپ میں زندگی رکھتا ہے اسی طرح اس نے بیٹے کو بھی یہ بخشا کہ اپنے آپ میں زندگی رکھے۔"

یسوع المسیح نے موت و قبر پر فتح حاصل کر کے اس امر کا ثبوت بہم پہنچایا کہ انسان کی زندگی قبر کی ظلمتوں تک ہی محدود نہیں بلکہ موت کے بعد اعلیٰ و افضل یا حقیقی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ کلمتہ اللہ یسوع المسیح کے دوبارہ زندہ ہونے سے موت کی بعد کی زندگی کی مندرجہ ذیل خصوصیات معلوم کی جا سکتی ہیں۔

(۱) اس عالم فانی میں صرف کلمتہ اللہ یسوع ہی نے زندگی ہونے کا دعوے کیا۔ اور زندگی کا سرچشمہ ہونے کے دعوے کو مُردوں کو زندہ کرنے اور خود مُردوں میں سے زندہ ہونے سے سچا کر دکھایا اور اپنی آمد ثانی پر مُردوں کے زندہ کرنے سے سچا و برحق ثابت کر دکھائیں گے۔ اس سے ظاہر و واضح ہے کہ اس دنیا اور دوسری دنیا میں زندگی کا دارومدار آپ ہی پر ہے چنانچہ آپ نے فرمایا "قیامت اور زندگی تو میں ہوں جو مجھ پر ایمان لاتا ہے گو وہ مر جائے تو بھی زندہ رہے گا اور جو کوئی زندہ ہے اور مجھ پر ایمان لاتا ہے وہ ابد تک نہ مرے گا۔" یوحنا [illegible] جسم کی طرح جلالی ہوں گے اور مکان و زمان کی قیود سے بالاتر ہوں گے۔ (۳) عالم آخرت میں زندگی پھر کبھی بھی فنا کا لقمہ نہ بنے گی۔ کیونکہ ضرور ہے کہ یہ فانی جسم بقا کا جامہ پہنے اور یہ مرنے والا جسم حیات ابدی کا جامہ پہنے (۱ کرنتھیوں ۱۵: ۵۳)۔ (۴) عالم آخرت کی زندگی یسوع المسیح کو جاننا یعنی آپ پر ایمان لانا اور آپ کو دیکھنا ہے۔ یسوع المسیح پر ایمان لانے سے مراد آپ کو قبول کرنا اور آپ سے رشتہ و رابطہ اور تعلق قائم کرنا ہے۔ "ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں" یوحنا ۱۷: ۳۔ "اب ہم کو آئینے میں دھندلا نظر آتا ہے لیکن اس وقت روبرو دیکھیں

گے ۔ مگر تعصبوں نے معلوم ہوا کہ آپ کو دیکھنا زندگی ہے اور زندگی آپ کو دیکھنا اور آپ پر ایمان لانا ہے ۔

(۵) عالم قدرت کی زندگی پاکیزگی کی زندگی ہے ۔ خدا نے حضرت موسیٰ کے ذریعہ سے اس حقیقت کو ظاہر کیا کہ پاک ہو کیونکہ تمہارا خدا پاک ہے لہٰذا دوسری زندگی جسمانی خواہشوں اور نفسانی رغبتوں سے بالاتر ہوگی ۔

الکتاب اور قدیم مسلم علمائے اسلام

ابن عباس کا قول امام رازی تفسیر کبیر میں نقل کرتے ہیں کہ الکتاب جو تمام اطراف عالم میں ذائع و شائع ہو چکی ہے اور جو بہ تواتر و تسلسل دورِ حاضرہ تک پہنچی ہے محال و ناممکن ہے کہ اس میں تحریف و تصحیف ہوئی ہو ۔ اس

مریں امام رازی ابن عباس سے متفق نظر آتے ہیں ۔ امام غزالی بھی الکتاب کے غیر محرف ہونے کے قائل ہیں ۔ امام تیمیہ ہوں امام بخاری ، بیضاوی ہوں کہ جلالین بھی الکتاب کی صحت و عصمت اور عدم تحریف کے قائل ہیں شاہ ولی اللہ و سر سید احمد خان نے تسلیم کیا ہے کہ الکتاب غیر محرف ہے ۔ سر سید احمد خان نے تبیین الکلام ، لکھی جس میں آپ نے الکتاب کی تحریف کے بارے میں لکھا کہ اس میں تحریف معنوی ہوئی ہے نہ کہ تحریف لفظی ۔ اور تحریف معنوی الکتاب کی صحت و عصمت کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتی ۔ آپ نے تبیین الکلام میں الکتاب کے چند ابواب کی تفسیر بھی لکھی ۔

الکتاب اور جدید علمائے اسلام

(۱) :- مولوی چراغ الدین جموی اپنی تصنیف منارۃ المسیح میں رقم طراز ہیں : قرآن کریم پہلی کتابوں اور پہلے رسولوں پر ایمان لانے اور ان کی تعظیم و تکریم کرنے کا حکم دیتا ہے چنانچہ قرآن حکیم میں وارد ہو ۔ اے اہل ایمان ! ایمان لاؤ خدا اور اس کے رسول پر اور ایمان اس کتاب پر جو اتاری گئی اوپر رسول اس کے محمد صلعم پر اور ایمان لاؤ ان کتابوں پر جو اتاری گئیں اس سے پہلے ، سورہ النساء رکوع ۲۰ ۔ پس جب ان کتب مقدسہ پر جو اتاری گئیں ایمان لانے کا حکم ہے تو ان کا درس کیونکر معیوب ہوا ۔ اگر یہ سوال ہو کہ موجودہ توریت انجیل اصل کتابیں نہیں اس لئے ہم ان کی تعظیم و تکریم نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات پر کوئی کافی دلیل موجود نہیں کہ یہ وہ کتابیں نہیں ۔ کیا جن لوگوں کے ہاتھوں میں وہ کتابیں نسلاً بعد نسلاً اسی زمانہ سے

چلی آرہی ہیں ان کی شہادت غلط ہے؟ کیا وے لوگ جو صدہا سال سے ان کو الہامی کتابیں مانتے ہوئے چلے آئے ہیں غلطی پر ہیں؟ پھر اگر ایسا ہے تو دوسرے لوگوں کے خیالات کی صحت پر کہ یہ اصل نہیں کیا دلیل ہے؟ کوئی بتا سکتا ہے کہ اصل کتابیں کہاں ہیں؟ آسمان پر یا زمین پر بلکہ قرآنی شہادت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں یہود و نصاریٰ کے ہاتھ میں وے اصل کتابیں موجود تھیں کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو قرآن شریف "لاؤ تم توراۃ اور اسے پڑھو" اور اہل انجیل کو چاہیے کہ اسی کے مطابق فیصلہ کریں جو اس میں نازل کیا گیا ہے" کا حکم نہ دیتا۔ کیا یہ جائز تھا کہ بصورت عدم موجودگی توریت و انجیل قرآن شریف ان کے لانے اور اہل انجیل کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیتا۔ ہرگز نہیں پھر جب نزول قرآن کے وقت اصل توراۃ انجیل اہل کتاب کے پاس موجود تھی تو بعد میں ان کے تبدیل یا تلف ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں۔ کیونکہ جو اعتراض اہل کتاب کے عقیدہ پر قرآن شریف نے اس وقت کئے تھے وہ آج بھی وارد ہوتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ وہی کتابیں ہیں۔

۴:۔ مولوی محمد سعید اپنی کتاب سعادت سرمدیہ میں لکھتے ہیں مسلمانوں کے لئے جیسا قرآن شریف پر ایمان لانا فرض ہے ویسا ہی انجیل شریف پر جیسا کہ قرآن شریف کے عین شروع شروع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے پیغمبر! جو کتاب تم پر تری اور جو تم سے پہلے اتریں ان سب پر ایمان لاتے ہیں" اس جگہ بعض مسلمانوں کو یہ وہم لگا ہوا ہے کہ انجیل شریف محرف و مبدل ہے۔ حالانکہ تحریف و تبدیل کے بارے میں جس قدر آیات کلام اللہ شریف میں ہیں ان میں سے ایک میں بھی ذکر نہیں ہے کہ انجیل یا توریت محرف مبدل ہے بلکہ ان مقامات میں لکھا ہوا ہے کہ یہودی لوگ ہاں ہاں یہودی لوگ نہ کہ عیسائی صاحبان توریت شریف کی باتیں بتانے کے وقت الٹ پلٹ کرکے بتا جاتے ہیں۔ پس اس الزام سے کم از کم

عیسائی صاحبان تو بالکل بری ہیں لہذا انجیل شریف محرف و مبدل نہیں ہے۔ اور توریت شریف بھی محرف و مبدل نہیں کیونکہ چند نا فہم لوگوں کی غلط بیانی سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی کتاب بھی بدل گئی ہو۔

۳:۔ مولانا مولوی عبداللہ چکڑالوی اپنی کتاب "رد النسخ المشہور فی کلام اللہ الغفور" میں لکھتے ہیں قرآن مجید بڑے زور سے متعدد مقامات پر اپنے سے پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور تصدیق بالکل ضد و نقیض ہے تنسیخ و تردید و تکذیب کی۔ پس قرآن مجید ان جملہ سابقہ آسمانی کتابوں کے ہر مسئلہ کا عموماً و خصوصاً مصدق ہے تو ناسخ و مکذب ہرگز نہیں۔ قرآن مجید ان سابقہ آسمانی کتابوں کا ہرگز ہرگز ناسخ و مکذب نہیں ہے بلکہ ان کے تمام مسائل کو رائج اور ان پر نگہبانی کرنے والا ہے۔

۴:۔ مجتہد العصر علی الحائری "دنشقہ الاسلام" میں لکھتے ہیں۔ "پیغمبر اسلام نے کسی نئے مذہب کی بنیاد ڈالی ہے اور نہ انہوں نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے [illegible] کی تصدیق کرتا ہے اسلام یسوع مسیح کا منکر نہیں نہ ان کی تعلیمات سے انکار کرتا ہے۔ ان کو نبی مانتا ہے اور حضرت عیسیٰ کے نام سے پکارتا ہے اور اعتقاد رکھتا ہے کہ روز جزا سے پہلے مادی شکل میں زمین پر آئیں گے۔

(۵) سید احمد حسین شوکت میرٹھی نے خدا کی کتابوں اور رسولوں کی اہانت کے نام سے افغان پشاور میں ۱۹۱۱ء میں ایک مضمون لکھا جس میں انہوں نے اس امر کی توضیح کی کہ نا واقف اور سادہ لوح مسلمان یہ تو مانتے ہیں کہ انجیل خدا کا کلام ہے مگر یہ تقلیدی عقیدہ بھی ان کے دلوں میں ہے کہ انجیل تحریف ہو گئی ہے اگرچہ وہ ثابت نہیں کر سکتے کہ کس آیت میں اور کس زمانہ میں تحریف ہوئی اور

کس نے کی کیا دنیا میں کوئی بدبخت قوم ایسی ہے کہ اپنے ہاتھوں اپنی آسمانی کتاب کو بگاڑے اور کمخواب میں ٹاٹ کا پیوند لگا کر لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونکتی پھرے؟

۶۔ ڈاکٹر پروفیسر غلام برق جیلانی جنہوں نے امام تیمیہ پر تحقیقی مقالہ سپرد قلم کرکے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ وہ اپنی کتاب "ایک اسلام" کے باب اول میں قرآن کریم کی بہت سی آیات اور الکتاب کے پرانے نسخوں کی روشنی میں جو عصر حاضر میں دستیاب ہوئے ہیں یہ حقیقت ثابت کرتے ہیں کہ الکتاب غیر محرف و غیر مبدل ہے اور اپنی اصلی حقیقت و ثبات میں قائم و دائم ہیں۔ اور اس میں کسی نوع کی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔

الکتاب کی اہمیت وضرورت

الکتاب عیسائیت کا [illegible] دنیا کی تہذیب اور سرچشمہ [illegible] اسی کی روشنی میں راہ ترقی وکمال پر گامزن ہیں نہ بلکہ زمانہ قدیم میں بھی بنی اسرائیل کے علاوہ اس نے بہت سی اقوام کی راہنمائی کی۔ اس کی بے مثال شریعت سے استفادہ کیا۔ اس نے بگڑے ہوئے معاشروں کی اصلاح کی۔ کروڑوں اور بدکردار لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب عظیم پیدا کیا۔ مقدونیہ، یونان، روم و فلسطین و شام و ایران۔ یورپ و افریقہ سے بت پرستی اور اس کی مکروہات کی تاریکیوں کو دور کیا۔ غلامی کا استیصال کیا جہالت کی بیخ کنی کی۔ دنیا کے علم و ادب کے ارتقا میں الکتاب نے حیرت انگیز کردار ادا کیا ہے۔ سائنس کا سرچشمہ فلسفہ ہے اور فلسفہ علم الہیات کی باندی ہے اس لئے سائنس الکتاب کی باندی ہے۔ فلسفہ و سائنس دونوں الکتاب کے گھر کا پانی بھرتے ہیں۔

اگرچہ الکتاب سولہ سو برس کے عرصہ میں چالیس انبیا و رسل کے الہام سے معرض وجود میں آئی۔ اور نبیوں کے درمیان صدیوں کا بُعد ہے تاہم ان کے الہامات میں اتحاد و ہم آہنگی ہے اور شان ارتقا اس پر مستزاد۔ ہر نبی اپنے سے ماقبل نبی کے الہام سے آگے ہی آگے قدم رکھتا ہے۔ ہر نبی اپنے بارے میں کچھ نہیں کہتا ہے وہ آفتاب صداقت ہی کی صفات و شیون بیان کرنے میں کوشاں نظر آتا ہے۔

وحدتِ نسبتی

جرمنی کے فلاسفر ہیگل نے کہا الکتاب وحدت الٰہی کا بیان ہے جو وہ اس وحدت کی توضیح وتفسیر کثرت سے کرتی ہے۔ کوئی شخص خواہ کتنا ہی صاحب فہم و ذکا کیوں نہ ہو اپنی محدود و ناقص عقل سے خدا کی ذات و صفات اس کی وحدت اور وحدت کی توضیح وتلویح تک نہیں پہنچ سکتا ہے الکتاب اس وحدت اور اس [illegible] ہے وہ خدا کا مکاشفہ ہے۔ خود ذات باری تعالے نے اپنی وحدت کا بیان نہایت واشگاف الفاظ میں کرتا ہے۔ اس نے حضرت موسیٰ سے اعلےٰ الاعلان کہا۔ بنی اسرائیل سے کہ "میرے سوا کوئی دوسرا خدا نہ ہو"۔ جب بنی اسرائیل نے راہ توحید کو چھوڑا تو ان پر آفات ومصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ان کی عظیم الشان سلطنت صفحہ ہستی سے مٹ گئی۔ وہ اغیار کی اسیری و غلامی میں ممالک غیر بھیجے گئے۔ جتنی تاکید و تلقین الکتاب نے وحدت کی کی اتنی تلقین کوئی اور کتاب نہ کرسکی۔

الکتاب نے توحید پر قائم و دائم رہنے سے جو برکات و رحمات نازل ہوئیں انہیں بھی ظاہر و باہر کر دیا اور اس پر کاربند نہ رہنے کی وجہ سے جو زحمات و نکبات غیر موحدین پر ٹوٹ پڑیں انہیں بھی ظاہر و عیاں کر دیا۔

حیرت انگیز امر یہ ہے کہ جس وحدت نسبتی کی تعلیم الکتاب دیتی ہے وہ کائنات کی ایک ایک شے اور ایک ایک ذرہ ذرہ سے ہویدا و آشکار ہے اس کی تجلیات اور اس کے نشانات چار سو نظر آتے ہیں۔ اس کی شہادتیں اقوام عالم کے قدیم مذاہب سے ملتی ہیں۔ کتاب کی بیان کردہ وحدت نسبتی کو ظہور قدیم کی نقطۂ عروج و کمال تک پہنچا ہے۔ اس کی وحدت بہ اضافت کثرت ہی نہیں جس کی شاہد صادق تمام کائنات ہے جس کی گواہ کائنات کی ہر شے ہے بلکہ اس کی وحدت نسبتی کا مفہوم و مطلب کا مجموعہ حامل ہے کہ وہ بے مثل بے نظیر ہے وہ یکتا و بے سہیم اور وہ لاثانی ہے جس کی وجہ سے ذات باری تعالٰی بے مثل و بے نظیر و واحد و یکتا و بے سہیم و لاثانی ثابت و متحقق ہوتی ہے اور اس کی توضیح اس طرح سے ہے کہ ہر شے واحد وجود و علم و زندگی ہے۔ [illegible] کلام شخص ہے اور اس کی زندگی شخص ہے حتیٰ کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس کا وجود و علم و حیات اشخاص نہیں لیکن ذات باری تعالٰی کا وجود اس کا علم یا کلام اور اس کی حیات ہر سہ الٰہی اشخاص ہیں اور ان ہر سہ اشخاص سے ذات ذات ہے اور صفات صفات ہیں اگر کثرت اشخاص نہ ہو تو نہ ذات ذات ہو اور نہ صفات صفات ہوں لیکن ذات ذات اور صفات صفات ہیں اس ذات باری تعالٰی کا وجود اس کا کلام اور اس کی حیات بطور اشخاص الٰہی متحقق و ثابت ہیں الکتاب خدائے کامل کی ذات کاملہ کا بیان کامل طور پر کرتی ہے اس لئے وہ خدا کی کامل کتاب ہے وہ خدا کی بے نظیر کتاب ہے۔

الکتاب میں بیان کردہ وحدت نسبتی یا وحدت فی الکثرت یا توحید فی التثلیث ایک اعلیٰ و مثالی فرد افضل و ارفع خاندان اور اکمل و مثالی ریاست

و سلطنت اور قابل رشک وطن و قوم کا تصور یا نظریہ پیش کرتی ہے۔ عصر حاضر میں جمہوری نظام سلطنت توحید فی التثلیث ہی کا کرشمہ ہے بے شک الکتاب افراد و اقوام کی ہادی و راہنما ہے۔

۲۔ تجسم

الکتاب میں کلمۃ اللہ المسیح کے تجسم کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ہر شخص مشاہدہ حق کا متلاشی ہے۔ ہر کوئی اس کے وصال کا خواہاں ہے لیکن خدا اور انسان کے درمیان غیر متناہی فاصلہ ہے۔ بے حد بُعد و دوری ہے کوئی شخص اپنی محدود اخلاقی قابلیتوں اور ناقص روحانی استعدادوں اور متناہی قوتوں سے اس غیر متناہی فاصلہ کو طے نہیں کر سکتا اس بے حد بُعد و دوری کے سمندروں کو عبور نہیں کر سکتا الکتاب بنی نوع انسان کو یہ بشارت دیتی ہے کہ کلمۃ اللہ جس کا لقب المسیح ہے اور جسے کلام نفسی بھی کہتے ہیں اور کلام شخصی بھی۔ کلام نفسی یا کلام شخصی المسیح کی حقیقت و ماہیت ہے۔ کلام شخصی جو خدا کی ذات کا عین ہے اور ازل [illegible] ظہور پذیر ہوا۔ وہ جو خدا کا ازلی ظہور باطنی ہے محض انسان کے جذبۂ فطرت کی تسکین کے لیے اور اپنے ظہور خارجی کی نظر سے انسان سے وصال اور میل ملاپ کے لئے اس کی نجات کے لیے اور اسے حیات ابدی سے سرفراز کرنے کے لئے کلام لفظی کی اعلیٰ ترین میں اور کائنات کے افضل الناس انسان کی بشریت میں جلوہ نما ہوا۔ اسی نے تمام کائنات پیدا کی تمام چیزیں اس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں اور دنیا کی تمام چیزیں اس کے لیے ہیں لیکن تخلیق کائنات کلمۃ اللہ المسیح کے تجسم کی دیباچہ تھا اس کے تجسم کی تیاری تھی۔ تمام کائنات کلام لفظی ہے ہر شے کلام لفظی کی جزو ہوتے ہوئے کلمہ ہے۔ کلام لفظی کا متکلم اس کا خالق

وما لک خود خدا کا ازلی کلام شخصی ہے۔

کلمۃ اللہ المسیح نے یسوع کی بشریت میں ہو کر قبر اور موت پر فتح عظیم حاصل کی۔ مردوں میں سے زندہ ہوتے پر ایک جلالی روحانی ومثالی جسم کے ساتھ زمان ومکان کی قیود سے بالاتر ہوگیا۔ آن واحد میں غیوب وحضور کی قدرت حاصل کی۔ یہ جلالی وروحانی ومثالی جسم کلمۃ اللہ المسیح کا ہے جو اس کے جلال میں جلالی ہو کر آسمانوں کی وسعتوں اور زمین کی پہنائیوں میں آن واحد میں حاضر وناظر اور آن واحد میں غائب وظہور حاضر ہونے کی قدرت رکھتا ہے جس کا ارشاد ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ یعنی اندیکھے خدا کو دیکھا"۔ یہ اس لئے کلمۃ اللہ نے کہا کہ وہ خدا کا مکاشفہ ازلی اور مکاشفہ غیر ازلی ہے وہ اس کا ظہور باطنی اور ظہور خارجی ہے جو ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے جو اول بھی ہے اور آخر بھی وہ اول ہے اپنی ازلیت کی وجہ سے کیونکہ اس کے اول ہونے سے پہلے کوئی اول نہیں اور وہ آخر ہے اپنی ابدیت کی وجہ سے کیونکہ [illegible] سے آخر ہونے کے بعد کوئی آخر نہیں۔ اور وہ باطن ہے خالق ہونے کی وجہ سے اور ظاہر ہے کلام لفظی ہونے کی نظر سے اور کلام شخصی ان دونوں صفتوں میں ہے لیکن بحد تحقیق میں تمام ظہورات کلام شخصی کے ہیں۔

الذی [illegible] البیان میں کوئی خوبی وکمال نہیں کہ خدا کی بارگاہ میں باریاب ہو سکے یہ محض اس کی محبت اور [illegible] کا فضل عظیم ہے کہ کلام نفسی یا شخصی۔ کلام لفظی میں ظاہر ہوا۔ کلام لفظی جیسا [illegible] کہتے ہیں [illegible] سالک پر ظاہر ہوتا ہے [illegible] رسول [illegible] دمشق میں ظاہر ہوا [illegible] جس میں [illegible] پر ظہور پذیر ہوا جیسے حقیقت [illegible] فرشتہ کی صورت میں [illegible] اور عصر حاضر میں اس کے ظہور [illegible] یسوع کی شکل [illegible] بہت [illegible] ہو سکتے ہیں۔ [illegible] یسوع [illegible] تو عالم کی

حالت ہوگی کیونکہ یسوع یسوع ہے اور المسیح بھی اور المسیح کلمۃ اللہ ہے اور کلمۃ اللہ عین خدا یعنی المسیح عین خدا ہے۔ تو یسوع جو المسیح ہے خدا اور انسان ہونے کی جہت سے حاکم عادل ہوگا۔ معلوم ہوا یسوع کلمۃ اللہ المسیح کا ظرف ظہور ہوا تو جس نے وہ کمال حاصل کیا کہ مردوں میں سے زندہ ہونے کے بعد بقائے ابدی اور بے حدی سے واصل ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ مجسم خدا اور انسان کا مکاشفہ ہے۔ ہر شخص جو ایمان کے وسیلہ سے اپنے دل کو کلمۃ اللہ المسیح کا مسکن بناتا ہے نجات اور حیات ابدی حاصل کرتا ہے اس کے وصال وعرفان ومعرفت سے سرفراز ہوتا ہے۔ مشاہدہ حق پر قادر ہوتا ہے۔ یہ وہ حقائق ہیں جنہیں الکتاب ظاہر وعیاں کرتی ہے۔ بے شک الکتاب روحانی حکمتوں کا خزانہ ہے۔

نجات

الکتاب اس حقیقت کو آشکارا کرتی ہے کہ انسان اپنے نیک اعمال وعبادات سے نجات نہیں پا سکتا ہے کیونکہ نیک اعمال وعبادات واجبات سے ہیں اور واجبات کی ادائیگی ذریعہ نجات نہیں۔ نیک اعمال جو انسان کی گناہ کے باعث بگڑی ہوئی سرشت کا ثمرہ ہیں ناقص ہیں، وہ وقتی ہیں وہ خدا کی بے حد رحمت یا نیکی وپاکیزگی کے مقابلہ میں گندی دھجیاں ہیں وہ خدا کی بے حد خوشنودی کے مطابق نہیں لہذا نیک اعمال ذریعہ نجات ہرگز نہیں، خدا محض اپنی رحمت کے تقاضا کے مطابق ہر گناہگار کو نجات نہیں دیتا کیونکہ وہ رحمان ورحیم ہے تو منصف وعادل بھی ہے۔ اگر گناہگاروں کی نجات

کے لیے رحمت ہی رحمت ہو تو عدالت و انصاف مفقود و غائب نظر آتے ہیں اور یہ امر اللہ تعالیٰ کی وحدت صفاتی کے برعکس و نقیض ہے پس اس کی رحمت بلا مبادلہ ہرگز نہیں۔ اور اگر خدائے برتر و تعالیٰ اپنی عدالت اور اپنے انصاف کے تقاضا کے مطابق تمام بنی نوع انسان کو ان کے گناہوں کے باعث عذاب الیم میں ڈالے بلکہ انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دے تو اس کی محبت و رحمت و شفقت و رافت کالعدم و عنقا ثابت و متحقق ہوتی ہیں تو پھر اس کی محبت و انصاف اور اس کی رحمت و عدالت میں وحدت کے ظہور کی کیا سبیل ہے؟ اور اس کی وحدت صفاتی کے بروز کی کون سی راہ ہے؟ صرف اور صرف الکتاب ہی وحدت صفاتی کے ظہور و بروز کی راہ و سبیل کی نشاندہی کرتی ہے۔ حصول نجات کے لئے توبہ بھی عبث و بیکار ہے کیونکہ توبہ بھی محدود و ناقص ہے کیونکہ انسان خود محدود و ناقص ہے لہٰذا محدود و ناقص توبہ خدا کی بے حد راست بازی اور پاکیزگی و قدوسیت کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتی انسان اپنی نجات پر قدرت نہیں رکھتا۔ وہ لوگ جو نجات اپنی عبادات و نیک اعمال توبہ و اوراد پر مبنی سمجھتے ہیں گناہ کی ماہیت و بے حقیقت سے بے خبر ہیں۔ گناہ خدا کی محبت کو پائے حقارت سے ٹھکرا دینے کا نام ہے۔ گناہ توحید کی تحقیر کر کے غیر معبود کے سامنے سرنگوں ہونے کا نام ہے گناہ فریب نظر جسم کی خواہش اور زندگی کا غرور ہے۔ گناہ سوسائٹی یا بنی نوع انسان کو زیان و نقصان پہنچانے کے مترادف ہے۔ گناہ صراط مستقیم سے ہٹ جانے کا نام ہے۔ گناہ کرنا اپنی تخلیق کے مقصد کو نظر انداز کرنا ہے۔ گناہ خدا کے برخلاف بغاوت و سرکشی ہے۔ نقض شریعت گناہ ہے۔ گناہ کے نتائج ہیں سرشت انسانی کا فساد اور بگاڑ۔ خدا کی حضوری سے دوری اور باغ عدن سے خروج اپنے مقام سے گر جانا اور خدا اور انسان کے درمیان بے حد دوری و بُعد کا پیدا ہونا یہ تمام حقائق الکتاب سے ظاہر و آشکار ہیں نجات

انسان کی بگڑی ہوئی طبیعت کا علاج [illegible] کر کے پھر اصلی حالت پر لانے کا نام ہے صرف وہی اسے اصلی حالت پر لا سکتا ہے جس نے اسے بنایا ہے۔

الکتاب یہ حقیقت آشکار کرتی ہے کہ خدا محبت کے تقاضا کے مطابق کلمۃ اللہ المسیح میں ظاہر ہو کر برگشتہ اور بھٹکے ہوئے انسان کی تلاش میں نکلتا ہے عہد عتیق میں خدا کے کلام شخصی کے تمام ظہورات اس کی تلاش پر دلالت کرتے ہیں عہد جدید میں کلام شخصی یسوع کی بشریت میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ یسوع المسیح کے معجزات انسان کی نجات کے شاہکار کے عکوس و ظہورات ہیں۔ صلیب پر کلام شخصی کے ذریعہ سے خدا کی رحمت بالمبادلہ کا ظہور ہوا۔ صلیب پر کلام شخصی کے وسیلہ سے خدا کے ظہور خارجی اور نجات کے کام پایۂ تکمیل تک پہنچے۔ محبت و رحمت اور عدالت و انصاف میں وحدت ظاہر ہوئی۔ کلام شخصی نے یسوع کی صلیبی موت کے ذریعہ سے موت کا تجربہ حاصل کیا۔ یسوع کی موت میں الوہیت موت کی وادی میں سے ہو کر گزری۔ یسوع کی موت اور موت کی اذیتیں اور موت کے دکھ بے حد اور [illegible] انسان کے گناہوں کی بے حد عوضی سزا ہے۔ نجات بالکفارہ خدا کے فضل عظیم سے ہے اور وہ اوپر سے ہے جیسے کہ بارش اور روشنی اوپر سے ہیں۔ صلیبی موت پر کلمۃ اللہ المسیح فتح عظیم حاصل کرتا اور مردوں میں سے زندہ ہوتا ہے۔

اگر تمام بنی نوع انسان کو ان کے گناہوں کی سزا دی جاتی تو بھی خدا کے بے حد انصاف سے ظاہر ہونے والی بے حد سزا کا تقاضا پورا نہ ہوتا کیونکہ محدود بنی نوع انسان کی موت اور سزا محدود ہے بے حد انصاف کے تقاضا کے مطابق بے حد سزا وہی برداشت کر سکتا ہے جو خود بے گناہ اور بے حد اور اور غیر متناہی ہو اور بنی نوع انسان کا عوضی و فدا کار اور بنی نوع انسان کا تما

انسان ہی ہو سکتا۔ لہذا خدا کی بے حد پاکیزگی و قدوسیت و عصمت اور بنی نوع انسان کی نمائندگی و قدا کاری کی ایک ایسی ہستی کی مقتضی تھی جو انسان بھی ہو اور خدا بھی جو محدود بھی ہو اور لا محدود بھی جو حادث بھی ہو اور قدیم بھی۔ جو کلام نفسی و شخصی بھی ہو اور کلام لفظی بھی۔ الکتاب ایسی شخصیت یسوع المسیح کو ثابت و متحقق کرتی ہے نجات بالکفارہ خدا اور انسان میں ایک مفاہمت ہو گئی ہے خدا کا انسان کے ساتھ میل ملاپ اور وصال ہے۔ معلوم ہوا الکتاب خدا کی طرف سے نجات کی بشارت ہے۔ حیاتِ ابدی کی خوشخبری ہے۔ الکتاب فاتح موت کا نعرہ فاتحانہ ہے۔

الکتاب زندگی کے ہر نشیب و فراز میں مشعل راہ ہے

[illegible] کہتے ہیں کہ

(۱) اگر کسی گناہ کا بوجھ ستاتا ہو تو زبور ۵۱ پڑھو۔
(۲) جب تم فکر مند ہو تو متی ۶: ۱۹-۲۴ پڑھو۔
(۳) جب تم کسی آفت و وبا کے خوف میں ہو تو زبور ۹۱ پڑھو۔
(۴) جب تم پست ہمت ہو جاؤ تو زبور ۴۰ کی تلاوت کرو۔
(۵) جب تم پر خارجی دباؤ پڑے تو زبور ۳۴ پڑھا کرو۔
(۶) جب تم سخت خوف میں مبتلا ہو جاؤ تو زبور ۱۲۱ پڑھا کرو۔
(۷) جب تم گھر چھوڑ کر سفر میں جاؤ تو زبور ۱۲۱ پڑھا کرو۔
(۸) جب تم اپنی برکات کو فراموش کر بیٹھو تو زبور ۱۰۳ پڑھا کرو۔
(۹) جب تمہیں تقویت ایمانی درکار ہو تو عبرانیوں ۱۱ باب پڑھا کرو۔
(۱۰) جب تمہارا دل کسی کی دشمنی میں گڑا ہوا نظر آئے تو اکرنتھیوں ۱۳ کی تلاوت کرو۔
(۱۱) جب امن و امان کی تمنا ہو تو متی ۵ باب پڑھا کرو۔
(۱۲) جب تم مذہب کی اصلیت سمجھنا چاہو تو یوحنا رسول کی انجیل ۹ باب کا مطالعہ کرو۔
(۱۳) اگر تم سچے مسیحی کو جاننا چاہو تو متی ۵ باب پڑھو۔

بے شک الکتاب اخلاق و روحانی ارتقا کی ضامن ہے۔ یہ صد ہا صداقتوں اور سچائیوں کا خزانہ ہے۔ الکتاب خدا کی کتاب ہے۔ کتابِ کائنات بھی اس کی کتاب ہے لیکن الکتاب کو کتابِ کائنات پر اس وجہ سے فضیلت حاصل ہے کہ خدا کی کئی صفات جو کتابِ کائنات سے ظاہر و ثابت نہیں ہوتیں وہ اس سے اعلیٰ طور پر ہویدا و آشکار ہیں جو یہاں پوشیدہ و نہاں ہے وہاں ظاہر و عیاں ہے۔ کلمتہ اللہ المسیح کائنات کا خالق ہے تو اس کا [illegible] کی تجلیات کا ظہور ہے تو الکتاب میں وہی ہر سو جلوہ نما ہے۔ اور جب کائنات اور الکتاب اپنے حدوث و محدودیت کی وجہ سے اسے کما حقہ ظاہر و باہر نہ کر سکیں تو وہ مجسم ہوا اور الکتاب نے اس کی نوید تجسم کو کائنات عالم میں مشتہر کیا۔

لاریب الکتاب زندگی کی کتاب ہے۔ الکتاب معجزات کی کتاب ہے بلکہ الکتاب خود ایک معجزہ ہے۔ الکتاب کے ذریعہ سے خدا ہر روز ہر آن اور ہر ساعت اپنے بندوں سے اپنے عارفوں اور سالکوں سے ہم کلام ہوتا ہے۔ الکتاب شکستہ دلوں اور غم زدہ لوگوں کو تسلی و اطمینان دیتی ہے۔ خوشحال اور فارغ البال لوگوں کو شکر اور حمد و ثنا کے نغمے سکھاتی اور بادشاہوں کو اطوار حکمرانی و جہانبانی کا درس دیتی ہے۔

مایوس اور ناامید افراد کی راہوں کو امید کے انوار سے روشن کرتی، گرتے ہوئے کو تھامتی اور تباہ حالوں کی ڈھارس بندھاتی ہے۔ الکتاب صراطِ مستقیم تک پہنچاتی اور آرام و راحت کے چشموں کی نشاندہی کرتی ہے۔ زندگی کے سمندر میں الکتاب وہ مینارِ عظیم ہے جس کی روشنی میں بحری مسافر بخیر و عافیت سفر کر کے اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔ بحرِ حیات میں گم شدہ مسافروں کے لئے یہ قطب نما ہے۔ رات کی تاریکیوں میں صحراؤں اور بیابانوں اور جنگلوں میں سفر کرنے والوں کے لیے یہ صبح کا ستارہ ہے۔ ابدی زندگی کے متلاشیوں کے لئے الکتاب صلائے عام ہے۔

اے آیاتِ الکتاب کے قاری! باتمکین ہو تو بھی الکتاب کے آسمانِ نیلگوں میں محوِ پرواز ہو کر الکتاب کے روشن و تابندہ ستاروں سے اپنا دامن بھر لے کیونکہ ان ستاروں سے تیری زندگی چمک اٹھے گی روشن و منور ہوگی اور تو اس راہِ صداقت پر گامزن ہو جائے گا جو بہشت بریں کے سنہری پھاٹکوں تک جاتی ہے جو حیاتِ ابدی کے چشموں تک پہنچاتی ہے، جن کے خاموش کناروں پر خوشی و مسرت کے سدا بہار ملن کے پھول کھلتے ہیں۔

الکتاب صرف آخرت و عاقبت کی ہی کتاب نہیں یہ دنیوی زندگی کو باوقار طریقے سے بسر کرنے کا لائحہ عمل بھی پیش کرتی ہے۔ یہ جامع شریعت و طریقت کی حامل ہے۔ اعلیٰ و ارفع مثالی زندگی کے لئے یسوع المسیح اسوۂ حسنہ ہیں کیونکہ آپ جمال و جلال کے پیکر محبت و عدالت اور رحمت و انصاف کے حامل اور بصیرت و سیرت اور نیکی و غیرت، اور حلم و رافت اور قہاری و جباری کے نمونہ کامل ہیں آپ کی آمد اول رحمت و محبت و فضل کے تقاضا کے مطابق تھی تو بھی اس جمال میں آپ کا جلال بھی تھا مثلاً غیرت خداوندی کا اظہار کرتے ہوئے آپ نے

ہیکل سے تمام سوداگروں اور تاجروں کو کوڑے مار مار کر باہر نکال دیا۔ صرافوں کے تختے الٹ دیئے اور ہیکل میں لین دین کرنے والوں کو سرزنش کی یہ تھا آپ کے جمال یعنی محبت و رحمت و فضل میں جلال کا ظہور اسی طرح آپ کی آمدِ ثانی میں آپ کی شان قہاری و جباری کا ظہور ہوگا کیونکہ آپ کی آمدِ ثانی عدالت و انصاف کے تقاضا کے مطابق ہوگی۔ یومِ عدالت کو آپ بھیڑوں کو بکریوں سے نیکوں کو بدوں سے تاریکی کو نور سے جدا کریں گے جیسے کہ آپ نے تخلیقِ کائنات کے پہلے دن نور کو تاریکی سے جدا کیا تھا۔ پیدائش ۱:۴ الحاصل یسوع المسیح کی تقلید سے مقلدین کی زندگیوں میں اعتدال و توازن پیدا ہوگا۔ اخلاقِ بد سے تخلیہ اور صفاتِ حمیدہ اور اخلاقِ جمیلہ سے تحلیہ ہوگا اس سے پولس رسول کا یہ ارشاد کہ یسوع المسیح کو پہن لو یعنی یسوع المسیح کی صفاتِ عالیہ سے اخلاقِ رفیعہ سے اپنے آپ کو پیراستہ کرو، زیرِ عمل ہوگا۔ الکتاب دین و دنیا کی ریاست و آخرت کی اور سیاست و عاقبت کی کتاب ہے۔

اے قاری! اگر تو افسانہ نویس بننا چاہتا ہے تو روت کی کتاب پڑھ اگر ناول نویسی کا شوق ہو تو پڑھ تا قضاۃ ۱۹ - ۲۰ اور ۲۱ باب کا مطالعہ کر اور مورخ بننے کی ہوس ہو تو ۔ ۱-۲ سموئیل ۱-۲ سلاطین اور ۱-۲ تواریخ کی ورق گردانی کر اگر شاعری کو جی چاہے تو غزل الغزلات سے بڑھ کر بہتر سے کوئی اور کتاب نہیں۔ ادیب بننا چاہے تو یسعیاہ کی تلاوت کر اخلاقیات کے لئے کتاب امثال فلسفہ کے لیے واعظ کی کتاب اور سائنس کے لیے ایوب کی کتاب زمانہ مستقبل کی تاریخ کے لئے دانی ایل کی کتاب اعلیٰ ادب کا مکاشفہ۔ تصوف کے لئے غزل الغزلات اور پولوس رسول کے خطوط خطابت کے لیے یسعیاہ کی کتاب الکتاب

بننے کے لیے یرمیاہ کا نوحہ اور عزرا و نحمیاہ کی کتابیں "ہمدردی" قوم کے لئے آستر کی کتاب اور الہیات برنگ فلسفہ چاہیے تو پولوس رسول کے خطوط تیرے لئے مشعل راہ ہیں۔

الحاصل الکتاب ہر انسان کے ہر نحو زندگی ہر طرز حیات اور زندگی کے تمام نشیب و فراز میں ہادی و راہنما ہے۔ اس کا مطالعہ تخلیق ایمان اور افزائش ایمان کا باعث ہے۔ کائنات کے آئینہ میں بھی کلمتہ اللہ المسیح منعکس ہوتے ہیں۔ لیکن الکتاب کے آئینہ میں آپ اعلےٰ و اکمل طور پر پرتو فگن ہیں۔ مسیحی ایمان کلمتہ اللہ المسیح پر مبنی ہے۔ چونکہ آپ کائنات سے بھی ظاہر و باہر ہیں اس لئے وہ بھی کلام خدا ہے اور چونکہ آپ الکتاب سے بھی ہویدا اور آشکارا ہیں اس لئے الکتاب افضل و اعلےٰ طور پر خدا کا کلام اور خدا کی کتاب ہے کس لئے کہ کلمتہ اللہ المسیح یا خدا کا کلام نفسی و کلام شخصی خدا کی ذات کا عین ہے۔ ایمان کی رُو سے الکتاب کو ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ اوّلیت کلمتہ اللہ المسیح کا حق ہے جس میں نہ کوئی تغیر ہے نہ تبدل۔ آپ آج اور کل بلکہ ابد تک یکساں ہیں تو کائنات جو آپ کا آئینہ ہے ہزارہا حوادث و انقلابات کے باوجود اپنی حقیقت و ماہیت میں یکساں و برابر ہے اسی طرح الکتاب بھی جو آپ کے حسن و جمال کا افضل و اعلےٰ آئینہ ہے ہزارہا سالوں سے مختلف حالات اور متفرق حوادث و انقلابات میں سے گزرنے کے باوصف اپنی حقیقت و ماہیت میں برقرار اور قائم و دائم ہے۔

اخلاقی و روحانی ترقی

الکتاب (بائبل) کا مطالعہ اس حقیقت کا شاہد صادق ہے کہ وہ اللہ کی کتاب ہے۔ وہ اللہ کی جانب سے نازل ہوئی ہے۔ اس میں بیان کردہ واقعات و حالات میں روح القدس متحرک ہے اور ان میں کلمتہ اللہ المسیح اپنی معجزانہ قدرت سے چلتا پھرتا معلوم و محسوس ہوتا ہے۔ الکتاب (بائبل) کی خاموشیوں میں اللہ کی آواز کی گونج سنائی دیتی ہے۔ اس میں بیان کئے ہوئے اقوال و تعلیمات الٰہی شبنم کی پھواریں ہیں جس سے روح انسانی ترو تازگی حاصل کرتی ہے۔ وہ اندھیری رات میں روشن [illegible] ہیں۔ وہ ترو تازہ پھل اور میوے ہیں جو اخلاقی و روحانی ترقی و بالیدگی کے لیئے بے حد مفید و کارآمد ہیں۔

دنیا کے بے شمار لوگوں نے الکتاب کے اقوال و تعلیمات سے اپنی تاریک زندگیوں کو روشن و منور کیا۔ انہوں نے بدترین اشخاص کی زندگیوں کو معجزانہ طریقے سے تبدیل کیا۔ یہ اقوال و تعلیمات روح القدس کی سرگوشیاں ہیں۔ یہ اقوال و تعلیمات کلیاں بھی ہیں اور پھول بھی۔ یہ ستارے بھی ہیں اور ساحل بحر کے روشن اور چمکیلے اصداف و ذرے بھی یہاں صدف بھی ہیں اور موتی بھی اور انواع و اقسام کے ثمرات شیریں بھی چنانچہ ہر شخص اپنے اپنے ظرف کے مطابق ان سے فیضیاب ہوتا

سب ہے۔

بے شک حضرت ابراہیم سے پیشتر سومیری قوم نے اپنے زمانہ و ماحول سے بہتر اخلاقیات سے متعلق قوانین بنائے ہیں اور حضرت ابراہیم کے ہمعصر حمورابی نے سومیری قوم سے اعلےٰ و افضل اخلاقی قوانین وضع کئے۔ لیکن سومیری قوم کی اخلاقیات اور حمورابی کی کوڈ کو حضرت موسیٰ کے احکام عشرہ سے کیا نسبت۔ کس لئے کہ سومیری قوم اور بابل کے حمورابی کے ہم قوم اپنی اپنی اخلاقیات کے باوجود انلیل اور مردوک دیوتاؤں کے پرستار تھے اور بت پرستی اور اوہام پرستی میں گرفتار۔ تاہم انکی اخلاقیات ضمیری شریعت کے شمس و قمر تھے۔

توریت

الکتاب کی کتاب خروج ۲۰ سے ثابت ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰ کو مندرجہ ذیل دس احکام بنی اسرائیل اور ان کے توسط سے تمام بنی نوع انسان کو ان کی رشد و ہدایت کے لئے عطا فرمائے۔

۱:۔ میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا۔

۲:۔ تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا۔ نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے۔ تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا نہ ان کی عبادت کرنا کیوں ہیں خداوند تیرا غیور خدا ہوں اور جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں ان کی اولاد کو تیسری اور چوتھی پشت تک باپ دادا کی بدکاری کی سزا دیتا ہوں۔ اور ہزاروں پر جو مجھ سے محبت رکھتے اور میرے حکموں کو مانتے ہیں رحم کرتا ہوں۔

(۳) تو خداوند اپنے خدا کا نام بے فائدہ نہ لینا کیونکہ جو اس کا نام بے فائدہ لیتا

ہے خداوند اسے بے گناہ نہ ٹھہرائے گا۔

۴:۔ یاد کرکے تو سبت کا دن پاک ماننا چھ دن تک تو محنت کرکے اپنا سارا کام کاج کرنا۔ لیکن ساتویں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے۔ اس میں نہ تو کوئی کام کرے۔ نہ تیرا بیٹا نہ تیری بیٹی نہ تیرا غلام نہ تیری لونڈی نہ تیرا چوپایہ نہ کوئی مسافر جو تیرے ہاں پھاٹکوں کے اندر ہو۔ کیونکہ خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین اور سمندر اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب کچھ بنایا اور ساتویں دن آرام کیا اس لئے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اسے مقدس ٹھہرایا۔

(۵) تو اپنے ماں باپ کی عزت کرنا تاکہ تیری عمر اس ملک میں جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے دراز ہو۔

۶:۔ تو خون نہ کرنا۔

۷:۔ تو زنا نہ کرنا۔

۸:۔ تو چوری نہ کرنا۔

۹:۔ تو اپنے پڑوسی کے برخلاف جھوٹی گواہی نہ دینا۔

۱۰:۔ تو اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ نہ کرنا تو اپنے پڑوسی کی بیوی کا لالچ نہ کرنا اور نہ اس کے غلام اور نہ اس کی لونڈی اور نہ اس کے بیل نہ اس کے گدھے اور نہ اپنے پڑوسی کی کسی چیز کا لالچ نہ کرنا۔

کلمتہ اللہ المسیح نے ان احکام میں سے سب سے بڑا حکم یا ان تمام احکام کا خلاصہ یوں بیان فرمایا۔ "سن اے اسرائیل خداوند تیرا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ تو خداوند اپنے خدا سے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ دوسرا یہ کہ تو اپنے پڑوسی

سے اپنے برابر محبت رکھ" مرقس ۱۲: ۳۱ الغرض آپ نے فرمایا یہ نہ سمجھو میں توریت
یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے
نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور
زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک
سب کچھ پورا نہ ہو جائے متی ۵: ۱۷-۱۸

توریت کے دس احکام عشرہ پہلے حکم سے لے کر چوتھے حکم تک خدا کے
بارے میں ہیں اور پانچویں حکم سے دسویں حکم تک انسان سے متعلق ہیں۔ پہلے
چار حکم اللہ کے حقوق کے بارے میں ہیں اور باقی چھ احکام حقوق العباد [illegible]
متعلق ہیں۔ اور حقوق اللہ اور حقوق العباد میں اللہ کی توحید ہی کا درس ہے۔
کیونکہ توحید کے بغیر نہ انسان اللہ کے حقوق کما حقہ پورے کر سکتا ہے اور نہ انسان
کے حقوق پر عمل پیرا ہو سکتا ہے۔ توحید اللہ کی محبت ہی سے ثابت و محقق ہوتی
[illegible]
پیدا ہو سکتا ہے۔ نہ اللہ کے بندوں کے حقوق سے سبکدوش محبت اپنی ذات سے [illegible]
بلکہ دوسروں سے کی جاتی ہے اس لئے توریت کے احکام عشرہ خود غرضی سے
اجتناب و احتراز اور خود انکاری اور جانثاری کی تلقین و ترغیب کے حامل ہیں۔
اور جب انسان اپنی ذات سے محبت رکھتا اپنے مفاد کو ترجیح دیتا اور سوسائٹی
یا معاشرہ کو نقصان پہنچاتا ہے تو ان کا یہ فعل گناہ بن جاتا ہے [illegible] وہ تو جب
پر کاربند ہوتا ہے نہ اللہ کی محبت اس کے دل میں ہوتی ہے۔
سے محبت رکھتا ہے اور یہی ہے بت پرستی جو شرک کہلاتی ہے۔ [illegible]
اس سارے بیان کا ماحصل یوں بیان کرتی ہے تم پاک ہو کیونکہ تمہارا خدا پاک
ہے۔ ظاہر ہے جہاں توحید اور اللہ کی محبت نہیں وہاں بت پرستی زناکاری

قتل، چوری، جھوٹ اور ہر قسم کے مکروہ اور گھناونے کاموں کے علاوہ اور کیا
ہو سکتا ہے۔ اور یہ اخلاقی گھناونا پن اور ناپاکی اللہ کی پاکیزگی کے برعکس ہے
جس سے اللہ نفور ہے۔

توریت کے دیگر تمام شرعی احکام و قوانین انہی دس احکام کی توضیح و تشریح
میں مرقوم ہیں جن کی پابندی سے ایک بہتر معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔ ان احکام
و قوانین کی خلاف ورزی پر عبرتناک اور سبق آموز سزائیں اور تعزیریں توریت میں
معاشرتی اور اجتماعی حالات کی تطہیر کے لئے بیان کی گئی ہیں۔ دنیا کی کئی اقوام
نے توریت کے بعض قوانین کی خوشہ چینی کی۔ مثلاً کسی بچے کو اغوا کرنے کی سزا
کو بعض ملکوں نے اپنے ہاں توریت کے مطابق نافذ رکھا۔

باایں ہمہ توریت کی شریعت کامل نہ تھی وہ ظاہری امور پر نظر رکھتی تھی اس
میں انسان کے انداز فکر کو بدلنے اور روحانی صلاحیتوں کو رو بہ ترقی کرنے کی قدرت
نہ تھی [illegible] برائی اور گناہ کے استیصال
و بیخ کنی کرنے کی صلاحیت نہ تھی۔ توریت گناہ بالقوۃ کو یعنی وہ گناہ جو انسان کے
خیال یا دل میں جنم لیتے ہیں کوئی اہمیت نہ دیتی تھی۔ وہ تکمیل کی محتاج تھی۔
موسوی شریعت اپنی ناکاملیت کی وجہ سے کسی اور کامل شریعت کی نشاندہی
کرتی تھی۔

باایں ہمہ خدا نے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا کہ اگر وہ اس کی شریعت کے احکام پر
عمل کریں گے تو وہ ان پر اپنی برکات و نعمات کی بارشیں برساتا رہے گا لیکن اگر
وہ انہیں بجا نہ لائیں گے تو وہ انہیں چھوڑ دے گا۔ ان کے دشمن ان پر غالب
آئیں گے۔ اور وہ اپنی بدکاری و خطاکاری کی سزا پائیں گے۔ اور دنیا میں ذلیل و
خوار ہوں گے۔

بنی اسرائیل کی تاریخ سے ظاہر و ثابت ہے کہ انہوں نے بار بار احکام شریعت سے عدول کیا۔ توحید پرستی کو چھوڑا، غیر معبودوں کی پرستش کی اور گھناؤنے اور نفرت انگیز گناہوں کے مرتکب ہوئے تو اللہ نے ان پر اپنی رحمتوں کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ انہیں نے دشمنوں سے بار بار شکست کھائی لیکن جب وہ اپنے گناہوں سے تائب و نادم ہوتے اور توحید پرستی کی جانب مائل، اور بت پرستی سے نفور ہوئے تو اللہ انہیں پھر اپنی برکتوں اور رحمتوں سے نوازتا۔ اور ہر اعتبار سے ان کا حامی و ناصر ہوتا۔

توحید پرستی کو واگذار کرنے بت پرستی اور اخلاقی پستی میں گرنے اور روحانی انحطاط کے باعث ۷۲۱ قبل مسیح میں شاہ اسور نے بنی اسرائیل کی شمالی سلطنت کو تاخت و تاراج کر کے اسے صفحہ ہستی سے ہمیشہ کے لئے مٹا دیا اور ۵۸۶ قبل مسیح میں شاہ بابل بنسان کی جنوبی سلطنت یا یہوداہ کی سلطنت کو پامال یروشلم کو تہس نہس اور ہیکل کو مسمار کیا اور شاہ بابل شاہ یہوداہ کو گرفتار اور بہت سے یہودیوں کو اسیر کر کے ملک بابل میں لے گیا جہاں وہ ۷۰ برس تک اسیر رہے بالآخر شاہ فارس سائرس نے ملک بابل کو فتح کیا تو وہ اپنے ملک میں واپس آکر آباد ہوئے۔ یروشلم کی شکستہ دیواریں اور ہیکل دوبارہ تعمیر ہوئیں ان تمام حالات و واقعات میں المسیح کے آنے کا تصور بڑی شدت سے ابھرا۔ یہودیوں کے دلوں میں ایک شاندار سلطنت کی تشکیل کی امید بیدار ہوئی۔ جلاوطنی سے لے کر یسوع المسیح کی آمد تک کے تقریباً ۶۰۰ برس کے زمانہ میں ان کی ادبیات داؤد سے کہیں زیادہ باوقار اور پرشوکت بادشاہ کی امید سے روشن نظر آتی ہے اس دور میں ان پر یونانی سلطنت کا غلبہ رہا۔ ۶۳ قبل مسیح میں ان پر رومی حکومت مسلط ہو گئی۔ المسیح بادشاہ کی آمد کی امید کے باوصف موسوی

شریعت کا یہ اثر ہوا کہ یہودی ظاہر دار و ریاکار اور ظاہری نام و نمود کے دلدادہ اور روحانی غرور میں گرفتار ہو گئے اور نسلی تعصب ان کی رگ و پے میں بشدت پیدا ہو گیا۔

انجیل

انبیا کی پیش گوئیوں کے مطابق یسوع المسیح داؤد کی نسل اور یہوداہ کے قبیلہ میں بیت لحم میں پیدا ہوئے۔ تیس برس کی عمر میں آپ نے عبادت خانوں میں تعلیم دینا آسمانی بادشاہی کی تشکیل کی منادی کرتا اور ہر قسم کی بیماریوں سے لوگوں کو شفا دینا شروع کیا۔ آپ نے یہودیوں کے نسلی تعصب کے برخلاف آواز اٹھائی۔ یہودی علماء کی ریاکاری و ظاہرداری کے بخیئے ادھیڑے اور ان کے روحانی غرور کو توڑا اور اس امر کا واشگاف الفاظ میں دعوے کیا کہ میں شریعت کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ اسے مکمل کرنے آیا ہوں شریعت تو محض یہ کام کر رہی یہ کام نہ کر۔ لیکن، آپ نے اس امر پر زور دیا کہ یہی کافی نہیں بلکہ انسان کو روحانی اور اخلاقی طور پر اتنا بلند ہونا چاہیئے کہ اس سے نیکی ہی نیکی صادر ہو اور وہ بدی سے کلی طور پر نفور ہو چنانچہ آپ نے فرمایا۔

"مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی ان ہی کی ہے متی ۵/۳ دل کے غریب وہ ہیں جو اپنے دل کو اتنا شکستہ کرتے ہیں کہ کوئی جسمانی خواہش اور نفسانی رغبت ان کے دل میں نہیں ٹھہرتی اور ان کا ارادہ وہی ہوتا ہے جو ان کے اللہ کا ارادہ ہوتا ہے اور وہ تمام دنیا کی خیفت کو چھوڑ کر محض اللہ کے ہو جاتے ہیں۔ تقویٰ اور نیکی ان کی خوراک، پرہیزگاری ان کی پوشاک اور دوسری دنیا ان کا وطن ہوتا ہے۔"

"مبارک ہیں وہ جو غمگین ہیں کیونکہ وہ تسلی پائیں گے" متی ۵:۴ جو غمگین ہیں سے مراد وہ لوگ ہیں جو دوسروں کے دکھ درد میں شریک و شامل اور غربا و حاجتمندوں کے لئے فکر مند اور آسمانی بادشاہی کی توسیع میں کوشاں اور اس کے لئے فکر مند اور نجات کی خوشخبری کے لئے فرو انکسار اور جانثار ہوتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں کیونکہ وہ زمین کے وارث ہوں گے" متی ۵:۵ حلیم سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے علم اپنے اعلےٰ خاندان اور اپنے منصب پر غرور نہیں کرتے بلکہ ان چیزوں کو اللہ کی نعمتیں جان کر اس کا شکر کرتے ہیں۔ حلیم وہ ہیں جو اپنی رفتار و کردار اپنے چال چلن اور اپنی گفتگو میں باشعور، نرم مزاج اور فروتن ہوں۔ ہر امر میں حکیم و دانا اور موقع شناس ہوں۔ جو کام کریں اللہ کے جلال کے لئے کریں اور اپنی کسی صفت و خوبی پر بے جا فخر نہ کریں۔ بردبار ہوں اور ان کے ہر انداز سے محبت و الفت اور شعور و علم ظاہر ہو۔

"مبارک ہیں جو راستبازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں کیونکہ وہ آسودہ ہوں گے" متی ۵:۶ [illegible] اخلاق و روحانی ترقی کے جویاں دوسروں سے نیکی و پاکبازی اور حسن سلوک سے پیش آنے والے اور ان کی اخلاقی و روحانی ترقی و بالیدگی کے لئے مشعل راہ ہوں۔ جو معاشرہ کی خرابیوں کو دور کرنے والے اور صحت مند روحانی و اخلاقی تحریکوں میں سرگرم ہوں۔

مبارک ہیں وہ جو رحمدل ہیں کیونکہ ان پر رحم کیا جائے گا" متی ۵:۷ رحمدل وہ لوگ ہیں جو دوسروں پر ظلم و تشدد روا نہیں رکھتے۔ اگر دوسروں کو کسی مصیبت میں دیکھیں تو ان سے اجتناب نہ کریں بلکہ ان کی مدد کریں۔ دوسروں کی اخلاقی و روحانی ابتری و بدحالی میں ان کی راہنمائی کریں۔ اور ملک و قوم کی ذہنی و مالی اور معاشرتی ترقی

کے اسباب و عوامل مہیا کریں جو نجات بخش کفارہ و مکاشفہ کی خوشخبری سنانے میں سرگرم عمل ہوں۔

مبارک ہیں وہ جو پاک دل ہیں کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے" متی ۵:۸ دل کی پاکیزگی حاصل کرنا ہر عبادت و عقائد کی زندگی کا مقصد ہوتا ہے۔ دل جسمانی اور روحانی زندگی کا سرچشمہ ہے اسی سے دونوں قسم کی زندگیوں کی راہیں نکلتی ہیں۔

پاک دل اللہ کا تخت و عرش ہوتا ہے۔ دل کا خیالاً قولاً اور فعلاً پاک و صاف ہونا ضروری ہے۔ پاک دل ظاہری و جسمانی صفائی اور روح کی پاکیزگی کا باعث ہوتا ہے۔ ایمان و عمل کی پاکیزگی کی یہی بنیاد ہے۔ پاک دل الہٰی محبت اور انسانی محبت کا مسکن ہوتا ہے۔ پاک دل ہو کیونکہ تمہارا خدا پاک ہے۔ پاک دل لوگ ہی آخرت میں خدا کو دیکھیں گے۔ آئینہ جس قدر صاف ہوگا اتنا ہی اعلےٰ طور پر اس میں ہر ایک شے منعکس ہو سکتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان اپنے دل کے آئینہ کو پاک صاف رکھے تاکہ ذات الہٰی کی تجلیات اس میں منعکس ہو سکیں۔

"مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے" متی ۵:۹ یسوع المسیح بذات خود صلح کا شہزادہ ہیں۔ آپ نے خدا اور انسان کے درمیان کفارہ دے کر صلح کرائی۔ "جو صلح کراتے ہیں" سے مراد وہ لوگ ہیں جو ملکوں قوموں حکومتوں بھائیوں اور عام اشخاص میں میل ملاپ کراتے ہیں۔ جو شرارت کا قلع قمع کرتے ہیں جو دوسروں کی محبت اور میل ملاپ پر حسد نہیں کرتے۔ جو نجات بخش کفارہ کی بشارت سے خدا اور انسان میں صلح اور میل ملاپ کراتے ہیں۔

مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے سبب سے ستائے گئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی انہی کی ہے۔ جب میرے سبب سے لوگ تمہیں لعن طعن کریں گے اور ستائیں گے اور ہر طرح کی بری باتیں تمہاری نسبت ناحق کہیں گے تو تم

مبارک ہو۔ خوشی کرنا اور نہایت شادمان ہونا۔ کیونکہ آسمان پر تمہارا اجر بڑا ہے اس لئے کہ لوگوں نے ان نبیوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے اسی طرح ستایا تھا۔" متی ۵: ۱۰-۱۲۔ آسمان کی بادشاہت کی توسیع کے سلسلہ میں ستایا جانا۔ نجات بخش کفارہ کی بشارت کے لئے دکھ اٹھانا اور نیک مقصد کے حصول کی خاطر آزردہ ہونا امر مبارک ہے۔

متی ۵: ۳-۱۲ تک کی آیات میں ایک نئی بشریت ایک نئے انسان کی شخصیت کے نمایاں پہلو مرقوم ہیں۔ بلکہ یہ یسوع المسیح کی کامل انسانیت کے خدوخال ہیں ان آیات سے واضح ہے کہ ہر انسان کا مقصد حیات پرانی انسانیت اتار کر نئی انسانیت پہن لینا ہے اس نے روحانی و اخلاقی رفعتوں پر اس قدر صعود کرنا ہے کہ توریت کے احکام عشرہ کی تعمیل خود بخود اس سے صادر ہو نہ بلکہ وہ ان احکام سے آزادی حاصل کرے نیکی و راستی اس کی فطرت ثانیہ بن جائے۔ اور نیکی اور راست بازی کے کام خود بخود اس سے صادر ہوں اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ انسان اپنی خودی یا شخصیت [illegible]
المسیح کے پیچھے ہو لے کیونکہ وہی ہیں جنہوں نے شریعت کو پورا کیا اس کی خامیوں کو دور کیا اور صرف ظاہریت ہی نہیں بلکہ باطنیت پر بھی زور دیا اور با اختیار ہو کر کہا "تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ زنا نہ کر لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا" متی ۵: ۲۷-۲۸ مراد یہ گناہ جو پہلے دل میں پرورش پاتا ہے وہ دل میں پیدا نہ ہونے پائے۔ یہ خصوصیت شریعت میں نہ تھی۔ شریعت باطنی برائیوں دلی کجروی اور غلط انداز فکر کا علاج مہیا کرنے سے قاصر تھی۔

تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ خون نہ کرنا اور جو خون کرے گا

وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر غصے ہوگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا متی ۵: ۲۱-۲۲ مراد یہ کہ قتل کی وجہ غصہ اور حسد اور کینہ ہے اس وجہ قتل کو دور کرنا چاہیئے۔ مزید برآں، یسوع المسیح نے دوسرے گناہوں کی وجہ اور سبب انسان کا دل اور اس کا باطن قرار دیا اس لیئے انسان کو اپنا انداز فکر اور اپنی سوچ اور دل کی حالت کو بدلنا چاہیئے۔ آپ نے نہ صرف وعظ و نصیحت سے کام لیا اور تلقین کی بلکہ اپنی بشریت کو مصلوب کر کے اور قبر و موت پر فتح پا کر مردوں سے زندہ ہو کر ایک نئی بشریت کا آغاز کیا جس میں الوہیت کی ساری معموری سکونت کرتی ہے۔ جو شخص ایمان کے ذریعہ اس بشریت سے علاقہ و تعلق پیدا کر لیتا ہے وہ نیا مخلوق بن جاتا ہے' اس کی بشریت بدل جاتی ہے وہ نئے سرے سے پیدا ہوتا ہے۔

الکتاب (بائبل) خدا کی شریعت اور شریعت کی تکمیل و ارتقا اور فضل اور نئی بشریت کے معرض وجود میں آنے کی خوشخبری دیتی ہے اور ہر انسان کو پاک طینت اور شریعت نو اور انسان کی مسخ شدہ طبیعت کی بحالی کی بشارت دیتی اور اسے آسمان کی بادشاہت کا مثالی و معیاری شہری بننے اور ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنے کی راہ بتاتی ہے۔ اس لیے الکتاب خدا کا سچا و برحق کلام مکتوب ہے اس نئے آسمان میں ابدی صداقتیں اور حقیقتیں روشن و درخشاں ستاروں کی طرح چمک رہی ہیں۔ یہ وہ کان ہے جس میں بے شمار حکمتوں کے بیش بہا جواہرات موجود ہیں یہ وہ سمندر ہے جس میں کوہ ہمالیہ سے بھی بلند تر رفیع پہاڑ اور انسانی تصور سے بھی گہری غاریں موجود ہیں۔ اس میں انواع اقسام کی زندگی بخش نباتات ہے۔ با ایں ہمہ بعض مقامات پر اس کا پانی اتنا پایاب بھی ہے کہ ایک بچہ اسے عبور کر سکتا ہے پولوس رسول اور دوسرے رسولوں کے خطوط میں اعلٰے

تعلیمات و اخلاقیات کے خزانے پوشیدہ ہیں۔

انجیل کے کچھ اخلاقی جواہر پارے

(۱) نور

پس نور کے فرزندوں کی طرح چلو اس لئے کہ نور کا پھل ہر طرح کی نیکی اور راست بازی اور سچائی ہے۔ افسیوں ۵:۹

۲۔ پرانی انسانیت اتار ڈالو

تم اگلے چال چلن کو اس کی پرانی انسانیت سمیت اتار ڈالو جو فریب کی شہوتوں کے سبب سے خراب ہوتی جاتی ہے اور اپنی عقل کی روحانی حالت میں نئے بنتے جاؤ۔ افسیوں ۴:۲۲-۲۳

۳۔ سنہری اصول

زر کی دوستی سے خالی رہو اور جو تمہارے پاس ہے اسی پر قناعت کرو کیونکہ اس نے خود فرمایا ہے کہ میں تجھ سے ہرگز دست بردار نہ ہوں گا اور کبھی تجھے نہ چھوڑوں گا۔ اس لئے ہم دلیری کے ساتھ کہتے ہیں کہ خداوند میرا مددگار ہے۔ میں خوف نہ کروں گا۔ انسان میرا کیا کرے گا۔ عبرانیوں ۱۳:۵-۶

۴۔ چوری نہ کرو

چوری کرنے والا پھر چوری نہ کرے بلکہ اچھا پیشہ اختیار کر کے ہاتھوں سے محنت کرے تاکہ محتاج کو دینے کے لئے اس کے پاس کچھ ہو۔ افسیوں ۴:۲۸

۵۔ جھوٹ نہ بولو

پس جھوٹ بولنا چھوڑ کر ہر ایک شخص اپنے پڑوسی سے سچ بولے کیونکہ ہم ایک دوسرے کے عضو ہیں۔ افسیوں ۴:۲۵

۶۔ مہربانی اور نرم دلی

ہر طرح کی تلخ مزاجی اور قہر اور غصہ اور شور و غل اور بدگوئی ہر قسم کی بدخواہی سمیت تم سے دور کی جائیں اور ایک دوسرے پر مہربان اور نرم دل ہو۔

۷۔ حرامکاری و لالچ

تم میں حرامکاری اور کسی طرح کی ناپاکی یا لالچ کا ذکر تک نہ ہو اور نہ بے شرمی اور بیہودہ گوئی اور ٹھٹھا بازی کا۔ افسیوں ۵:۳-۴

۸۔ فروتنی و حلم

یعنی کمال فروتنی اور حلم کے ساتھ تحمل کر کے محبت سے ایک دوسرے کی برداشت کرو۔ افسیوں ۴:۲

۹- صداقت

صداقت قوم کو سرفرازی بخشتی ہے پر گناہ سے امتوں کی رسوائی ہے۔ امثال ۱۴/۳۴

۱۰- مغرور

خدا مغروروں کا مقابلہ کرتا اور فروتنوں کو توفیق بخشتا ہے۔

۱۱- کام کرنے کا معیار

جو کام کرو جی سے کرو۔ یہ جان کر کہ خداوند کے لئے کرتے ہو نہ کہ آدمیوں کے لیے کلسیوں ۳/۲۳۔

۱۲- جھوٹ نہ بولو اور گالی نہ بکو

لیکن اب تم بھی ان سب کو یعنی غصہ اور قہر اور بدخواہی اور بدگوئی اور منہ سے گالی بکنا چھوڑ دو۔ اور ایک دوسرے سے جھوٹ نہ بولو۔ کلسیوں ۳/۸-۹

۱۳- غیبت

کسی کی بدگوئی نہ کریں اور تکراری نہ ہوں بلکہ نرم مزاج اور سب آدمیوں کے ساتھ کمال حلیمی سے پیش آئیں۔

۱۴- سننے میں تیز

ہر آدمی سننے میں تیز اور بولنے میں دھیرا اور قہر میں دھیما ہو۔ کیونکہ

انسان کا قہر خدا کی راستبازی کا کام نہیں کرتا۔ یعقوب ۱/۱۹

۱۵- کامل شخص

کامل شخص وہ ہے جو باتوں میں خطا نہ کرے وہ اپنے سارے بدن کو بھی قابو میں رکھ سکے۔ یعقوب ۳/۲

۱۶- زبان

اسی طرح زبان بھی ایک چھوٹا سا عضو ہے زبان شیخی مارتی ہے۔ زبان بھی ایک آگ ہے۔ زبان ہمارے اعضا میں شرارت کا ایک عالم ہے اور سارے جسم کو داغ لگاتی ہے اور دائرہ دنیا کو آگ لگا دیتی ہے اور جہنم کی آگ میں جلتی رہتی ہے۔ یعقوب ۳/۵-۶

۱۷- ٹھیک ترازو

ٹھیک ترازو اور پلڑے خداوند کے ہیں۔ تھیلی کے سب باٹ اس کا کام ہیں۔ امثال ۱۶/۱۱

۱۸- معیاری خاندان

اے بیویو! اپنے شوہروں کی ایسی تابع رہو جیسے خداوند کی۔ افسیوں ۵/۲۲ اے شوہرو! اپنی بیویوں سے محبت رکھو۔ افسیوں ۵/۲۵ اے فرزندو! اپنے ماں باپ کے فرمانبردار رہو کیونکہ یہ واجب ہے اور اپنے باپ کی اور ماں کی عزت کرو۔ افسیوں ۶/۱-۲ اے اولاد والو! اپنے فرزندوں کو غصہ نہ

دلاؤ بلکہ خداوند خدا کی طرف سے تربیت اور نصیحت دے دے کر ان کی پرورش
کرو افسیوں ۶/۴ اے نوکرو! جو جسم کے رُو سے تمہارے مالک ہیں اپنی
صاف دلی سے ڈرتے اور کانپتے ہوئے ان کے ایسے فرماں بردار ہو جیسے
مسیح کے اور آدمیوں کو خوش کرنے والوں کی طرح دکھاوے کے لئے خدمت
نہ کرو۔ اور اس خدمت کو آدمیوں کی نہیں بلکہ خداوند کی جان کر جی سے کرو۔
افسیوں ۶/۵-۷ اور اے مالکو! تم بھی دھمکیاں چھوڑ کر ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک
کرو کیونکہ تم جانتے ہو کہ ان کا اور تمہارا دونوں کا مالک آسمان پر ہے،
اور وہ کسی کا طرفدار نہیں۔ افسیوں ۶/۹ اے مالکو! اپنے نوکروں کے ساتھ
یہ جان کر عدل و انصاف کرو کہ آسمان پر تمہارا بھی ایک مالک ہے۔
کلسیوں ۴/۱۔

۱۹- حاکم اور اختیار والوں کی فرماں برداری

ان کو یاد دلاؤ کہ حاکموں اور اختیار والوں کے تابع رہیں اور ان کا حکم
مانیں اور ہر نیک کام کے لئے مستعد رہیں۔ ططس ۳/۱

خداوند کی خاطر انسان کے ہر ایک انتظام کے تابع رہو۔ بادشاہ کے
اس لئے کہ وہ سب سے بزرگ ہے اور حاکموں کے اس لئے کہ وہ
بدکاروں کی سزا اور نیکوکاروں کی تعریف کے لئے اس کے بھیجے
ہوئے ہیں۔

۲۰- حکومتیں

ہر شخص اعلیٰ حکومتوں [illegible] تابعدار رہے کیونکہ کو[illegible] حکومت ایسی نہیں

جو خدا کی طرف سے نہ ہو اور جو حکومتیں موجود ہیں وہ خدا کی طرف سے مقرر ہیں۔ پس
جو کوئی حکومت کا سامنا کرتا ہے وہ خدا کے انتظام کا مخالف ہے اور جو مخالف ہیں
وہ سزا پائیں گے کیونکہ نیکوکار کو حاکموں سے خوف نہیں بلکہ بدکار کو ہے۔ پس
اگر تو حاکم سے نڈر رہنا چاہتا ہے تو نیکی کر اس کی طرف سے تیری تعریف
ہوگی کیونکہ وہ تیری بہتری کے لئے خدا کا خادم ہے لیکن اگر تو بدی کرے تو
ڈر کیونکہ وہ تلوار بے فائدہ لئے ہوئے نہیں اور خدا کا خادم ہے کہ اس
کے غضب کے موافق بدکار کو سزا دیتا ہے۔

پس تابعدار رہنا نہ صرف غضب کے ڈر سے ضرور ہے بلکہ دل بھی
گواہی دیتا ہے۔ تم اسی لئے خراج بھی دیتے ہو کہ وہ خدا کے خادم ہیں اور اس کام
میں ہمیشہ مشغول رہتے ہیں۔ سب کا حق ادا کرو جس کو خراج چاہئے اسے خراج
دو۔ جس کو محصول چاہئے محصول۔ جس سے ڈرنا چاہئے اس سے ڈرو۔ جس کی
[illegible]
کی شان ہے پر لوگوں کی کمی حاکم کی تباہی ہے۔ امثال ۱۴/۲۸

۲۱- محنتی آدمی

محنتی آدمی کا ہاتھ حکمران ہوگا لیکن سست آدمی باج گزار رہے گا۔
امثال ۱۲/۲۴

۲۲- دولت

جو دولت بطالت سے حاصل کی جائے کم ہو جائے گی لیکن محنت
سے جمع کرنے والے کی دولت بڑھتی رہے گی۔ امثال ۱۳/۱۱

۲۳ - خدا کا خوف

خدا کا خوف حیات کا چشمہ ہے۔ امثال ۲۷/۱۴

۲۴ - بُرے منصوبے

برے منصوبوں سے خداوند کو نفرت ہے امثال ۲۶/۱۵
ضابطۂ اخلاقیات کے چند امور ہم نے مثال کے طور پر پیش کئے ہیں۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوگا کہ الکتاب (بائبل) سیاسی، معاشرتی، اجتماعی، خاندانی اور شخصی اخلاقیات کی حامل ہونے کی وجہ سے بے مثال الہامی کتاب ہے۔

اخلاقیات وروحانیت کا منتہائے کمال

مزید برآں الکتاب (بائبل) اخلاقیات اور روحانیات کی ترقی و پیش رفت کے ذریعہ واصول اور اس کے منتہائے کمال کو بھی بیان کرتی ہے کہ یسوع المسیح کی صلیبی موت اور مردوں میں سے دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لانے اور اس میں نئے مخلوق اور اس کے لے پالک بیٹے بننے پر روح القدس انسان میں اخلاقی و روحانی ترقی کرنے کی تحریک پیدا کرتا رہتا ہے۔ اور انسان الٰہی صفات اور الٰہی خوبیوں سے متصف ہوتا چلا جاتا ہے۔ الغرض مسیحی کی اخلاقیات و روحانیات میں جمود اور ٹھہراؤ نہیں اور وہ ہر لحظہ اس دوڑ میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور وہ ہر دم خدا کی صفات اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ ۲ کرنتھیوں ۳/۱۸ میں آیا ہے: "مگر جب ہم سب کے بے نقاب چہروں سے خداوند کا جلال

اس طرح منعکس ہوتا ہے جس طرح آئینہ میں تو اس خداوند کے وسیلہ سے جو روح ہے ہم اسی جلالی صورت میں درجہ بدرجہ بدلتے جاتے ہیں" فلپیوں ۳/۱۲ میں ہے "یہ غرض نہیں کہ میں پا چکا یا کامل ہو چکا ہوں بلکہ اس چیز کے پکڑنے کے لئے دوڑا ہوا جاتا ہوں جس کے لیے مسیح یسوع نے مجھے پکڑا تھا"۔ کلسیوں ۳/۹ میں وارد ہوا "کیونکہ تم نے پرانی انسانیت کو اس کے کاموں سمیت اتار ڈالا۔ اور نئی انسانیت کو پہن لیا ہے جو معرفت حاصل کرنے کے لیے اپنے خالق کی صورت پر نئی بنتی جاتی ہے"

اخلاقی وروحانی ترقی کی ابتدا یسوع المسیح کو بذریعہ ایمان قبول و اختیار کرنے کے بعد اسی دنیا میں ہوتی ہے۔ اور یہ سلسلہ دوسری زندگی میں بھی جاری رہے گا۔ اس اخلاقی وروحانی ترقی و پیش رفت کا منتہائے کمال یسوع المسیح کے پورے قد کے اندازہ تک پہنچنا، یسوع المسیح کو پہن لینا اور خدا کی ذات میں شریک ہونا یعنی صفات الٰہی کو پورے طور پر منعکس کرنا منتہائے اخلاقیات وروحانیات ہے چونکہ الکتاب اخلاقیات وروحانیات کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے اور چونکہ یہ اخلاقی وروحانی ترقی و کمال کی لا انتہا ہی زمانوں تک راہ بتاتی ہے اور چونکہ یہ الہامی و آسمانی الکتاب یسوع المسیح کو دوسری دنیا میں یوں ظاہر کرتی ہے کہ ہر آن آپ کی نئی سے نئی صفات و تجلیات کا ظہور ہوگا۔ آپ ہر آن ایک نئی شان میں ہونگے تو مسیحی مومنین بھی آپ کے وصال و دیدار سے آپ کی صفات و شئون پر ہر لحظہ نئے ڈھلتے چلے جائیں گے اور ہر لحظہ نئی شان میں ہوں گے۔ پولس رسول اسی حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ "اب ہم کو آئینہ میں دھندلا سا دکھائی دیتا ہے مگر اس وقت روبرو دیکھیں گے۔ اس وقت میرا علم ناقص ہے مگر اس وقت ایسے پورے طور پر پہچانوں گا جیسے میں پہچانا گیا ہوں"، اکرنتھیوں ۱۳/۱۲

مگر ہم سب کے بے نقاب چہروں سے خداوند کا جلال اس طرح منعکس ہوتا ہے جس طرح آئینہ میں تو اس خداوند کے وسیلہ سے جو روح ہے ہم اسی جلالی صورت میں درجہ بدرجہ بدلتے جاتے ہیں۔ ۲ کرنتھیوں ۳/۱۸۔ کیونکہ تم نے پرانی انسانیت کو اس کے کاموں سمیت اتار ڈالا اور نئی انسانیت کو پہن لیا ہے جو معرفت حاصل کرنے کے لئے اپنے خالق کی صورت پر (یعنی صفات و شمائل) نئی بنتی جاتی ہے۔ کلسیوں ۳/۱۰۔ الکتاب اعلان کرتی ہے کہ یہ اخلاقی و روحانی ترقی جو اس دنیا میں شروع ہوتی اور دوسری دنیا میں بھی لاانتہا ہی زمانوں تک جاری رہتی ہے حیات ابدی اور سعادت آخروی پر دلالت کرتی ہے۔ روحانی و اخلاقی ترقی و حرکت ہے اور حرکت ہی زندگی ہے اگر دوسری دنیا میں جا کر جمود و ٹھہراؤ ہے تو وہ موت ہے۔ یسوع المسیح نے کہا میں آیا ہوں تا کہ وہ زندگی پائیں بلکہ کثرت کی زندگی پائیں یہ کثرت کی زندگی اسی عالم تک محدود نہیں معلوم ہوا کہ [illegible]

[illegible]

جس انسان کی شخصیت نشوونما پاتی اور ترقی و کمال کے لاانتہا ہی مدارج طے کرتی ہے علاوہ ازیں اس دنیا میں ہر نحو زندگی اور ہر طرز حیات اور زندگی کے تمام پہلوؤں کے لئے کارآمد و مفید لائحہ عمل وہ شریعت ہے جو توریت میں مندرج ہے جس کی تنقیح یسوع المسیح نے کی ہے اور جسے آپ نے فضل کی رفعتوں تک پہنچایا ہے۔ الحاصل الکتاب مکمل ضابطہ حیات پیش کرتی ہے کہ اس سے ظاہر و ثابت ہے کہ الکتاب اللہ کی کتاب ہے یہ من جانب اللہ ہے اور اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ ۱۔ انجیل توریت کا نقطہ عروج ہے جس کا دعویٰ ہے کہ وہ خدا کا اٹل اور لازوال کلام ہے اور عدالت اسی کے مطابق ہوگی۔ یوحنا ۱۲/۴۸، ۴۹

۲:۔ انجیل بنی نوع انسان کی نجات کے ازلی بھید اور ازلی منصوبہ نجات کے راز مخفی کا مکاشفہ ہے۔ بتدریج یہ راز ازل ظاہر کر کے خدائے ازلی کے حکم کے مطابق نبیوں کی کتابوں کے ذریعہ سے سب قوموں کو بتایا گیا۔ اور انجیل ازلی بھید کے اظہار اور منصوبہ نجات کے مکاشفہ کا درجہ عروج و کمال ہے۔ رومیوں ۱۶/۲۵-۲۶۔

۳:۔ انجیل خدا کی قدرت ہے۔ رومیوں ۱/۱۶
انجیل و توریت نبیوں کا وہ کلام ہے جو زیادہ معتبر ٹھہرا اور وہ ایک چراغ ہے جو اندھیری جگہ میں روشنی بخشتا ہے۔ ۲ پطرس ۱/۱۹

۴:۔ انجیل انسان کی حکمت سے نہیں بلکہ خدا کی روح کا فرمایا ہوا کلام ہے ۱ کرنتھیوں ۲/۴۔

۵:۔ انجیل خدا کا حقیقی و اصلی کلام ہے اور انجیل خدا کی کامل کتاب ہے لیکن ہم یا آسمان کا کوئی فرشتہ بھی اس خوشخبری (انجیل) کے سوا جو ہم نے تمہیں سنائی [illegible]

[illegible]

انجیل خدا کی طرف سے نجات اور حیات ابدی کا لاجواب مسرت انگیز پیغام ہے۔ خدا واحد و یکتا ہے اس لئے نجات اور حیات ابدی کا طریقہ بھی واحد و یکتا ہے۔ اور وہ طریقہ یسوع المسیح کی صلیب ہے جو خدا کی ذات و صفات کا مظہر بھی ہے۔ ورنہ گنہگار انسان کی نجات اور حیات ابدی کے حصول کا طریقہ واحد بھی۔ اور پھر لعنت نہ ہوگی اور خدا اور برہ کا تخت اس شہر میں ہوگا اور اس کے بندے اس کی عبادت کریں گے اور اس کا نام ان کے ماتھوں پر لکھا ہوگا اور وہ چراغ اور سورج کی روشنی کے محتاج نہ ہوں گے کیونکہ خداوند (الرب اللہ المسیح) ان کو روشن کرے گا اور وہ ابدالآباد بادشاہی کریں گے۔ مکاشفہ ۲۲/۳-۵۔

آیات مندرجہ بالا سے صاف عیاں ہے کہ مومنین و عارفین عالم آخرت میں کلمۃ اللہ

یسوع المسیح کے حضور عبادت کریں گے تو روحانی و اخلاقی ترقی بھی کریں گے۔ وہ عبادت جس سے اخلاقی و روحانی عروج وکمال حاصل نہ ہو بیکار و بے سود اور ضیاع وقت و قوت کے سوائے اور کچھ نہیں۔ یہ بھی وارد ہوا کہ اس کا نام ان کے ماتھوں پر لکھا ہوگا یعنی یسوع المسیح کی صفات و شیون ان سے منعکس ہوں گی۔ مومنین و عارفین عالم آخرت میں کسی مادی نور کے محتاج نہ ہوں گے یسوع المسیح جو دنیا کا نور ہیں نہ بلکہ تمام کائنات اور ارض و سما کا نور ہیں ان کی زندگیوں کو روشن کریں گے۔ آپ کا دعویٰ ہے دنیا کا نور میں ہوں جو میری پیروی کرے گا اندھیری میں نہ چلے گا بلکہ زندگی کا نور پائے گا۔ یوحنا ۸:۱۲ پھر یہ کہ مومنین و عارفین ابدالآباد تک بادشاہی کریں گے۔

یعنی یسوع المسیح کی خوبیوں صفتوں اور آپ کے اسما و صفات پر چلتے بڑھتے چلے جائیں گے۔ اور ابدی سکون قلب، سرور و انبساط روح حاصل کرتے جائیں گے بادشاہی کریں گے سے مراد ہے یسوع المسیح کے اثرات کو قبول کرتے ہوئے ترقی عزت اور سعادت آخروی حاصل کرتے چلے جانا۔

بڑے لوگوں کی شہادتیں

(۱)

الکتاب (کتاب مقدس) برطانیہ کی عظمت کا راز ہے۔ ملکہ وکٹوریہ

(۲)

الکتاب (کتاب مقدس) ایک دریا ہے جسے ہاتھی تیر کر عبور کرتا ہے لیکن ایک ننھا سا بچہ بڑی آسانی سے پانی میں پیدل چل کر دوسرے کنارے تک جا پہنچتا ہے

(از گریگوریس)

(۳)

الکتاب (کتاب مقدس) خدا کے تخیل، انسان کی حالت، طریقۂ نجات، گنہگاروں کی ہلاکت اور ایمانداروں کی سعادت کا اعلان کرتی ہے۔ وہ حق تعالیٰ کی محبت اس کے خیال اور اس کے افعال کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کی تعلیمات پاک، اس کی شریعتیں ضروری، اس کی تاریخ حقیقت اور اس کے احکام واجب ہیں۔ تو اس کا مطالعہ کیا کر تاکہ دانا و عقلمند ہو جائے۔ اس پر ایمان لا تاکہ تسلی پائے اور اس پر عمل کر تاکہ مقدسوں میں شمار ہونے لگے۔

تیری ہدایت کے لئے اس میں نور، خوراک کے لئے اس میں غذا اور تیرے دل کی فرحت کے لئے اس میں شادمانی و اطمینان کا سامان ہے۔

الکتاب مسافروں کی راہنما، زائروں کا عصا، رہبر و مرشد بشر کی [illegible]

کی تلوار اور مسیحی کا لائحہ عمل ہے۔

الکتاب سے ہم معلوم و محسوس کرتے ہیں کہ کھوئی ہوئی جنت دوبارہ حاصل ہوگئی۔ آسمان کا دروازہ کھل گیا اور دوزخ کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔

الکتاب کا منشا مسیح اس کا مقصد اعلیٰ نوع بشر کی نجات اور اس کی غرض و غایت خدا کا جلال ہے۔ پس واجب ہے کہ اس کی صحیح تعلیمات ہمارے دماغ میں موجود اور ہمارے دل پر مسلط ہوں اور ہمارے قدم اس کی روشنی میں اٹھیں اسے غور و خوض سے پڑھا کریں کیونکہ وہ ہماری ابدی راحت کا سرچشمہ ابدی جلال و عظمت کا منبع اور ثروت عظیم کا باعث ہے۔ اس زندگی میں تجھے الکتاب کی نعمت عطا ہوئی۔ قیامت کے دن اس کے مطابق حساب ہوگا اور ابد تک اس کی تعلیمات موجود رہیں گی۔ از مجلہ الکتاب المقدس

(۴)

الکتاب (کتاب مقدس) کے علاوہ کوئی اور کتاب نہیں جسے پڑھنے سے انسان موت کی واقفیت [illegible] حاصل کر [illegible] (از رسالہ)

(۵)

الکتاب ہر کتاب سے اعلیٰ و افضل ہے کیونکہ اس میں زندگی، قوت اور عمل ہے وہ ہر اس چیز سے جو اس کی مخالفت میں اٹھے ٹکراتی ہے۔

الکتاب جو تیری میز پر پڑی ہے اس پر غور و فوض سے نگاہ کر کیونکہ یہ ہر چیز سے ارفع و اشرف ہے۔ اس کے مطالعہ میں غفلت نہ کیا کر۔ تو ہر مرتبہ اسے پڑھنے سے نئی لذت اور نئی فرحت و شادمانی محسوس کرے گا

از نپولین بونا پارٹ

(۶)

معززین۔ میں ہر روز (کتاب مقدس) کا مطالعہ کرتا ہوں۔ میں نصیحت کرتا ہوں تم بھی ایسا ہی کیا کرو۔

فیلڈ مارشل منٹگمری

(۷)

میرا اعتقاد ہے کہ الکتاب (کتاب مقدس) ایک اعلیٰ فرد ہدایت ہے جو خدا نے انسان کو بخشی۔ اس میں نیکی اور نعمتیں ہیں جنہیں ہم اس کے ذریعے سے یسوع مسیح میں ہو کر حاصل کرتے ہیں۔

ابراہیم لنکن

(۸)

خداوند یسوع مسیح پر ایمان لانے اور الکتاب (کتاب مقدس) پر بھروسہ کرنے کے علاوہ دنیا میں انسان کا کوئی اور ٹھکانہ نہیں۔

جارج واشنگٹن

(۹)

صرف الکتاب (کتاب مقدس) ہی وہ کلید (کنجی) ہے جس سے کائنات کے تمام اسرار (بھید) اور دل کے غیر معلوم تقاضے معلوم ہو جاتے ہیں۔

فیرارنفتون

کتاب میں ادبیت کی اعلیٰ اور حسین و جمیل ابتدائی باتیں ہیں۔ اس میں مظلوموں اور مسکینوں کی آزادی کا راز پوشیدہ ہے لہذا انسان اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

تھامس ہکسلے

(۱۱)

میں اعتراف کرتا ہوں کہ الکتاب (کتاب مقدس) کی عظمت مجھے مرعوب کرتی ہے اور انجیل کی پاکیزگی میرے دل و دماغ میں ایک گہرا تاثر پیدا کرتی ہے۔

از جان جاک رسو

(۱۲)

نوعِ بشر کی ترقی کی اُمیدیں (کتاب مقدس) کی تاثیر سے وابستہ ہیں۔

ولایات متحدہ کا صدر اعظم

(۱۳)

یا الٰہی! تیری پیدا کی ہوئی کائنات میرے نزدیک ایک کتاب ہے [illegible] الکتاب (کتاب مقدس) اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔

از بائرن

(۱۴)

[illegible] راہ بتاتی اور اپنی تعلیمات سے آگاہ و واقف کرتی ہے تو عقل و حکمت سے کام لے کر اس کے وسیلہ سے اپنی زندگی سنوار۔ تعلیمات و حکمت و ہدایت اور تاثیر کے اعتبار سے کوئی اور کتاب اس کے مشابہ نہیں۔

از میتھی ہیل

(۱۵)

میں الکتاب کو اعلیٰ فلسفہ کی کتاب سمجھتا ہوں۔ اس کی صداقت کی دلائل اس میں موجود ہیں۔ کسی اور فلسفیانہ کتاب کی یہ خصوصیت نہیں۔

سر اسحاق نیوٹن

(۱۶)

میں الکتاب میں خدا کا الہام پاتا ہوں کیونکہ یہ فطرت انسانی کی گہرائیوں تک پہنچاتی ہے [illegible] کتاب کا یہ خاصہ نہیں۔

از کالرج

(۱۷)

میں نے الکتاب (کتاب مقدس) کو کئی بار پڑھا ہے۔ اب ہر سال ایک مرتبہ اسے پڑھتا ہوں کیونکہ وہ [illegible] ہے۔ یہ عمل کرنے اور خدا کا عرفان چاہنے والوں کی کتاب ہے۔ مجھے اس انسان پر رحم آتا ہے جو اس میں اپنے خیالات و افکار کی غذا اور اپنی [illegible] کے قوانین نہ ڈھونڈ سکے۔

از لیسنر

(۱۸)

میں نے الکتاب کا (کتاب مقدس) بعمق و ہوش مطالعہ کیا ہے۔ میری اب تک یہی رائے ہے کہ یہ الٰہی و اذصل ہونے کے علاوہ حقیقی بلاغت [illegible] اور شعر و فصاحت کے اسالیب پر مشتمل ہے۔

(۱۹)

مجھے قوی اُمید ہے کہ خدا کا دن پاکیزگی بخشے گا اور دنیا میں ہر جگہ اس کا کلام پڑھا جائے گا۔ حتیٰ کہ تمام قومیں معلوم و محسوس کریں گی کہ الکتاب پر عمل کرنا واجب و لازم ہے۔

(۲۰)

الکتاب (کتاب مقدس) ہر تہذیب کی بنیاد اور ہر ارتقاء کا سرچشمہ ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ دنیا ترقی کرے اور انسانیت اپنے کمال و عروج تک پہنچے تو الکتاب کا کوئی نعم البدل تجھے نہ ملے گا۔

از غوطی شاعر

(۲۱)

نوعِ انسانی کی ترقی و کمال کی تمام اُمیدیں الکتاب (کتابِ مقدس) کی ہمیشہ ترقی کرنے والی تاثیر سے پیوستہ ہیں۔

از میوارڈ

(۲۲)

الکتاب (کتابِ مقدس) تمہاری آزادی کا لنگر ہے۔ اپنے دل میں اس کی شریعتوں اور قوانین کو جگہ دو۔ اپنی زندگی میں اس پر عمل کرو۔ شہریت اور معاشرہ کی کامیابی کے اعتبار سے ہم اس کے محتاج ہیں۔ زمانۂ مستقبل میں وہ ہماری راہنمائی کرے گی۔

جنرل گرانٹ

(۲۳)

ناممکن ہے کہ الکتاب (کتابِ مقدس) کا مطالعہ کرنے والے عقلی اور معاشرتی اعتبار سے کسی کے غلام ہوں کیوں کہ انسانیت کی آزادی کا سرچشمہ الکتاب ہے۔

ہولیس جریلی

(۲۴)

میرا اعتقاد ہے کہ تمام ایجادات اور اختراعات کا منبع وہ حقیقتیں ہیں جو الکتاب (کتابِ مقدس) میں پائی جاتی ہیں۔

سر ولیم ہیرشیل

(۲۵)

دنیا میں صرف الکتاب (کتابِ مقدس) ہی ہے جس کے مطالعہ سے میرا دل پریشانیوں اور مصیبتوں میں راحت و تسلی پاتا ہے وہی ہمیشہ میری تمام راہیں روشن کرتی اور رفتار و کردار میں مجھے قوت عطا کرتی ہے۔

از جنرل لی

(۲۶)

الکتاب (کتابِ مقدس) کے ہوتے ہوئے انسان کیسے گمراہ ہو سکتا ہے۔

میخائل فرادی

(۲۷)

الکتاب (کتابِ مقدس) ادب و ثقافت کی اعلیٰ کتاب ہے وہ جو اس کے مطالعہ میں غفلت کرتا ہے۔ ادبی اور روحانی ثقافت کے حصول میں سستی کرتا ہے۔

(۲۸)

میں نے حتی الامکان بے شمار کتابوں کا مطالعہ کیا اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ الکتاب تمام کتابوں سے افضل ہے کیونکہ اس کے فلسفہ کو تمام فلسفوں پر فضیلت حاصل ہے۔

یوحنا اوسس

(۲۹)

الکتاب (کتابِ مقدس) حق تعالےٰ کے تمام خیالات و افکار اور انسان کے ساتھ اس کے تمام معاملات کی عکاسی کرتی ہے۔

الکتاب یہ حقائق ظاہر کرتی ہے کہ خدا کیا ہے؟ انسان کی ذمہ داری کیا ہے؟ خدا انسان کے لئے کیا کرنا چاہتا ہے؟ وہ ان تمام تعلقات اور علاقوں کو جن میں انسان یسوع مسیح کے وسیلہ سے خدا کے ساتھ داخل ہوا ہے ظاہر کرتی ہے۔

الکتاب خدا کی ذات و صفات کو ظاہر کرتی اور ان تدابیر کی ترجمانی کرتی ہے۔ جن کے ذریعہ سے وہ اپنا جلال و عظمت آسمانوں اور ان کے باشندوں پر عیاں کرتی ہے

کتاب انسان کے دل کے بھیدوں اور اس کی خواہشوں اور رغبتوں کی آئینہ داری کرتی ہے۔

الکتاب اس مقام سے شروع ہوتی ہے جہاں ماضی ازلیت کی حدوں کو چھوتی ہے۔ توضیحات کے میدانوں میں ہماری ساتھ چلتی اور تمام ادبی مسائل کو حل کرتی ہے وہ ہمیں اس آخری حد تک پہنچاتی ہے جہاں زمانۂ مستقبل ابدیت سے بغلگیر ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ خدا کی مرضی سے ہوتا ہے۔

الکتاب خدا کی روشنی کے کمالی ہیں تمام ادبی الجھاؤ دور کرتی اور حق تعالےٰ کے ساتھ ہمارے ان تمنے رشتوں کی وضاحت کرتی ہے جو اس کی ذات اور اس کی محبت کے تقاضے کے مطابق ہیں۔

(۳۰)

الکتاب (کتاب مقدس) تمام بنی نوع انسان کی کتاب ہے۔ وہ غیر محدود حقیقت کی سب سے قدیم تریں تفسیر ہے۔ وہ انسان کی سعادت ہے۔ اس کے مطالعہ سے اس دنیا میں خدا کا انسان کے ساتھ حُسنِ سلوک ظاہر ہوتا ہے۔

ہدیۂ عقیدت

میں اپنی اس حقیر تصنیف "آیات الکتاب" کو مسٹر ایچ۔ ایس۔ عیسیٰ مرحوم کی یادِ شیریں سے وابستہ کرتا ہوں جن کی محبت و شفقت اور خلوص اور پند و نصائح میرے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوئیں۔

یوسف جلیل

خاتمہ

الکتاب کی تصدیق و تائید اور اس کی صداقت و حقانیت کے سلسلہ میں اور بھی بہت سی دلائل و براہین پیش کی جا سکتی ہیں جو نفسی بھی ہیں اور آفاقی بھی جو باطنی و داخلی بھی ہیں اور خارجی بھی لیکن ہم نے بخوف طوالت ان سے صرف نظر کیا ہے۔

تاہم اتنی بات ہم ضرور کہیں گے کہ عہد عتیق کا اللہ تعالیٰ اپنے انبیا اپنے رسولوں لاویوں، کاہنوں و فقیہ فریسیوں کے توسط سے محافظ و نگہبان رہا۔ اسی طرح عہد جدید کا بھی وہی محافظ و نگہبان و مہیمن رہا ہے۔ وہ اس سلسلہ میں رسولوں بشپوں مدرسوں۔ کالجوں۔ نسخوں اور مذہبی ادبپاروں کے مصنفوں کے وسیلہ سے نگہبانی و حفاظت و صیانت کرتا رہا ہے۔ اور یسوع المسیح بذات خود تاریخ عالم میں کار فرما ہیں تو الکتاب کی حفاظت و صیانت میں بھی وہی کار فرما رہے ہیں اور رہیں گے۔

اسی سلسلہ میں ہم کہتے ہیں کہ یسوع المسیح اپنی زبان حقیقت ترجمان سے عہد عتیق کی صداقت و حقانیت نہایت واشگاف الفاظ میں بیان کرتے ہیں اور آپ کے بارہ شاگرد اور مزید برآں آپ کے پوشیدہ و مخفی پیروکار بھی الکتاب کے عہد عتیق کے کلام اللہ ہونے کو تسلیم کرتے رہے۔

آغاز مسیحیت سے دنیائے مسیحیت میں کئی فرقے پیدا ہو گئے جو ایک دوسرے کے مخالف و دشمن اور ایک دوسرے کی ایذا رسانی کے درپے رہتے تھے۔

تاہم اگر ان میں سے کوئی فرقہ الکتاب میں دست اندازی کرتا تو دوسرے فرقے ان کی دست اندازی کو برملا بیان و عیاں کرتے۔ سبھی فرقے اپنے اپنے اختلافات کے باوصف الکتاب کو سچا و برحق اور من جانب اللہ تسلیم کرتے رہے۔ ان کی کثرت آرا و نظریات میں حقانیت الکتاب کی وحدت موجود و مشہود تھی۔

علاوہ ازیں مسیحی مومنین اپنی اپنی زندگی میں الکتاب کو زیر تلاوت رکھنا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے رہے۔ آغاز مسیحیت ہی سے الکتاب اطراف عالم میں اشاعت پذیر ہو گئی دور دور کے ممالک میں مسیحی کلیسائیں قائم ہو گئیں۔ دنیا بھر کے مسیحیوں کا امر واحد کے لئے اکٹھا ہونا مشکل و محال تھا۔ پھر وہ تحریف و تصحیف کے لیے کس طرح متفق و متحد ہو سکتے تھے اور متحد ہوتے بھی کیسے جب کہ نگہداشت و حفاظت الکتاب بلحیثیت تمام فرائض سے بڑھ کر تھی۔ پھر وہ کتاب جو تمام دنیا میں اشاعت پذیر ہو جانے اور تواتر و تسلسل زمانہ مستقبل کی کلیساؤں تک پہنچے اور اجماع امت مسیحیہ حفاظت الکتاب پر ہو اس میں ردو بدل اور تغیر و تبدل اور تحریف و تصحیف ناممکن و محال ہے۔

الکتاب کی جو شاپ یا اپنے وقت پر ہم شتاق و بلا درسل سے [illegible] بے شمار مومنین اس پر ایمان لا کر اسے حرز جان گردانتے رہے۔ اور جب کسی نے مخالفت میں دم مارا اور اسے نیست و نابود کرنے کی کوشش کی تو اللہ نے اس کی حفاظت و نگہداشت کا معقول انتظام کر دیا۔ اسے دوبارہ انبیا سے قلم بند کروا دیا۔ مثلاً جب حضرت موسیٰ نے احکام عشرہ کی دو تختیاں توڑیں تو خدا نے دوبارہ اپنے ہاتھ سے پتھر کی تختیوں پر انہیں کندہ کیا اور جب یہویقیم نے یرمیاہ نبی کے صحیفہ کا کچھ حصہ نذر آتش کیا تو اللہ کے حکم سے حضرت یرمیاہ نے اسے دوبارہ تحریر کیا۔

کتابیات

انگریزی

1. "One volume Commentary on the Bible". By Domalo.
2. The Help book of the Bible By Harry.

عربی

۳ [illegible]

۴ من تصنیف بشی منصور

فلسفۃ العصور الوسطیٰ

۵ من تصنیف عبدالرحمان بدوی

۶ تاریخ القلسفۃ العربیۃ .

من تصنیف فاخوری

اردو

۷ صحت کتب مقدسہ

من تصنیف قسیس اعظم برکت اللہ ایم ۔ اے

اکیڈیمک پریس ۲۸ کیپر سٹریٹ اردو بازار لاہور